زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ
کمپیوزڈ ایڈیشن

فتاویٰ رحیمیہ

جلد اوّل

مقدمہ، کتاب الایمان والعقائد

از افادات
حضرت مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد دارالعلوم سورت

دارالاشاعت
کراچی پاکستان

قانونی ادارے نے بعلہ حقوق پاکستان کی جملہ حقوق بحق ادارہ اشاعت ہذا محفوظ ہیں
لیزر سے تیار شدہ تصویر اور ٹائٹل ہذا کے کسی بھی حصہ کے جملہ حقوق بحق ادارہ اشاعت ہذا محفوظ ہیں

ناشر ..... [illegible]

ناشر: [illegible]
طباعت: [illegible]
ضخامت: 264 صفحات

ترجمہ کے بارے میں

[illegible]

ملنے کے پتے ...

[illegible]

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Islamic Books Centre
[illegible]

Arbar Academy Ltd
[illegible]

امریکہ میں ملنے کے پتے

DARUL QOOM AL-MADANIA
[illegible]

MADRASAH ISLAMIA BOOK STORE
[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمد للہ الذی وفق من اراد بہ خیرا للتفقہ فی الدین.

اما بعد

آناوتی رشیدیہ حضرت مولانا مفتی مبین الرحیم صاحب انجینئری زید فضلہ ومجدہ کی ایک عمدہ تصنیف ہے۔ کتاب اور صاحب کتاب دونوں کسی تعارف کے محتاج نہیں، اہل علم خصوصاً اصحاب فتاوی کے ہاں فتاوی رشیدیہ اور مفتی صاحب کا جو مقام ہے وہ بیان نہیں بلکہ برصغیر پاک و ہند کے اندر اور باہر دار الافتاء میں اس کتاب سے استفادہ کیا جا رہا ہے، اس عمدہ کتاب میں چند کمیاں تھیں جس کی وجہ سے اہل علم کو استفادہ کرنے میں مشکلات کا سامنا تھا، مثلاً ترتیب میں کمی کا ہونا، بعض مسائل کا تکرار کا ہونا، بعض مسائل میں ربط کا نہ ہونا۔

اس بارے میں حضرت مفتی صاحب سے رابطہ کیا گیا، مفتی صاحب نے ترتیب وغیرہ کی اجازت بھی دی لیکن مکررات کو حذف کرنے سے منع فرمایا، مفتی صاحب کی ہدایت کا احترام کرتے ہوئے کسی مسئلہ کو حذف نہیں کیا گیا البتہ جدید ترتیب، تبویب، تعلیق اور تخریج کے ساتھ کتاب کو مزین کیا گیا، امید کی جاتی ہے کہ اب اہل علم و استفتاء کرنے میں مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

صالح محمد کاروڑی
دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
کراچی ۷۵

نوٹ: محمد اللہ حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم زید مجدہ کی یہ کتاب پہلی مرتبہ دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے ساتھ شائع ہوئی تھی، اب ادارہ کے ساتھ ساتھ مکتبہ بینات کی طرف سے بھی شائع ہو رہی ہے، اب اس کتاب کی ترتیب و تبویب میں مزید بہتری کی گئی ہے، اور ۱۸۵ سوالات کا اضافہ کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

ناشر

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلد اول

مختصر تعارف صاحب فتاویٰ ۵
از مفتی عیسیٰ بھائی و انعام الحق پیر طریقت مدیر مجلہ راہ حق
سوانحی خاکہ ۵
امتیازی نشان ۶
پیدائش ۶
تعلیم و تعلم اور اخذ خلافت ۶
تاریخی نام تعلیم ۱۰
منصب امامت ۱۱
صلاحیت افتاء ۱۳
اصابت رائے اور بصیرت فائقہ ۱۷
دور افتاء ۱۸
استفتاء ۱۹
موضوعات ۲۰
طرز تحریر ۲۱
تعلیم تعارف دائرہ مظاہری پھولپور از حکیم مبارک ۲۲
مفتی کا قیام ۲۲
نیک دل نائب کا تقرر ۲۳
تعلیم از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ۲۳
تعارف از مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی ۲۳
تعارف از حضرت مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ صاحب ۲۵
حکیم المسلمین کے ایک اور مسترشد نواب زادہ خان ۲۵
ایک اور مسترشد کی تصدیق ۲۵
استفتاء ۲۵
فتاویٰ رحیمیہ کے متعلق ۲۶

عنوان	صفحہ
حضرات صحابہ فتویٰ معاویہ لفظاً و مضموناً	۲۸
حضرت علامہ مفتی سید مہدی حسن صاحب دام ظلہم العالی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند	۲۸
سید الملت حضرت الحاج مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث وصدر مفتی مدرسہ امینیہ دہلی	۲۸
فخر ملت حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ العالی	۲۹
حضرت مولانا انعام اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ سید احمد شہید رائے بریلی	۲۹
حضرت مولانا محمد عمران بن مفتی اللہ دتہ فاضل جامعہ ازہر	۲۹
دارالعلوم چنن السید چھتو پاس	۳۰
حضرت مولانا اظہر شاہ صاحب امتاذ دارالعلوم دیوبند	۳۰
حضرت مولانا نظام الدین صاحب ناظم دفتر امارت شرعیہ بہار اڑیسہ	۳۰
حضرت مولانا ابوالفضل نعیم احمد صاحب مدظلہم طالبپوری پاپن پور	۳۰
حضرت مولانا سید نصیر الدین صاحب دامت برکاتہم مدرسہ شاہی مراد آباد	۳۰
رئیس المناظرین حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قلعہ شوی دامت برکاتہم	۳۱
حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری دامت برکاتہم	۳۱
ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ ضرب مومن	۳۱
شیخ الحدیث الجلیل حضرت مولانا محمد زکریا صاحب	۳۲
حضرت العلامہ مولانا ابوالحسن علی ندوی مولانا اللہ ہوں بقاہ	۳۲
حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ندوی دامت برکاتہم	۳۲
حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب دامت برکاتہم وہ مخدومنا صدر المدرسین دیوبند	۳۲
حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند	۳۳
حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند	۳۴
حضرت مولانا برہان الدین صاحب جمل زید مجدہم استاذ تفسیر وحدیث دارالعلوم دیوبند	۳۴
حضرت مولانا محمد رضا بجنوری صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت	۳۵
حضرت مولانا مفتی ظہیر الدین صاحب دامت برکاتہم سابق استاذ حدیث جامعہ حسینیہ راندیر سورت	۳۵
حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت فیضہم خطیب شاہی مسجد مہتمم	۳۵

عنوان	صفحہ
مدرسہ عربیہ فیض پور، ضلع سیالکوٹ پاکستان	
دار العلوم دیوبند کا مقصد قیام اعلاء کلمۃ اللہ والجہاد فی سبیل اللہ کے لیے اہل	
مولانا سید ارشد مدنی صاحب کا تعارف	۳۰
حضرت مولانا احمد عبد الجیب قاسمی دام مجدہ استاذ دار العلوم کیل ان ماہ مبارک	۳۷
حضرت مولانا محمد شریف حسن صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ اکبل	۳۹
دار العلوم دیوبند	
حضرت مولانا مفتی ثناء الہدیٰ صاحب قاسمی پالن پور گجرات	
مکتوب بنام مولانا محمد ہاشم بخاری مدظلہ	۴۵
تحدیث نعمت	۴۸
مولانا محمد یاسر گجراتی فاضل دار العلوم دیوبند معلم جامعہ	
ایڈیٹر ماہنامہ بتکلی دیوبند	۵۲
کتاب الایمان	۱
ماسبق بالایمان	
غیر مسلم سے ثلاث تو پر مشتمل پمفلٹ مرحمت کرنا کیسا ہے؟	۶۳
غیر مقلد کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے	۶۳
ترکی ۱۹۲۴ء کے خلافت کے مسلمانوں نے حقوق شرعی کھو دیا ہے	۶۵
دیوبند و بریلوی کو چھوڑنا	۶۶
مسلمان کا تعین کرو جی (مرشد) کو بھی تعلیم کرے	۶۸
داڑھی پر تعلیق کا حکم	۶۹
بزنس کے ساتھ ساتھ پولٹری کھانا کیسا ہے	۷۵
مسلمان چاند پر پہنچ گیا ہے شرعی نقطہ نظر کیا ہے	۵۰
آسمان و آسمانوں کی ترتیب و درمیانی فاصلے	۵۴
آسمان اور فضاء شریعت	۶۲
سائنس جدید اور آسمان	۶۴
تبع شریعت ہونے کے باوجود مصائب کیوں	۶۷
نقشہ مقام شریف کو وہابی تحریف کے لئے سر چشمہ کہنا کیسا ہے	۹۰
کوئی شخص خدا کے جھوٹا انکار کرنے سے کیا شخص مسلمان ہے یا نہیں	۹۸

عنوان	صفحہ
مسلمانوں نے مندر میں مالی امداد کی اس سے ان کے ایمان میں نقص آیا یا نہیں	۶۸
کنواں کھودنے کے لئے غیر مسلم سے مشورہ کرنا اور اس کی بات پر یقین کرنا	۶۹
ہندوؤں کے تہوار ہولی میں شریک ہونا حرام ہے	۶۹
بزرگوں کے طفیل سے دعا مانگنا جائز ہے مگر مزار پر حاضر ہونا ضروری نہیں	۷۰
تقلید شرعی یعنی ائمہ کی تقلید	۷۰
تقلید کی ضرورت اور تقلید ائمہ اربعہ کے وجوب پر امت کا اجماع	۷۰
حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے مذکور فرامین عالیہ کا خلاصہ یہ ہے	۷۶
علماء سنت	۷۸
اولیاء سنت	۷۸
مسائل شرعیہ کی فہم کے لئے نری حدیث دانی کافی نہیں	۸۱
دین کا مدار دو چیزوں پر ہے	۹۰
نفس تقلید قرآن و حدیث سے ثابت ہے	۱۰۲
غیر مقلدین کے چند اشکالات اور ان کے جوابات	۱۱۰
پہلا اشکال	۱۱۰
دوسرا اشکال	۱۱۱
تیسرا اشکال	۱۱۳
چوتھا اشکال	۱۱۹
پانچواں اشکال	۱۲۱
امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ	۱۳۱
ضرورت تدوین فقہ	۱۳۱
ہند و پاک میں مذہب حنفی کا رواج	۱۳۱
امام صاحب کے متعلق حدیثی بشارت	۱۳۲
امام صاحب تابعی ہے	۱۳۳
سید الحفاظ امام یحیٰی ابن معین متوفی ۲۳۳ھ	۱۳۳
امام نقد رجال یحیٰی بن سعید قطان متوفی ۱۹۸ھ	۱۳۴
امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ	۱۳۴
امام اعمش کوفی متوفی ۱۴۸ھ کا قول	۱۳۵

عنوان	صفحہ
امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج متوفی ۱۶۰ھ	۱۲۶
امام محدث علی بن مدینی متوفی ۲۳۴ھ	۱۲۶
امام محدث سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ	۱۲۶
محدث شہیر یزید بن ہارون متوفی ۲۰۶ھ	۱۲۷
امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ	۱۲۸
حافظ حدیث امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ	۱۲۸
امام مالک متوفی ۱۷۹ھ	۱۲۹
امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ	۱۲۹
امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ	۱۲۹
امام محدث عبد بن حمید	۱۲۹
محدث شہیر امام دارمی متوفی ۲۵۵ھ	۱۳۰
محدث کبیر بکی بن ابراہیم متوفی ۲۱۵ھ	۱۳۱
محدث شہیر قتیبی بخی متوفی ۲۴۰ھ	۱۳۱
ضرورت تدوین فقہ	۱۳۲
کیفیت تدوین فقہ	۱۳۳
مودودی صاحب کی سینہ زوری	۱۳۶
سرور دو عالم ﷺ جو وحدت ﷺ کے متعلق لکھا ہے	۱۴۹
کتب خانہ کی توہین کے متعلق رضا خانیوں کا غلط پروپیگنڈہ	۱۵۱
مسجد نبوی کی توسیع	۱۵۲
ایک لاکھ پچاس ہزار نمازیوں کے لئے جگہ	۱۵۲
اکابر علماء دیوبند کے عقائد	۱۵۲
مدینہ منورہ روانگی کے آداب	۱۵۲
مدینہ میں داخلے کے آداب	۱۵۳
حرمت مدینہ	۱۵۳
مسجد نبوی میں داخلہ	۱۵۳
روضہ اطہر پر حاضری	۱۵۴
توسل رسول خدا ﷺ	۱۵۵

عنوان	صفحہ
[illegible]	۱۵۸
فاتحہ کس کو کہتے ہیں اور شریعت میں اس کا کیا حکم ہے	۱۶۲
کیا کسی نبی کی ابتدا [illegible] سے قرآن مجید [illegible] کیا ثابت ہوتا ہے	۱۶۴
حیات عیسیٰ علیہ السلام و [illegible]	۱۶۶
[illegible]	۱۹۵
[illegible]	۱۹۵
مسئلہ حیات و [illegible]	۶۶
ایک شبہ کا جواب	۶۰
قادیانی کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتے	۱۸۹
[illegible]	۱۵۰
حضرت عیسیٰ [illegible]	۱۵۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible]	۱۵۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نسبت مرزا جی کے خیالات	۱۵۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible]	۱۵۳
[illegible]	۱۵۳
[illegible]	۱۵۳
[illegible]	۱۵۳
[illegible]	۱۵۶
فرقہ مہدویہ کے متعلق [illegible]	۱۵۸
فرقہ مہدویہ کے [illegible]	۷۹
اپنے محققین [illegible]	۱۸۰
امام مہدی کے حالات	۱۸۸
امام مہدی کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات	۱۹۰
[illegible]	۱۹۳
قادیانیوں کا کیا حکم ہے اور ان کا [illegible]	۱۹۶
علامات قیامت کا ثبوت	۱۹۷
فائدہ	۲۰۳

عنوان	صفحہ
اہل قبور کی زندوں سے ہمکلامی	۲۰۳
حکایت	۲۰۹
حکایت	۲۰۹
حکایت	۲۰۹
فضل صدقات میں ہے	۲۱۱
نیز فضل صدقات میں ہے	۲۱۱
بزرگان دین حین حیات و بعد وفات حج کے لئے یا دیگر مقامات پر جاسکتے ہیں یا نہیں	۲۱۲
قبر اسود کا بوسہ دینے میں اس کی عبادت کا شائبہ	۲۱۳
طاعون سے متعلق اسلامی تعلیمات	۲۱۳
کتابت اسرائیلی میں ہے	۲۱۹
شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں	۲۲۰
غیر مسلموں میں ایمان کی دعوت کی اہمیت	۲۲۳
حضور اکرم ﷺ کی بعثت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے ہے	۲۲۳
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا مکتوب کرامی	۲۲۷
غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے بے چینی	۲۲۷
توحید کی صحیح ہونے کے شرط اسلام میں توحید کا مقام	۲۲۸
تقلید شرعی اور علماء امت	۲۳۲
تقلید کی حقیقت	۲۳۵
صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے	۲۳۹
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں	۲۴۷
علامہ ابن تیمیہ کی تصدیق شخصی ضروری قرار دیتے ہیں	۲۴۷
اسی کتاب میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں	۲۴۷
آپ امام بغوی کا قول نقل فرماتے ہیں	۲۴۸
یہ تحریر فرماتے ہیں	۲۴۸
حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے مذکورہ فرامین سے ثابت ہوتا ہے	۲۴۹
غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے	۲۵۶
اور غیر عالم کے لئے استاذ جامع المعقول والمنقول شیخ احمد الفرد قد سلامیون	

صفحہ	عنوان
۲۴۹	متوفی ۱۳۰۸ھ تفسیر احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں
۲۵۰	علامہ جمال الدین قاسمی شرح جمع الجوامع میں تحریر فرماتے ہیں
۲۵۰	امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں
۲۵۰	علامہ سید طحطاوی (رحمہ اللہ متوفی ۱۲۳۱ھ)
۲۵۱	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں
۲۵۲	شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں
۲۵۲	(سوال) مذاہب اربعہ کے مقلدین کو وہابی کہنے کے بارے میں
۲۵۳	امر ثانی تقلید پر امت کا متفق ہوجانا خداداد توفیق ہے
	غیر مقلدین شیخ عبدالوہاب نجدی کے اہم مسلک و اہم عقیدہ سمجھے جاتے ہیں
۲۵۷	شیخ عبدالوہاب مقلد ہیں اپنے متعلق تحریر فرماتے ہیں
۲۵۷	ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں
۲۵۸	حاصل کلام
۲۶۰	تقلید کی حیثیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں
۲۶۲	روح کے قریب قریب جلسہ ذکر خیر اور تعظیم بجالانا
۲۶۳	دیوان حافظ وغیرہ سے فال نکالنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی وفق من اراد بہ خیراً لتفقہ فی الدین

اما بعد!

فتاویٰ رحیمیہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری کی ایک عمدہ تصنیف ہے۔ کتاب و صاحب کتاب دونوں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اہل علم خصوصاً اصحاب فتاویٰ کے ہاں فتاویٰ رحیمیہ اور مفتی صاحب کا جو مقام ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے تقریباً ہر دارالافتاء میں اس کتاب سے استفادہ کیا جارہا ہے۔ ہاں ہم کتاب میں چند کمیاں تھیں جس کی وجہ سے اہل علم کو استفادہ کرنے میں مشکلات کا سامنے پڑھ جاتا تھا۔ مثلاً ترتیب میں کمی کا ہونا، بعض مسائل میں تکرار کا ہونا، بعض مسائل میں دلیل کا نہ ہونا۔

اس بارے میں بندہ نے حضرت مفتی صاحب سے رابطہ کیا مفتی صاحب نے ترتیب و تہذیب کی اجازت دی لیکن تکرارات کو حذف کرنے سے منع فرمایا۔ مفتی صاحب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے کسی مسئلہ کو حذف نہیں کیا البتہ جدید ترتیب، تبویب اور تخریج کے ساتھ کتاب کو مزین کیا گیا۔

امید کی جاتی ہے کہ اب اہل علم کو استفادہ کرنے میں مشکلات کا سامنے نہیں کرنا پڑے گا

صائم کاردوڑی

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

جمشید روڈ کراچی ۵

مفتی صاحب کی خطوط کا پڑا ہوا ہے

۸ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ باسمہ تعالیٰ از راندیر
۵ نومبر ۲۰۰۰ء

محترمی مکرمی جناب مفتی محمد صاحب بارک اللہ فی علمکم وعملکم

امید سلام مسنون خیریت مرغوب اللہ تعالیٰ مطلوب ہے۔ الحمد للہ حقر اپنی پیرانہ سالی کے باوجود بعافیت ہے خداوند قدوس آپ کو بھی بعافیت رکھیں اور دینی خدمات میں اخلاص کے ساتھ مشغول رکھیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

آپ کا خط ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ پڑھ کر احوال سے واقفیت ہوئی۔ آپ کو جمعیۃ الاشاعت کے جانب سے ہمارا چھوٹا سا رسالہ دیا گیا آپ اس کی ایک نقل کاپی کر کے روانہ کریں۔ آپ بتوفیق تبویب کا کام کیجئے باقی اللہ تعالیٰ سے کرائیں گے (ان شاء اللہ) آپ بھیج دیں۔ آپ اس بات کا اہتمام رکھیں کہ تمام مسائل آجائے کوئی مسئلہ چھوٹ نہ جائے اور جو مسائل بظاہر مکرر معلوم ہوتے ہیں ان کو بھی لیا جائے۔

باقی احوال لائق شکر ہے۔ احقر بھی آپ کے لئے دعا کرتا ہے اور آپ بھی احقر کے لئے حسن خاتمہ کی دعا فرمائے۔ آمین۔

(حضرت اقدس مفتی) سید عبدالرحیم لاجپوری۔ دام فیضہم العالی۔

مختصر تعارف صاحب نامہ

از مفتی عیسیٰ بھائی ابراہیم ایڈیٹر ماہنامہ پیغام لجرات

الحمد للہ الذی وفق من اراد بہ الخیر لتفقہ فی الدین وحفظ من سماہ الی سبیل الہدیٰ والصلوٰۃ والسلام علی سید الاولین والاخرین محمد خاتم النبیین والمرسلین الذی قال من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین و علیٰ آلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین وعلی اتبعہ وسنتہ اجمعین الی یوم الدین۔

محترم مفتی صاحب جیسی اہم شخصیت کے تعارف کے لئے راقم الحروف کا انتخاب ماہنامہ پیغام کے خریدار اور قارئین حضرات کے خلوص و محبت کا نتیجہ ہے جس میں موصوف کے تلامذہ کی بڑی تعداد کا اضافہ ہوا۔ تعالیٰ اپنے ہی بہت سے حضرات تعارف کی فرمائش کرتے رہے

حضرت مفتی صاحب کی شخصیت باوجود یکہ ہماری نظروں کے سامنے ہے اور ہم ان کی علمی [illegible] ہے کہ آپ شہرت و نمائش سے بہت دور خاموش اور گمنامی کی زندگی [illegible] میں آپ کے بیانات اشاعت کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ [illegible] تعارف کے لئے حضرات کی فرمائش پوری نہ کر سکے [illegible] تیار نہیں ہوئے۔ تو یہ خدمت راقم حروف نے اپنے ذمہ لی۔ [illegible]

سلسلہ نسب:

حضرت مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علم فضل [illegible] ولیت سے بھی نوازا ہے خصوصیت یہ ہے کہ آپ [illegible] سے ۱۲ [illegible] محب جناب سید حضرت [illegible] سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے [illegible]

(۱) قاری حافظ (۲) مفتی سید عبدالرحیم قادری (۳) ابن سید عبدالکریم (۴) ابن سید [illegible] (۵) ابن سید عبدالرحیم (۶) ابن سید محمد حسین (۷) ابن سید محمد اکبر (۸) ابن سید محمد (۹) ابن سید محمد (۱۰) ابن سید عبداللہ بن سید [illegible] (۱۱) ابن سید [illegible] (۱۲) ابن سید حسن (۱۳) ابن سید عبداللہ بن سید [illegible] (۱۴) ابن سید ابوالحسن [illegible] (۱۵) ابن سید محمد (۱۶) ابن سید [illegible] (۱۷) ابن سید [illegible] (۱۸) ابن سید موسیٰ قطب الدین (۱۹) ابن سید ہاشم (۲۰) ابن سید غیاث الدین قاسم (۲۱) ابن سید صالح (۲۲) ابن سید فتح اللہ (۲۳) ابن سید نصر اللہ (۲۴) ابن سید [illegible] (۲۵) شہید [illegible] (۲۶) ابن سید [illegible] (۲۷) ابن سید [illegible] (۲۸) ابن سید [illegible] (۲۹) ابن سید [illegible] (۳۰) شیخ الکل والاقطاب [illegible] قدس اللہ سرہ العزیز وفوز اللہ خیر منہ۔

امتیازی شان:

آپ کی جامع حیات کے لیے تفصیل طلب کی ضرورت ہے۔ نظر دوڑائیں تو تمام تفصیل جس کے لئے پوری کتاب درکار ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم، فضل اور بصیرت کے ساتھ بلند اخلاق، کشادہ ذہن، اعتدال اور بلندی نظر سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ تواضع، انکساری اور بے نفسی آپ کی زندگی کی خصوصیات ہیں۔ طویل طویل نمازوں کے ساتھ صحت کی خرابی بھی ایک آزمائش تھی جو شوق علم یعنی پیہم درس کی شکل اور استقلال و استقامت کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "امتیاز" کے منصب جلیل تک پہنچایا۔

پیدائش:

ضلع سوات کا مشہور قصبہ نیکپی آپ کا آبائی وطن ہے۔ یہاں آپ ۱۳ شوال ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء پیدا ہوئے۔ جد امجد حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمۃ اللہ کا قیام اپنے وطن ہی میں رہا تھا۔

تعلیم کی ابتداء اور حفظ قرآن

۱۳۲۹ھ میں آپ نے جد امجد سے ناظرہ قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھا تھا کہ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد اور مربی بزرگوار حضرت حافظ سید حسام الدین صاحب قادری المتوفی ۱۳۳۲ھ سے قرآن کریم حفظ کیا۔ اس اثناء میں آپ نے گھریلو اسکول میں درسیات کی تکمیل بھی کی اور کچھ عرصہ آپ چاچا صاحب کے ساتھ بھی رہے۔ حفظ میں بھی والد ماجد کی نگرانی کی بجائے دوسروں کی نگرانی میں رہنا پڑا۔ آپ کی طرح منتقل رہتی رہیں اور آپ نے بڑی مشقت کے ساتھ حفظ کی تکمیل کی۔ فضل خدا کی بدولت آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ حفظ میں طلب صحیح کی بجائے دوسروں کی زبان سے سننے پر بہت مشکل تھا۔ خصوصاً جب کہ ایک ہی دن میں آپ کی شروع بھی ہوتی تھی۔ (۱)

فارسی کی تعلیم:

حضرت مفتی صاحب نے والد ماجد کی نگرانی سے فراغت کے بعد (خلیفہ محمد اکبر) امام مسجد نیکپی کے ساتھ فارسی کی تعلیم شروع کی۔ ۱۳۳۰ھ میں والد صاحب محترم نے مسجد درس شروع کیا تو ۱۳۳۱ھ میں بھی بھی بوستان، گلستان وغیرہ کتابوں کے ساتھ آپ بھی مسجد میں درس فارسی لینے بیٹھ گئے۔

منصب امامت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو قرأت اور تجوید میں بھی کمال عطا فرمایا ہے۔ قرأت بہت حسین اور دلپذیر بخشی ہے۔ نوعمری کے حضرت سے آپ نے اس خداداد کمال سے فائدہ اٹھایا۔ باجماعت نمازوں میں آپ نے امامت کرنی اور پھر آپ کو جامع مسجد کا امام بنایا گیا۔ ۱۳۳۲ھ تک تعلیم کا سلسلہ بھی جاری تھا اور فارسی کی تکمیل کر لی تھی۔ مگر آپ کی باکمال شخصیت زیادہ عرصہ یہاں نہیں رہ سکی۔ حضرت مولانا محمد امین صاحب رحمۃ اللہ (بانی جامعہ سمیعیہ) میرا اور محترم حاجی احمد جان صاحب جیسے قدردان حضرات نے آپ کے کمال کی قدر کی اور آپ کو بلوا کر

(۱) [illegible] حضرت [illegible] صاحب [illegible] حضرت [illegible] صاحب [illegible] حضرت [illegible] صاحب

مدرسہ بلایا گیا۔ چنانچہ آپ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ میں بحیثیت امام مسجد و مدرس تشریف لے آئے۔ راندیر پہنچے، ہی مدرسہ کی دو دکانیں آپ کے لئے مخصوص تھیں۔ درحقیقت یہی وہ دن تھا جب آپ کے لئے جاذب بنی تھیں کہ یہاں درس نظامی کی تکمیل کر سکتے تھے۔ چنانچہ آپ راندیر پہنچتے ہی پہلے آپ نے جناب آدم بھائی محمد عمر تھانوی مدظلہ سے قرأت ن تکمیل کی پھر آپ نے مدرسہ مظاہر علوم جدید جامعہ حسینیہ راندیر میں درسیات کی تکمیل کی۔ ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۱ء میں حضرت علامہ مولانا انور شاہ رحمہ اللہ کی زیر صدارت جامعہ کا چوتھا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا۔ آپ کو جامعہ کی طرف سے سند فراغت دی گئی۔

صلاحیت افتاء:

فراغت تامہ کا آپ کو پورا اطمینان ہوا۔ جس کی وجہ سے درسی کتابوں کے علاوہ مسائل کی کتابوں کا مطالعہ بھی جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حافظہ بہت عطا فرمایا ہے چنانچہ اس دور طالب علمی ہی میں بہت سے مسائل نے، اخذ بن گئے۔ درس نظامی کا سلسلہ شروع ہوا تو اساتذہ کی تحریروں میں فتاویٰ لکھنے بھی شروع کر دیئے۔ آپ کے مشفق استاذ مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ آپ کو استفتات (سوالات) دے دیا کرتے تھے آپ پوری توجہ اور تحقیق کے بعد جواب لکھتے اور حضرت استاذ کی آفرین اور دعائیں حاصل کرتے تھے۔

افتاء کے ساتھ درس قرأت کی خدمت بھی آپ کے سپرد تھی۔ مولانا قاری نور محمد صاحب مولانا قاری محمد ذبیانی صاحب، قاری احمد حسنات صاحب، مولانا احمد شاہ صاحب، مولانا سلیمان پٹیل صاحب مولانا عاشر شریف صاحب بخاری، مولانا محمد حنیف صاحب افریقی اسی زمانے کے آپ کے مشہور تلامذہ ہیں۔

اصابت رائے اور صحت فتویٰ:

ایسا بارہا ہوا کہ آپ کے کسی فتوے سے بعض علماء نے اختلاف کیا۔ لیکن جب وہ ہندوستان کے علمی مراکز دارالعلوم دیوبند یا مظاہر علوم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کے فتوے کی تصدیق کی گئی۔ صرف دو مثالیں یہاں پیش کی جارہی ہیں جو تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱) ۱۳۵۱ھ میں راندیر کے ایک مشہور حاجی صاحب کی وفات ہوئی۔ حاجی صاحب کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی وفات پا چکی تھیں جن کی اولاد موجود تھی۔ حاجی صاحب نے جماعت علماء کے مشورہ سے وصیت نامہ مرتب کیا۔ وصیت نامہ میں حاجی صاحب نے تحریر فرمایا۔

"مرحومہ بیوی کے ترکہ میں سے جو حصہ ہے وہ مجھے لینا نہیں ہے۔"

حاجی صاحب کی وفات کے بعد سوال پیدا ہوا کہ حاجی صاحب کے ترکہ میں ان کا وہ حصہ بھی شامل کیا جائے جو پہلی بیوی کے ترکہ میں سے شرعی فرائض کے مطابق ان کو ملتا ہے یا نہیں دوسری بیوی کا مطالبہ یہ تھا کہ اس حصہ میں سے بھی ان کو ثمن یعنی آٹھواں حصہ ملنا چاہئے۔ دوسرا فریق وصیت نامہ کی بنا پر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ کہتا تھا کہ حاجی صاحب اپنا حق ختم کر چکے ہیں کیونکہ وہ تحریر فرما چکے ہیں کہ "مجھے لینا نہیں ہے۔"

یہ مسئلہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ

"اس تحریر سے کہ مجھے لینا نہیں ہے۔ ان کا حق ختم نہیں ہوا بلکہ حاجی صاحب اپنے حق کے حق دار ہیں اور اس حصہ میں سے دوسری بیوی شمن کی حق دار ہے البتہ اگر یوں لکھا جاتا کہ میں نے اپنا حق فلاں فلاں کو دے دیا ہے اس وقت بے شک حق ختم ہوتا اور جس کو دیا ہوتا وہ حق دار ہوتا۔"

حضرت مفتی صاحب کی اس رائے سے بعض جلیل القدر علماء نے اختلاف کیا تو یہ معاملہ حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند کی خدمت میں پیش کیا گیا جو اس وقت یونیورسٹی دہلی ملتان میں اسیر تھے حضرت مفتی صاحب نے تحریر فرمایا ہے شک حاجی صاحب کا حق رد نہیں ہوا وہ اس کے بدستور مالک ہیں اور اس میں سے دوسری بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔"

حضرت مفتی اعظم ہند کی طرف سے حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کے رائے کی تصدیق ہوئی تو اختلاف کرنے والے عالم صاحب کا اعتراض مولانا مفتی عبدالرحیم پر انتہا بڑھ گیا کہ وہ مولوی فتویٰ آپ کو کھانے بغیر وہ انہیں کیا کرتے تھے

دوسرا فتویٰ

۱۹۳۹ء میں راندیر کی کنارہ محلہ کی تعمیر جدید کے وقت بیت الخلاء کے پائپ کے بارے میں متولی حاجی صاحب نے حضرت مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا آپ نے جگہ دیکھ کر اجازت دے دی۔ اس کے جواب سے سوال معلوم ہو جائے گا۔

(الجواب) اس کنوئیں کی جگہ جس میں بیت الخلاء کے پائپ داخل کرنا ہیں وہ مسجد اور صحن مسجد سے خارج ہے یہاں مسجد تعمیر ہونے تک عارضی طور پر وضو یا جماعت ادا کیے جاتے ہیں اور گاہے گاہے جنتیں بھی پڑھی جاتی ہیں۔ لہذا یہ جگہ شرعی مسجد میں داخل نہیں ہے بنا بریں اس کنوئیں میں ضرور وہ بیت الخلاء کا پائپ رکھا جائے تو جائز ہے اس سے مسجد کی بے حرمتی نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ احمد عبدالرحیم لاجپوری غفرلہ راندیر شوال سنہ ۱۳۵۸ھ۔

اس فتوے کے بعد متولی صاحب نے پائپ ڈالا۔ بعد میں کچھ حضرات نے اختلاف کیا۔ ایک مقامی مفتی صاحب کو بلا کر جگہ دکھائی اور عدم جواز کا فتویٰ حاصل کر لیا۔ پھر اس فتویٰ کو اخبار "صدرہ" میں شائع کیا۔ جب عدم جواز کا فتویٰ "صدرہ" میں شائع ہوا تو یہ جواب سے متولی صاحب پر لعنت وملامت کی بارش ہونے لگی۔ متولی صاحب خود زمہ مفتی صاحب کے پاس دوڑے آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے جواز کا فتویٰ دیا اور "صدرہ" میں عدم جواز اور حرمت کا فتویٰ شائع ہوا ہے۔ اب کیا کیا جائے؟ کہاں کہاں کو توڑیں؟ اس پر کافی صرفہ ہوا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے تسلی دی کہ آپ نہ گھبرائیں۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے وہ غلط نہیں۔ اس کے بارے میں نقشہ تیار کر کے دہلی وغیرہ سے جواب حاصل کیا جائے گا چنانچہ نقشہ تیار کر کے دہلی بھیجا۔ وہاں سے حسب ذیل جواب آیا۔ (الفاظ جیسے نقل میں)

(الجواب) یہ صحیح نہیں ہے کہ احاطہ مسجد میں جو جگہ واقع ہو وہ مسجد کا حکم رکھتی ہے اور یہ بھی صحیح نہیں کہ جس جگہ پر عارضی طور پر ضرورت کی بنا پر نماز ادا کی جائے وہ مسجد بن جاتی ہے صورت واقعہ میں اگر کنوئیں میں نجاست کا راستہ کرنے سے اور کوئی خرابی یا نقصان نہیں تو ان وجوہ سے کہ یہ جگہ احاطہ مسجد میں ہے یا اس پر عارضی طور

زمین مسجد ہونے سے مانع جواز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمد عنایت اللہ عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔

اس مسئلہ میں مفتی مہدی حسن صاحب نے کسی رد و بدل کیا ہے۔ سوال دوم جواب باصواب مفتی امینیہ دہلی ہے۔

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی مملوکہ زمین میں مسجد کی ایک چار حوض نے مسجد کی زمین کا ایک مختصر قطعہ مسجد ملحق مسجد وقف ہے اس کے بعد پھر مسجد خانہ اور حوض تھا پختہ سال ہو گئے یہاں تک کہ مسجد دوسری جگہ منتقل کر دی گیا اور حوض پر ہٹا دیا گیا اور زمین ہموار کر کے فرش بھی پختہ بنا دیا گیا ہے۔ اس پختہ فرش پر لوگ پڑھتے ہیں اور وضو کرتے ہیں اور جب مسجد شہید کر دی گئی تھی تو یہ زمین مسجد میں جگہ دینے کی وجہ سے وقف نماز جماعت ادا کی گئی تھی۔ اب مسجد نئی بنائی گئی اور کفایت کرتا ہے کہ اس کو بیچ کر مسجد کی ضروریات میں خرچ کیا جائے یا اسی جگہ پر رہنے دیا جائے اور مسجد کی ضروریات میں خرچ کیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مسئولہ میں جو زمین مسجد سے متصل تھی اور مسجد کے ساتھ شامل تھی اور اس پر نماز پڑھی جاتی تھی اور وضو کیا جاتا تھا اور اب مسجد دوسری جگہ منتقل ہو گئی ہے اس زمین کا حکم مسجد کا ہے اور اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حوض کا حکم ہے اور اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمد عنایت اللہ عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔

سوال:

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی مملوکہ زمین میں مسجد کی ایک چار حوض نے مسجد کی زمین کا ایک مختصر قطعہ مسجد ملحق مسجد وقف ہے اس کے بعد پھر مسجد خانہ اور حوض تھا پختہ سال ہو گئے یہاں تک کہ مسجد دوسری جگہ منتقل کر دی گیا اور حوض پر ہٹا دیا گیا اور زمین ہموار کر کے فرش بھی پختہ بنا دیا گیا ہے۔ اس پختہ فرش پر لوگ پڑھتے ہیں اور وضو کرتے ہیں اور جب مسجد شہید کر دی گئی تھی تو یہ زمین مسجد میں جگہ دینے کی وجہ سے وقف نماز جماعت ادا کی گئی تھی۔ اب مسجد نئی بنائی گئی اور کفایت کرتا ہے کہ اس کو بیچ کر مسجد کی ضروریات میں خرچ کیا جائے یا اسی جگہ پر رہنے دیا جائے اور مسجد کی ضروریات میں خرچ کیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مسئولہ میں جو زمین مسجد سے متصل تھی اور مسجد کے ساتھ شامل تھی اور اس پر نماز پڑھی جاتی تھی اور وضو کیا جاتا تھا اور اب مسجد دوسری جگہ منتقل ہو گئی ہے اس زمین کا حکم مسجد کا ہے اور اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حوض کا حکم ہے اور اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمد عنایت اللہ عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔

سے خارج اور فضائے مسجد میں داخل ہے۔ صحن مسجد سے اس کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔ صحن مسجد جو فقہا کے نزدیک مسجد ہے وہ وہی صحن ہے جو کھلی ہوئی جگہ ہوتی ہے جس کو عرفی لی مسجد یا خاری مسجد کہہ جاتا ہے۔ جہاں نماز پڑھتے اعتکاف کرتے ہیں جہاں کنواں بنا ہے جہاں غسل خانہ یا سنڈاس بنا ہے یہ سب صحن مسجد سے خارج جگہ ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں اس پائپ کو اس کنویں تک پہنچانے میں کوئی حرج نہیں ہے اس سے مسجد ناپاک نہیں ہے اس میں مسجد کو ناپاک کرنا نہیں ہے اس میں مسجد میں نجاست جاری کرنا نہیں ہے کہ یہ سب جگہ صحن مسجد سے خارج ہے جس لئے وہاں بیٹھتے رہتے ہیں۔ نے پیڑی وغیرہ پیتے ہیں اور اس سے پہلے غسل خانہ بھی تھا جیسا سوال میں مذکور ہے۔ کسی جگہ پر نوافل وغیرہ پڑھنے سے وہ جگہ مسجد نہیں ہوتی۔ اسی طرح کسی عذر کی بنا پر کسی خارجی مسجد جگہ میں جماعت سے نماز پڑھنے سے وہ جگہ مسجد نہیں ہوتی۔ جب یہ نیت ہے کہ عذر جاتے رہنے پر اس جگہ کو چھوڑ دیں گے۔ مذکور سوال میں یہ موجود ہے کہ مسجد بنانے کے لئے شہید کر دینے کی وجہ سے نماز پڑھنے کی مسجد اور صحن مسجد میں جگہ نہیں تھی اس مجبوری کی وجہ سے پختہ سے اس جگہ پر جماعت سے نماز پڑھی گئی اور جب مسجد بن گئی تو اس جگہ کو چھوڑ دیا گیا ایسی صورت میں اس پختہ جگہ کے احکام بدلتے نہیں اور وہ جگہ مسجد نہیں۔

وفید یدل البانی لان مولی المسجد اذا جعل الحنوی المرفوف علی المسجد مسجدا وصلی فیه سنین لم یترک الصلوة فیه واعید مرلاً مستطلاً جاز لان المتولی وان جعله مسجداً لا یصیر مسجداً کذا فی الخانیه (بحر ج ۵ ص ۴۳۸) لکن لو قال صلوا فیه جماعة صلوة او صلوا بین یومًا او شهرًا لا یکون مسجداً کما صرح به فی الذخیرة وقد مناه عن الخانیة فی اثر عبارة بحر ج ۵ ص ۴۴۹ (جعل شیء ای جعل الباقی منه من الطریق مسجد الضیقه ولم یضر بالمارین جاز (درمختار) انه ظاهر ما مقناه ان قید الشارح او لا بالبانی وثانیاً بالامام غیر قید الخ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۹۵)

میں نے خود بھی بنا دو تین بار کو دیکھا ہے کہ مذکور کنواں اور پائپ وغیرہ فضائے مسجد میں سے خارج ہے صحن مسجد میں داخل نہیں ہے تاکہ ناجائز ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح۔ بندہ محمد عبد اللطیف عفی عنہ۔ (دستخط) کتبہ السید مہدی حسن غفرلہ۔

مفتی راندیر۔ سورت، ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ۔

الجواب صحیح۔ اس جگہ کو بندہ نے دیکھا ہے یہ جگہ حد مسجد سے خارج ہے اس کو حد مسجد میں داخل قرار دینا زیادتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ بندہ سید عبد الرحیم مظفر پوری امام جامع مسجد راندیر۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
شبیر احمد عفا اللہ	(مولانا) اشرف علی عفی عنہ	ظفر احمد عفا اللہ عنہ	محمد عمر عفا اللہ

۲۲ ذی الحجہ ۵۳ھ احقر عبد الرحیم عفی عنہ۔ ۲۰ ساعی ذا الحجہ نہ تھا۔ بندہ یہ تھا ذہن سے سلک سے سورت

۲۲ ذی الحجہ ۵۳ھ ۲۸ ذو القعدہ ۵۳ھ۔

الجواب صحیح۔ بندہ احمد عفا اللہ عنہ۔ مدرس جامعہ حسینیہ اندیر سلع سورت۔

الجواب صحیح۔ عبد الرحمن کان اللہ لہ والدیہ۔

رد بدعات:

حضرت مفتی صاحب کی حساس طبیعت پر بھی ہے کہ آپ نے اصلاحی تحریر و تقاریر کے ذریعہ لوگوں کو رسوم و بدعات میں مبتلا ہونے سے روکا اور ان رسوم و بدعات سے رکھنے والوں کو سمجھایا۔ [illegible] ان کا ازالہ ہوا۔ [illegible] ان کے بعد [illegible] ان کے [illegible] ان کا [illegible] ان کا [illegible] ان کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکملۂ تعارف

از مفتی محمد تقی عثمانی بھائی ابن مفتی اعظم مدظلہ

فقہ اسلامی کی پہلی جلد میں راقم سطور نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کا مختصر تعارف لکھا ہے، مگر بعض احباب کی شکایت رہی کہ فقہ اسلامی میں جو فقہائے عظام کے حالات لکھے جاتے ہیں ان کی بعض مضمون کی تفصیل کیوں نہیں لکھی گئی؟ ان احباب سے میری گذارش یہ ہے کہ حضرت صاحب فقہ اسلامی کی قابل رشک علمی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر لکھا جائے تو ہر فقہ اسلامی کا تعارفی مضمون بھی ناکافی اور تشنہ تکمیل بن کر رہ جائے گا، اس لئے کہ فقہ اسلامی کی پہلی جلد مرتب ہوئی ہے اس وقت ہی سے یہ تمنا تھی کہ ہر فقہ کے عنوان سے چند صفحات میں اس کی نسبت سے زیب قرطاس کر دیا جائے، مگر حضرت صاحب فقہ اسلامی کے مزاج توجہ نہ کرنے کے باعث احباب کرام کی شکایت بھی رفع ہو جائے۔

الحمد للہ سمجھتا ہوں اس سلسلہ کی ابتدا ہو گئی ہے کہ اس پر پہلا مضمون "فقہ اسلامی کے تعارفی مضمون" کی صورت میں ہے، اشتمال اور اپنے اکثر شریف اساتذہ کی تاج پوشی (تعارفی کی جگہ تاج پوشی کا لفظ لکھ دیا ہے مگر اس میں شرح صدر نہ تھا) فقہ اسلامی کے تعارفی مضمون میں آنا تو کامل میں لکھ دیئے بلکہ اپنی محدود تحقیق، محدود اور عقیدت کی بنا پر ہے، دوسرے زبان میں کسی بھی جگہ دل مائل نہ ہو سکا ہے، اب انگریزی زبان میں کسی اور کا مضمون چھپ چکا ہے، تقریب انگریزی زبان میں لکھ دیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

آج کے غیر دینی ماحول (دینی علوم کے خانہ کے اندر) میں فقہائے دین کے پیچھے کا دل سے تحسین تک ہاتھوں تک طبع ہو جانے کے قابل اعتماد اور امتیازی مقام پیدا کر لینا حضرت صاحب فقہ اسلامی کی خصوصیت کی علامت تھی تو اور لیا ہے"

یقیناً حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی شخصیت علمی اور تعلیم کا عمل کرنے کے باوجود اپنی خدا داد ذہانت کی وجہ سے کئی معاصر علماء سے ممتاز رہی ہے اور یہ ایک عام قانون ہے کہ کلام کا اثر صاحب کلام کے بااثر اور باوقار ہونے پر منحصر ہے لیکن یہاں اس عام قانون کے خلاف یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ صاحب فقہ اسلامی کی شخصیت غیر معروف ہے اور ان کا کلام ہر زبان کے علماء میں معروف و متداول ہے، اللہ تعالیٰ کے مقبولیت عامہ و تامہ کا معاملہ کر رہا ہے، اللھم زد فزد۔

مفتی کا مقام

برصغیر کے علمی حلقوں میں مفتی کا مقام ایک امتیازی خصوصیت اور اعلیٰ ذمہ داریوں کے اعتبار سے بڑی نزاکت اور اہمیت کا حامل شمار ہوتا ہے، کیونکہ فقہ کے بعض باریکیاں وضاحتی دیتے ہوئے انہوں جزئیات اور فروعی مسائل سے آشنا ہونے کے علاوہ ان کے مآخذ سے بھی مکمل واقفیت ہوتی ہے، اس کے باوجود عمومی طور پر فرق واقع ہوتا ہے اسے سمجھنے کے لئے بہت ہی گہرے علم و عقل کی ضرورت ہوتی ہے، اور اہل علم نے اس کی بات نہیں ہے، اور جب تک مفتی کو فقہ کی ساتھ ہی ساتھ دینی مزاج کے مسائل میں مکمل بصیرت حاصل نہ ہو، مفتی اپنا فرض کسی قسم کی صلاحیت اور قلب و دماغ میں دینی علم کے ہوں اس وقت تک وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ ہر مفتی کو اپنے فرائض کی انجام دہی سے تاصر رکھتا ہے۔

الحمد للہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری میں مذکورہ بالا خصوصیتیں وسیع پیمانہ پر قدرت نے ودیعت فرمائی ہیں، علاوہ ازیں حضرت مفتی صاحب خوف خدا، دور بینی، بردباری، شرافت، تواضع، تقویٰ، طہارت، خیر خواہی، احساس فرض، بلندی کردار، مہمان نوازی، اور تجربہ کاری جیسے عمدہ اور اعلیٰ اوصاف سے بھی متصف ہیں نیز آپ کے جوابات مستند کتب کے حوالے سے مزین ہوتے ہیں اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے مدلل ہوتے ہیں کہ ان سے مستفتی کو پورا اطمینان کی راحت بخش دیتے ہیں جس کی منشاء اور فہم کے خلاف ہوتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ۱۳۴۹ھ میں جامعہ حسینیہ راندیر ضلع سورت سے سند فراغ حاصل فرمائی جامعہ حسینیہ کے اس سالانہ جلسہ میں جس کی صدارت فخر المحدثین حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ نے فرمائی تھی اور جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ نے بھی شرکت فرمائی تھی اس کی رپورٹ میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب (نور اللہ مرقدہ) نے آپ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ

"مولوی سید حافظ عبدالرحیم لاجپوری چھ سال سے اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کی ابتداء تا انتہاء عربی تعلیم اسی مدرسہ میں ہوئی نیز سند قرأت بھی اسی مدرسہ سے حاصل کر چکے ہیں نہایت صالح اور ذہین طالب علم ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علم اور عمر میں برکت دے کر ان سے اعلیٰ کمالات کو فیض یاب فرمائیں۔"

فتویٰ نویسی اور اصابت رائے

حضرت مفتی صاحب موصوف کے بارے میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ آپ زمانہ طالب علمی سے ہی فتوے نویسی کی خدمت انجام دے رہے تھے علاوہ اس کے آپ بعض اہم فتاویٰ کے سلسلہ میں اطمینان اور وضع مزید کے لئے خاتم المحدثین حضرت شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ اور حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب قدس سرہ اور شیخ الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ سے بذریعہ خط و کتابت بار بار استصواب فرماتے رہتے تھے، الحمد للہ ان اکابرین ملت نے کبھی کسی ایک مسئلہ میں بھی حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی تحقیق سے اختلاف نہیں فرمایا بلکہ ہر دفعہ تصدیق ہی فرماتے رہے ہیں چند نمونے درج ذیل ہیں:۔

طالب علمی کے زمانے کا اشکال اور خاتم المحدثین حضرت انور شاہ کشمیری کا تحقیقی جواب (بزمانہ قیام ڈابھیل) وقوع طلاق کے لئے ملک بالفعل یا اضافت الی الملک کا ہونا ضروری ہے لہٰذا صورت مسئلہ میں الزام زوجہ کی خلاف ورزی موجب طلاق ہوگی یا نہیں۔ الخ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب:۔

عدالت جب تک کسی طرف اس واسطے نسبت ہے کہ تعلیق شرط ملایم سے ہو جائے جیسے کہ مثال میں ذکر کر چکے ہیں وقتی چاہے اضافت دائمہ ہی لازم ہے کہ زوج ابتداء کرے صورت مسئولہ میں اولیاء زوجہ کی طرف سے شرط ہے اور ملایم ہے یہ مستثنیٰ ہونی چاہئے جیسے کہ کفالت کی شرط کریں۔ محمد انور عفا اللہ عنہ۔

آئینہ اہل مذہب بحث

"تعلیم الاسلام" اور "تعلیم المسلمین" کی "عبارات پر اشکال"

جناب مولانا مفتی [illegible] صاحب مرقی مدظلہ [illegible] تعلیم الاسلام [illegible] تعلیم المسلمین [illegible] عبارات پر اشکال [illegible] مفتی صاحب [illegible] تعلیم المسلمین [illegible] مفتی صاحب [illegible] تعلیم المسلمین [illegible] مفتی صاحب [illegible] تعلیم المسلمین

اگرچہ جواب اعادہ کی تصریح سے وہ عبارت بھی قاصر ہے جو مفتی عبارت ہے وہ کافی نہیں ہے البتہ تعلیم المسلمین کی عبارت کفایت ہے۔

تعلیم المسلمین کے ایک دوسرے جواب پر اشکال

اور حضرت مفتی اعظم کا جواب (جو کہ دیوبند کے جوابات مسائل جلد ملتان سے دیئے گئے)

(سوال) پہلی جماعت ہوگئی تو دوسری جماعت ہو سکتی ہے؟

(جواب) ہاں کہ محلہ کی مسجد ہے اور امام کے امام معین نے اذان و اقامت کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھی ہو تو اب دوسری جماعت کراب سے واقف یا بغیر جانب ہٹ کر بغیر اذان و اقامت کے جماعت سے نماز پڑھنا بالاتفاق جائز ہے، اور پہلی جماعت بغیر اذان کی ہوئی ہے یا معین امام کے سوا دوسرے نے جماعت کی تو اب دوسری جماعت اذان و اقامت کے ساتھ کرنا ہے اور یہ پہلی جماعت شمار ہوگی۔ (تعلیم المسلمین ج ۲ ص ۴۱)

کیا یہ جواب صحیح ہے مجھ کو خصوصیت کے ساتھ "بالاتفاق جائز ہے" اس پر اعتراض ہے امید کہ حضرات اپنی تحقیق سے مشرف فرمائیں گے (سید عبد الرحیم لاجپوری)

(الجواب) "بالاتفاق جائز ہے" یہ درست نہیں ہے، غالباً مؤلف تعلیم المسلمین نے فقہا کی ان عبارتوں سے یہ سمجھا ہے جن میں تبدیل ہیئت کے بعد جواز اعادہ جماعت یا تجوز اعادۃ لکھا ہے مگر وہ غالباً حضرت امام محمد و امام ابو یوسف کے اتفاق کے متعلق ہے۔ اتفاق بین ائمۃ الاربعہ اس سے مراد نہیں ہے اور نہ اتفاق امت الثلاثۃ مقصود ہے۔ حریہ تحقیق کے لئے یہاں جیل میں کتابیں موجود نہیں ہیں محمد کفایت اللہ عفا اللہ عنہ (مفتی جیل ملتان)

ایک اہم استفتاء کی تصدیق

حضرت مفتی صاحب مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حسب ذیل فتویٰ شائع کرا رہے ہیں لہذا التصدیق یا اصلاح سے مشرف فرما کر جلد واپس فرمائیں۔ (سید عبد الرحیم لاجپوری)

استفتاء

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حافظ جو اجرت تراویح پڑھنے والا نہیں لیتا اور اجرت دینا لینا جائز نہیں تو پھر ہم تراویح میں قرآن مجید کیوں کر سنیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) بلاشبہ طاعت پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں فقہائے متاخرین نے اس حکم سے ان امور کو مستثنیٰ فرمایا ہے ان میں تراویح میں قرآن سنانے پر اجرت لینے کا مسئلہ شامل نہیں ہے لہذا تراویح میں اجرت پر قرآن سنانا جائز ہے اس پر فتن زمانہ میں جب کہ لوگوں کو دینی تعلیم سے ایک قسم کی نفرت ہی پیدا ہو رہی ہے حفاظ کی تعداد قلیل نظر آتی ہے اور جو ہیں وہ بھی برائے نام حافظ ہیں، کیوں کر تراویح میں سنانا چھوڑ رکھا ہے کہ سننے میں نہ دیر ہو نہ عزت دیکھتے ہیں اگر دیر ہو جائے تو معطون ہونا پڑتا ہے مقتدیوں اس سے بھی تاریک نظر آتا ہے لہذا ایسے

[illegible] کے لئے [illegible] کی [illegible] کے لئے [illegible] کی [illegible] کے لئے [illegible] کی [

ایسی صورت میں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے خود اکتساب اور علمی تحقیق تصدیق اور تصویب کا معاملہ چلتا رہا اور حضرت حکیم الامت حضرت مفتی صاحب کی علمی مقدرت اور دینی قوت پر اعتماد ہوتا رہا چنانچہ ۱۳۵۰ھ میں حضرت مفتی صاحب نے بڑی تجدد الدین کے متولی حاجی نگاہ خان کے ساتھ جب کہ وہ تھانہ بھون تشریف لے گئے تھے ایک خط درخواست بیعت پر مشتمل ارسال فرمایا تو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے حسب ذیل جواب ارسال فرمایا۔

مولانا دامت برکاتہم السلام علیکم۔ خدمت سے عذر نہیں مگر مجھ میں بیعت کی صلاحیت اپنے اندر نہیں پاتا اور نفع اس پر موقوف بھی نہیں ہے اصل چیز اتباع سنت ہے۔ باقی امور مشورہ کا ہے۔ انشاء اللہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اور مشورہ کے لئے میں حاضر ہوں جب سے آپ فرمائیں۔ والسلام دعا گو دعا ہو اشرف علی۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ سے دوبارہ میں دست بدست تشرف بیعت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ الحمدللہ۔

آپ نے حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب سے بھی شرف تلمذ بھی حاصل کیا ہے جب کہ حضرت شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ دیوبند چھوڑ کر پہلی مرتبہ ڈابھیل تشریف لائے تو تقریباً ایک ماہ قیام رہا تھا اس وقت حضرت مولانا ابراہیم صاحب (مہتمم جامعہ) کی درخواست پر دورۂ حدیث پڑھنا منظور فرمایا تھا۔ حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب لائق وغیرہ حضرات حضرت شاہ صاحب کی قیام گاہ پر جا کر دورۂ حدیث پڑھتے رہے چنانچہ چند روز تک حضرت شاہ صاحب نے اس جماعت کو بڑا نوازا اور شرح وقایہ کا درس دیتا تھا۔

تحریر کافی طویل ہوگئی ہے مگر مجھے امید ہے کہ ناظرین کرام اس عوالت سے محظوظ ہوئے ہوں گے کیونکہ عوالت زیادہ تر فتاویٰ کی دل چسپ بحث کی وجہ سے دی ہے ہوقارئین فتاویٰ کا عین مقصد ہے بنتا۔

فقط

حبیبی بھائی ابراہیم عبدالرحیم بلیاوی عفا عنہ

کاوی جنوبی گجرات۔

فتاوی رحیمیہ کے متعلق

حضرات اصحاب فتویٰ ۔ علماء وفضلا محترم کی آراء

حضرت علامہ مفتی سید مہدی حسن صاحب دام فیضہم العالی

(صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)

آپ کا مرتبہ فتاوی رحیمیہ جلد پنجم، پڑھی بلکہ بعض کا تو مطالعہ کرلیا لیکن وقت نہ تھا مقامات خصوصاً جن پر علامات لگادیئے تھے، پڑھ اور اہل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مزید توفیق مسائل میں اور قوت عطا فرمائے، ہمت بہتر اور کاوش سے مواد جمع کیے گئے خصوصاً جوابات میں تحقیق وتنقیح کیا ہے، بعض مختصر جوابات پر بھی نظر ثانی ہوجاتی تو بہتر ہوتا، یہ بالکل میری رائے ہے، اس کی بنا پر کوئی جواب کی تصویب وتغلیط سے فتاوی رحیمیہ عوام ہی کے لئے نہیں بلکہ اہل علم کے لئے بھی بفضلہ تعالیٰ مفید ہے اللہ تعالیٰ مقبول عام بنائے اور خیب خلق واجر جزیل عطا فرمائے کہ مخلوق کی اعتقادی اور عملی (دونوں کی اصلاح اور حق مذہب کی تائید بالقرائن اہل حق واجماعت کے مطابق کی ہے نیز بعض مخالفین مذہب کے اعتراضات کے جوابات بھی باحسن وجوہ حل کیے گئے ہیں، مسائل بھی بہت تنقیح کیا گیا ہے نیز موقع محل پر عادیث محکمہ کو بھی دلائل میں پیش کیا گیا ہے الغرض فتاوی رحیمیہ باعتبار مواد کے قابل اعتبار کتاب ہے، چند سطور لکھ دی ہیں ورنہ میں اپنی جہالت اور بیچ علمی پر خوب مطلع ہوں، ہاں میں کہوں اور اہل علم کے تقاضے کی تقریب کیوں نہ آخر من ذرہ آخر میں پھر دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مصنف فتاوی رحیمیہ دام ظلہ العالی کو توفیق عطا فرمائے کہ مخلوق کی دینی خدمت کرتے رہیں۔ آمین۔

الفقیر الی اللہ السید مہدی حسن کان اللہ لہ

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

(۲) سید الملت حضرت الحاج مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث وصدر مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

سید ملت مولانا حافظ قاری مفتی عبدالرحیم صاحب قادری (رائپوری) مدظلہ العالی نے یہ فتاوی جو اس جلد میں پیش کئے جارہے ہیں ان کے مطالعہ اور ان سے استفادہ کا موقع اخیر کو میسر آیا اور اخیر نے محسوس کیا کہ یہ فتاوی دوسرے شائع شدہ فتاوی سے پیچھے نہیں بلکہ آگے ہی میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔

(۱) حضرت مفتی صاحب نے اختصار سے کام نہیں لیا بلکہ سوال کے ہر ایک گوشے پر نظر ڈال کر تشفی بخش جواب دیا ہے۔

(۲) جواب کی تائید کے لئے صرف کتاب کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اصل عبارت پیش کی ہے اور مسئلہ اور جملہ کا بھی حوالہ دیا ہے جس کی بنا پر یہ مجموعہ (فتاوی) ان حضرات کے لئے بھی رہنما بن گیا ہے جن کو فتاوی نویسی کی خدمت انجام دینی پڑتی ہے۔

(۳) ایسا بھی ہوا ہے کہ متعدد کتابوں کی عبارتیں مع حوالہ نقل کر دی ہیں یعنی صرف مستفتی کے لئے نہیں بلکہ مفتی کے لئے بھی ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔

(۴) اکثر جوابات میں اس شرح وبسط سے کام لیا ہے کہ جواب ایک رسالہ بن گیا ہے اور اس بنا پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ فتاویٰ رحیمیہ محض فتاویٰ نہیں بلکہ مجموعہ رسائل ہے۔ اللہ تعالیٰ علم دست حضرات کو ان سے استفادہ کی توفیق بخشے اور اس کا دائم وقائم اجر حضرت مفتی صاحب کو عطا فرماتا رہے۔

(۳) فخر ملت حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ العالی

پہلی گذارش تو یہ ہے کہ جناب نے فتاویٰ رحیمیہ عنایت فرمایا میں تو نام سے یہ سمجھا تھا کہ بس "فتاویٰ" اور "مسائل" ہوں گے یعنی دو سے بیسویں تک فہرست تھی اس کا مطالعہ شروع کر دیا اور نظر تو پوری کتاب پر پڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس میں بہت سی مفید چیزیں جمع ہو گئی ہیں آپ سے یہ تعارف بالکل نہیں تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں اس سے کافی مستفید ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ان باتوں تک پہنچائے جو اس سے صحیح فائدہ اٹھائیں۔

(۴) حضرت مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر

مفتی صاحب مدظلہ نے ہر ہر مسئلہ کو بڑی عرق ریزی کے ساتھ مع دلائل فرما کر مع حوالجات پوری تفصیل سے حل فرما کر اہل گجرات کے لئے علم فقہ کا ایک بہترین ذخیرہ جمع کر دیا ہے جو بحمد اللہ فتاویٰ رحیمیہ کے نام سے (جلد اول۔ جلد دوم زیر طبع ہے) شائع ہو کر بڑی مقبولیت حاصل کر چکا ہے فتاویٰ رحیمیہ نے اہل علم حضرات کو بھی مسائل حاضرہ میں فتاویٰ رحیمیہ اپنی بہت سی خصوصیات میں صرف فتاویٰ ہی نہیں بلکہ فقہ حنفی کی ایک جامع کتاب ہے۔ نیز فتاویٰ نویسی کی مشق کرنے والوں کے لئے معین المفتین بھی ہے۔ ساتھ ساتھ فرق ضالہ کے مقابلہ میں جبۃ اللہ البالغہ ہے فتاویٰ رحیمیہ کی سب سے بڑی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اختلافی مسائل میں مخالفین کے دلائل ذکر اللہ کے نہایت معقول جوابات کے ساتھ ساتھ اہل حق کے تمام دلائل عقلیہ ونقلیہ کو نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے جس سے مفتی صاحب مدظلہ کی وسعت نظر اور علمی قابلیت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۵) حضرت مولانا محمد عمران خان الندوی (المتخصص بالجامع الازہر)

حمید ومدیر دار العلوم تاج المساجد بھوپال

جناب محترم مفتی صاحب دامت برکاتہم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آخری جولائی میں کویت اور لبنان ہوتے ہوئے واپسی ہوئی ۲۰/۱۰ ماہ کی اس طویل مدت غیابت میں بہت سی ڈاک جوابی عدم پر مجھ سے متعلق تھی محفوظ تھی تھوڑی تھوڑی روزانہ وقت نکال کر دیکھتا رہتا ہوں، اور جواب دیتا ہوں۔ آج کے نمبر میں جناب کا والا نامہ دیکھا اور کتاب بھی آج ہی مجھ دی گئی۔ آپ کی کرم فرمائی کا بہت ممنون ہوں۔ اس قیمتی ہدیہ سے بہت مسرت ہوئی۔ ہزاروں تائید دعا ہے۔ خدا کرے دوسری جلد بھی جلد شائع ہو جائے بڑے کام کی چیز آپ نے شائع فرمائی ہے۔ یہ مجموعہ مستفتی کے کام کا تو ہے ہی لیکن مفتی بھی اس سے استفادہ کر سکتا

ہیں۔ آپ کچھ لکھ لیتے تو اچھا تھا کی۔ ۔۔۔ علامت کے اثبات میں بہت اہم کام فرمایا گیا ہے۔ نظر آیا۔ ایک کھٹکا ہوا اس دیوبند [illegible] ایک [illegible] اللہ کرے [illegible] قسم اور زیادہ

(۶) حضرت مولانا انظر شاہ صاحب استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

آپ کا یہ (فتاویٰ کا) مجموعہ اپنی شان خاص میں اور اور اکثر ہدایت کا ملک نظر آیا۔ خدا کرے سوزنی دل جلی مطالعہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان کے عمر فن بصیرت آگہی میں اس سے اضافہ ہوگا کوئی صاحب ایسے نہیں جن پر ایک چیز میں نظر نہیں آتی ہوں گی میں آتی ہے پہلے نہ خانقاہ دیکھا خانقاہ تعالیٰ پوری امت کی جانب سے آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے کہ منصب سے بڑا آپ نے امت کے ہاتھوں میں پہنچا دی۔

(۷) حضرت مولانا نظام الدین صاحب
ناظم دفتر امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ پھلواری شریف پٹنہ

مخلص و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خط کرم مزاج گرامی سے مسرت ہوئی۔

پہلے آپ کا خط ملا پھر دوسرے دن آپ کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ جلد اول عنایت فرمائی۔ کتاب دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ میں نے بڑے شوق سے اس کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ کتاب بہت اچھی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے فتاویٰ کے ذخیرہ میں ایک بیش قیمت کتاب کا اضافہ ہوا ہے۔ آپ نے جس محنت سے فتاویٰ ترتیب دیئے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ ماشاء اللہ فتاویٰ اکثر بہت اچھا اور پر مغز ہے۔ مسائل ہمارے سامنے روز بروز پیش آتے رہتے ہیں۔ اکثر مسائل پر آپ کے فتاویٰ سے بڑی مدد ملے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

(۸) حضرت مولانا ابوالفضل حکیم محمد آدم صاحب مدظلہ حکیم طالعپوری (پالن پور)
استاذ الحدیث جامعہ ڈابھیل

(فتاویٰ رشیدیہ) پڑھتے جاؤ اور بڑھتے جاؤ جتنا آگے بڑھتا جائے ہر مسئلہ واضح اور علمیانہ معتدلانہ طور سے مدلل بضرورت مدلل بایں طور کہ احادیث، اقوال ائمہ ایک جائے گا اور مسائل کا ہر پہلو واضح اور روشن چہرہ دل نشین پیرایہ میں بیان کیا ہے ایک ایک پر ایک کیف و سرور طاری ہوگا زہے قسمت ہے جانشین مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا سبحان اللہ وبحمدہ نے یہ علم دیا ہے۔ الخ

(۹) حضرت مولانا سید حمید الدین صاحب دامت برکاتہم
مہتمم مدرسہ صنیع العلوم گلاؤٹھی

فتاویٰ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا کرے۔ بہت بڑا کام کیا ہے۔ کتاب کی طباعت اور جلد بھی بہت عمدہ اور خوش نما ہے۔

(۱۰) رئیس المناظرین حضرت مولانا عبدالسلام صاحب لکھنوی دامت برکاتہم

آپ کی کتاب کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ بہت خوب ہے۔

حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری دامت برکاتہم

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری خطیب بڑی مسجد، الجامع صورت گجرات میں نہایت قدر کی نظر رکھتے ہیں اور اکثر اپنے کاتب سے فتاویٰ رحیمیہ سے فتاویٰ نقل کراتے ہیں۔ جس میں فقہی ترتیب کے مطابق کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب البیوع، کتاب الفرائض، کتاب الوصایا، کتاب الوقف، کتاب الہبہ، کتاب الشرکۃ، کتاب الاجارۃ، کتاب الاقرار اور فیصل تو اب وغیرہ سے ابواب وفصول میں بہت سے فتاویٰ نہایت محنت وتحقیق سے جمع کرواکر اپنے دارالافتاء کے ساتھ درج کئے ہیں۔ یہ فتاویٰ پہلے ماہنامہ "البلاغ" کراچی میں بارہ سال تک شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان کا اردو ترجمہ دو جلدوں میں شائع ہو رہا ہے۔ یہ پہلی جلد چھپ کر آپ کے سامنے آئی ہے۔ بقول استاذ محترم حضرت مولانا سید محمد نعیمی صاحب مدظلہم حضرت مفتی صاحب نے مسلمہ مختلف پہلوؤں پر تحریر کی نظر ڈالی ہے تو اب دیا ہے۔ کتابوں کے حوالے بھی مکمل دیئے ہیں۔ کبھی کبھی ضرورت پڑی ہے تو دوسرے مفتی صاحبان سے بھی ان سے بوقت ضرورت کام لے لیتے تھے۔ بہت سے مسائل میں علم وتحقیق کی یہ بھی ادا رہی ہے کہ وہ مفتی رہتے ہوئے بھی اس طرح یہ کتاب مجموعہ مسائل بن گئی ہے۔ زبان نہایت صاف ستھری اور شستہ ہے اور نہایت ضروری و اہم مسائل درج ہیں۔ اردو داں دینی طبقہ اس کتاب سے بخوبی فائدہ حاصل کرسکتا ہے اور اس کے لئے یہ کتاب بڑے کام کی چیز ہے۔ سید نے کہ فتاویٰ رحیمیہ فقہی مسائل وتصنیفات میں اہم ترین مرجع قرار پانے کا امکانات قوی پیدا ہوگیا ہے۔

(۱۱) ایڈیٹر صاحب، ماہنامہ معارف

یہ تحفہ حضرت مولانا سید عبدالحکیم صاحب خطیب بڑی مسجد، الجامع صورت کے قرآنی پر مشتمل اور اردو زبان سے روشناس کرانے کی دوسری جلد ابھی زیر طبع ہے۔ پیش نظر جلد اول میں کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ وغیرہ اور جنائز شامل ہیں۔ اردو زبان میں فتووں کے بہت سے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اس مجموعہ کی اشاعت سے اس ذخیرہ میں ایک اچھا اضافہ ہوا ہے۔ فاضل مفتی نے ہر ہر مسئلہ کا مدلل اور مستند جواب تحریر فرمایا ہے جو کہ تحقیق عبارت بھی کی ہے اور صرف فقہی کتابوں ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ آیات واحادیث جو ابات میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی شرح قرآن وسنت اور صحابہ کرام کا عمل بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انظار تحقیق کئے ہیں جوابات میں جتنی تلخیص اور تنقیح کی گئی ہے کہ مسئلہ کے تمام متعلقات سامنے آجاتے ہیں۔ اسی فتووں کی زبان شستہ وسلیس ہے۔ بوجھل ہونے نہیں اس مجموعہ کی زبان نہایت سلیس ہے اور اس [illegible] روانی وسلاست اور عبارت میں ایک روحانی کیفیت محسوس ہوتی ہے جو غالباً مصنف کی روحانی کیفیت کا اثر ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں ہر شخص کا ہم سے کلی اتفاق ہو ضروری نہیں ہے۔ جہاں تک مقلدین اور اہلحدیث کے فتووں پر روشنی ڈالی گئی ہے وہاں اب وہ بھی نہیں آتی ہے۔ [illegible] جلد ۱۰ عدد ۱۰ ماہ شعبان ۱۳۸۹ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۲۳۹۔

شیخ الحدیث الحدیث جلیل حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی

[illegible]

حضرت العلام مولانا ابوالحسن علی ندوی متعنا اللہ بطول بقاہ

[illegible]

حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی دامت برکاتہم

[illegible]

حضرت مولانا فصیر احمد خان صاحب دامت برکاتہم و مدت فیوضہم

صدر المدرسین و شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم دیوبند

[illegible]

عام مسلمان (جن میں تفقہ فی الدین حاصل کرنے کی فرصت یا ضرورت نہیں ہوتی) اپنے روزمرہ کے معاملات میں شرعی حکم معلوم کرنے کے لئے ان نفوس قدسیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں جن کے جواب سے مستفتی کا قلب ایک قسم کی قوت اور اطمینان کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔

علم الفتاویٰ بھی اگرچہ علم الفقہ ہی کا ایک حصہ ہے مگر اپنی خصوصی شرائط و احکام کی وجہ سے علوم اسلامیہ میں علم الفتاویٰ مستقل ایک اہم فن کی حیثیت رکھتا ہے مسئلہ کا علم معلوم ہونا اور چیز ہے اور اس کا فتویٰ دینا دوسری چیز ہے اسی لئے فقہاء نے مختلف مواقع پر تحریر فرمایا ہے هذا مما يعلم ولا يفتى به

مفتی اپنی ذاتی بصیرت سے فیصلہ کرتا ہے کہ فتویٰ دیا جائے یا نہیں اسی لئے افتاء نہایت مشکل اور نازک کام ہے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بھی خاص خاص صحابہ ہی اس منصب جلیل پر فائز تھے تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد بھی یہی حال رہا ہے۔

ہمارے زمانہ میں بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی جو محقق کڑی زبدۃ المتقدمین اسوۃ الصلحاء قدوۃ النفس حضرت مولانا قاری حافظ مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کی شخصیت گرامی قدر ہے جو فن افتاء میں ایک امتیازی شان کے مالک ہیں جن کے مفصل و مدلل جوابات سے نہ صرف عام مستفتی بلکہ مفتیان کرام کو بھی حوالجات کتب و تحقیقات دقیقہ کی شکل میں زبردست کارآمد ذخیرہ دستیاب ہوجاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب موصوف مدظلہ العالی کے جوابات ایک عرصہ سے فتاویٰ رحیمیہ کے نام سے شائع ہوتے ہیں اور ملک بھر کے مستند طبقہ علماء و فقہاء مفتیان کرام میں ان کو انتہائی احتساس کی نظر سے دیکھا جارہا ہے جو قبولیت عند اللہ کی دلیل ہے حال میں فتاویٰ رحیمیہ کی آٹھویں جلد زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئی ہے جو پچھلی تمام جلدوں کی طرح خصوصیات کی حامل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ حضرت مفتی صاحب موصوف مدظلہ کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور ان کے فیض کو زیادہ سے زیادہ عام فرمائے آمین۔

(مولانا) نصیر احمد عفا اللہ عنہ

صدر المدرسین و نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۹ ستمبر ۱۹۹۶ء

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب دامت معالیہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب کا مرسلہ فتاویٰ رحیمیہ جلد نمبر ۸ موصول ہوا مختلف مقامات سے دیکھا انتظامی مشغولیات بازشیب معاملہ سے تو ماتع ہوتی ہیں مگر گاہ بگاہ اکابر کی کتابیں دیکھ لیتا ہوں۔

میں اگرچہ مفتی نہیں ہوں مگر عام قاری کی حیثیت سے یہ بات بے تکلف عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ اللہ

فتاویٰ سے آپ کے قلم میں ایک خاص جامعیت رکھی ہے فتاویٰ جب مطالعہ شروع کرتا ہے تو اس پر چھتا ہی رہتا ہے کہ کس چیز کا جواب چھوڑا ہے آپ کی اصابت رائے کا مظہر ہے انداز ہوتا ہے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ زیادہ سے زیادہ جاری رکھیں امت مسلمہ کو اس سلسلہ سے خوب استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں اور فتاویٰ کو قبولیت عامہ عطا فرمائیں آخر میں دعا صحت کی درخواست پر ختم کرتا ہوں والسلام

(مولانا) مرغوب الرحمٰن عفی عنہ

۱۹ صفر ۱۴۲۹ھ

(۷) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم میں نے پڑھا ہے مجھے اس کے مطالعہ سے بڑا فائدہ ہوا ہے اس میں جو مسائل ہیں ان میں سے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کے لئے سامان تسلی نہیں ہے بلکہ دیابنہ کے حوالوں کے علاوہ بھی غیر معمولی تفتیش و تحقیق کی داد طلب ہے اور قاری عش عش کرنے لگتا ہے اور حقیقت کا مرتبہ مفتی وہ ہے جس کے فتوی سے قلوب واذہان مطمئن ہو جائیں تشفی باقی نہ رہے مجھے ان بیانات کے مطالعہ میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ کا ہر فتویٰ اس فیصل اور پورے اطمینان دلانے والا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبولیت سے نوازیں ادارہ مسعودیہ کو بھی ترقیوں سے مالا مال فرمائیں آمین۔ والسلام محمد سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری خادم دارالعلوم دیوبند

(۸) حضرت مولانا برہان الدین صاحب جنجلی زید مجدہم

استاذ التفسیر والحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مخدوم محترم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض گزار ہوں اللہ آپ کو ہر طرح خیر و عافیت سے رکھے آمین

راقم ان فتاویٰ و خدا تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ سے بہت ہی قلیل علمی پونجی سرمایا تحت ہے بلکہ یہ بھی خیال کرتا ہے کہ [illegible] میں ہوں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہی

نہایت فنی قلمت ہے کس سے ایمان اور اسلام روشن اور تازہ ہو جاتے ہیں اور دینی بصیرت زندہ اور معرفت روشن ہو جاتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ بھلائی دینا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(مولانا محمد رضا البیری ۱۲ ربیع ۹۳ھ)

حضرت مولانا مفتی صہیب الدین صاحب دامت برکاتہم

سابق استاذ حدیث جامعہ حسینیہ راندیر سورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلیاً ومسلماً وبعد

آنحضور ﷺ فرماتے ہیں من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین و کصحاح۔ (رواہ البخاری)

جو بندہ کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) کہتے ہیں ویعلمہم الکتاب والحکمۃ میں تعلیم حکمت سے مراد تفقہ فی الدین ہے جو حضرات علماء دیوبند کو حاصل ہے اور اس کا مصداق ہے منصب حکمت پر فائز ہونا اور حق تعالیٰ کی وجداد کبریت تھے رہے ہیں یہ امت بھی مردوں سے خالی نہیں رہی بالخصوص علماء دیوبند میں جو اس منصب پر فائز تھے حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی، حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہم اللہ کے اسماء گرامی ہی جو میرے لکھنے سے باہر ہیں، اگر راقم یہ لکھنا بھی بھول گیا تو یہ بھی شخصیت ہیں مسلمہ اللہ تعالیٰ کی ان میں سے ہر ایک تحریر نہ ہوتی ہو تے ہوئے وہ بھی منصب حکمت پر فائز تفقہ فی الدین کی صلاحیت سے سرفراز ہیں۔ ان کے علم حکمت و تفقہ فی الدین و آثار علمیہ کی جلد ہی شاید ان کرنی ہوں وہ تو اس سے بھی بلند و بالا ہیں۔ ان کا نام ہی کام کرتی ہے فقیہ النفس شبیہ ابی حنیفہ حضرت مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری دامت برکاتہم۔

آنجناب کے فضائل و مسائل کے بیان کے لیے دفتر طول کی ہو جائے، آپ چونکہ ان تیرہویں کہ دیں اس پر پے میں جن بزرگوں کے نام میں حضرت مولانا مفتی لاجپوری صاحب دامت کاتہم ان کے علوم و معارف سے فیاض اور مخلص ہیں ان کے تلامذہ ہے یاد تھوں بس لمحات دو میرا حاصل ہیں جیسے حضرت مفتی صاحب سید السادات ہیں ان کو خدا داد فقہ اس نے سید العلماء اور سید الفقہاء بنایا ان کے تلامذہ بھی سید الفقہاء ہیں ہم تو مفتی و آدمی کہا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور فتاوے کا الف اٹھائیں۔ واللہ اعلم

فقط والسلام (مولانا مفتی) ظہیر الدین نیموی عفی عنہ بلدہ فیض آباد یوپی۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت فیوضہم

خطیب شاہی جامع مسجد و مہتمم مدرسہ عربیہ حنیفہ پسرور ضلع سیالکوٹ پاکستان

بحر العلوم شیخ العلماء اسوۃ الصلحاء سند الاتقیاء والاتقیاء رئیس المتکلمین

وزبدۃ الفقہاء حضرت العلام حضرت السید السند مفتی صاحب لاہپوری، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی بخیر، اللہ رب العزت آپ کا سایہ رحمت وشفقت دیر تک ہزاروں سائل وسلامت باکرامت رکھیں اور مخلوق خدا کو انوار علم وعمل سے برابر فیضیاب ہوتی رہے۔

بقار العلماء، حضرت اجل علام مولانا حسن والحسن صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ یوسفیہ لودیانہ کی طرف سے فتاویٰ رحیمیہ (ج ۱، ۲) ملنے پر حضرت والا کی ذات متودہ صفات سے غائبانہ شرف وصل حاصل ہوا، صرف موجود ہ یادداشت ہی نہیں بلکہ تاریخ فتاویٰ میں "فتاویٰ رحیمیہ" دلائل وبراہین، تفصیل واکثار کے اعتبار سے منفرد، امتیازی عظمت وشان کا حامل ہے، بندہ اللہ عاجز کو نہایت تعوذ ہے دست میں کئی بار پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، ہر مسئلہ کے جواب میں متون واصول سے اصل عبارت بھی ذکر فرمادیتا ایسی جیسے کہ فقہاء نے یہ عبارت اسی سوال کے لئے ہی لکھی ہو، اور پھر اس طرح، رح فرمادیا کہ مستفتی حیران رہ جائے، یہ فتاویٰ کی ایک امتیازی خصوصیت ہے، اور پھر بعض نہیں بلکہ ان تمام مسائل پر بھی تفصیل سے قلم اٹھایا ہے جو اس دور کی تاریخی دستاویز بن گئے ہیں، مثلاً ترا وتع، طلاق ثلاثہ، غیر مقلدیت (اہل حدیث وپیروکاران نجس) کے اختراعات، ضرورت فقہ وصحابہ کرام، التزام بالسنہ، بدعات کے رد، اور دیگر ایسے عنوانات جن پر اکثر مبلغ وجامع مسئلہ، مفرد دلائل تحریر دیکھنے میں نہیں آئی، ان مسائل پر ایسے کلام کے بعد یہ فتاویٰ مجموعہ اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے، معلوم نہیں اس کے بعد مزید کوئی جلد بھی طبع ہوئی یا نہیں؟ میری تمنا تھی کہ شاید (وہاں حاضر ہوکر شرف قدم بوسی حاصل ہونا ممکن نہ ہو سکے) کہ چند حروف کتابو یہی معرفت والائی دعاء کے سکوں کہ۔

بلبل ہمیں کہ قفیہ گل شود بس است

اور جناب کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے دعاء کلمات ہی بیڑا ہے، لئے دنیا، آخرت کی فوز وفلاح کا ذریعہ بن جائیں، اللہ کریم حضرت والا کو صحت وعافیت کے ساتھ قائم ودائم رکھیں، میں مولانا حسن الرحمٰن صاحب کا بھی بہت ممنون ہوں جن کے توسط سے فتاویٰ سے فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا، ضرورت اس امر کی ہے کہ فتاویٰ کی قدر جندوں کا عربی میں بھی ترجمہ کرکے بلاد عرب میں پہنچایا جائے اگر سہ راحوری طور پر نہ ہو سکے تو کم از کم اہم مسائل کو بالاجزا عربی میں شائع کیا جائے، اگر وسائل ہوتے تو عاجز یہ اعزاز حاصل کرنے میں ابدی راحت محسوس کرتا، صرف اور صرف دعاؤں کا محتاج۔

رشید احمد عفا اللہ عنہ، خادم شاہی مسجد پسران ضلع سیالکوٹ۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا ترجمان "البعث الاسلامی" کے مدیر اعلیٰ مولانا سید الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں

ورد الینا کتاب "الفتاوی الرحیمیۃ" الذی یحتوی علی مجلدین ضخمین من تالیف فضیلۃ الشیخ المفتی السید عبدالرحیم لاجپوری خطیب المسجد الجامع فی راندیر بولایۃ گجرات الہند

لقد جمع المؤلف اسئلة المستفتين وضمها الى هذا الكتاب الضخيم وهي كثيرة من عصيم الحياة في المجتمع الذي يعيش فيه المسلمون ويحتاجون الى مثلها في كل زمان ومكان ولا سيما الجماعة غيرا لمسلمة التي تعيش بعيدة عن مراكز العلم والعلماء لا تدعى حاجتها الى مثل هذه الفتاوى المشتملة على فروع وجوانب كثيرة وكثيرة.

تصدى المؤلف حتى الاسئلة ذات النواحي الكثيرة في ضوء الكتاب والسنة في غاية الوضاح وبيان وسر هين على كل جواب من مصادر الشريعة الاسلامية لا شك ان لهذه قيمة لا يستهان بها في مكتبة الفقه الاسلام والمؤلف يستحق كل الشكر والتقدير لهذه الهدية العلمية القيمة التي التحف بها طبقة العلماء والجماهير على السواء مجملة شهرية "البعث الاسلامي" شوال ۱۳۹۲ھ دسمبر ۱۹۷۲ء الهلالي

(۱۲) حضرت مولانا احمد عبدالمجیب قاسمی دام مجدہٗ

استاذ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

فتاویٰ رحیمیہ مشہور مفتی حضرت مولانا عبدالرحیم بارپوری دامت برکاتہم (پیدائش ۱۹۰۳ء) کا مجموعہ فتاویٰ ہے، حضرت فتاویٰ حضرت مفتی صاحب کا بارپوری گجرات کے ایک علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں، قسام ازل نے آپ کو گوناگوں صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمایا ہے، آپ ایک باکمال خطیب و امام اور مرنجا مرنج مفتی ہیں، فتویٰ نویسی میں اصابت رائے اور صحت فتویٰ کے لئے شہرت رکھتے ہیں، تحریر میں جامعیت اور مسائل میں شرح وبسط کے ساتھ اس طرح محقق و مدلل بحث سامنے آتی ہے کہ بسا اوقات فتویٰ ایک مفید رسالہ کی شکل اختیار کر جاتا ہے، آپ کے اس مجموعہ میں آپ کی فقیہانہ بصیرت، دیانت و احتیاط نظر کی وسعت اور فکر کی گہرائی کے بے شمار نمونے نظر آتے ہیں، تمام فتاویٰ میں حوالہ جات کا اہتمام بڑے التزام کے ساتھ کیا گیا ہے، بعض طویل فتاویٰ میں فقہ کی خشکی کے بجائے کتاب وسنت کے سبق آموز اور عبرت انگیز ترغیب وترہیب، تذکیر وموعظت اور شعر وسخن کی حلاوت بھی ہے، اس طرح فقہ واثر کے ساتھ وعظ وارشاد کے فریضہ کی تکمیل بھی ہوتی ہے اور بلاشبہ اس خصوصیت میں اس مجموعہ کو خاص اہمیت حاصل ہے، زبان بھی سادہ اور اسلوب تحریر سہل و آسان ہے۔

فرق باطلہ کے استیصال اور رد بدعات پر پوری قوت و جرأت اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ لکھتے ہیں، اختلافی مسائل میں مخالفین کے دلائل کے نہایت معقول جوابات کے علاوہ اہل حق علماء کے عقلی وعلمی دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں، اس طرح فتاویٰ کی پہلی جلد کتاب الایمان، کتاب العلم اور کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے جس میں عقائد اور رد بدعات پر اہم فتاویٰ ہیں، دوسری جلد میں زکوٰۃ، روزہ، حج نکاح وطلاق، خرید وفروخت اور میراث وغیرہ کے ابواب ہیں اور ایک مستقل باب رد بدعت پر ہے، تیسری اور چوتھی جلد میں بھی مذکورہ ابواب ہی کے مسائل ہیں، کوشش کی گئی ہے کہ مسائل میں تکرار نہ ہو، تاہم ابواب کا تکرار اور مسائل کا انتشار استفتاء کی راہ میں پیچیدگی کا باعث نہ ہو، اس کا حتی الامکان لحاظ رکھا گیا ہے، تاکہ قاری کے لئے تلاش کا مرحلہ آسان ہو، اس لئے آئندہ طباعت میں ترتیب جدید کا خیال رکھا

حضرت مولانا محمد شریف حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق شیخ الحدیث جامعہ سراج العلوم پیڈا کھیل و دارالعلوم دیوبند

کلمہ گوئی کے مرحلہ [illegible] حضرت مولانا قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب بستوی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جناب عالی! آپ کا مکتوب گرامی مورخہ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۹ء موصول ہوا۔ آپ نے فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی ہے۔ میں اس کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں۔ فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم کا میں نے بغور مطالعہ کیا ہے۔ [illegible] اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدارین عنا آمین

یہ ہے جملہ دعوہ کا خلاصہ جو آپ نے مجھ سے کیا ہے جس کی تعمیل میں یہ چند سطور تحریر کر رہا ہوں۔ فتاویٰ رحیمیہ علوم کا خزینہ ہے۔ اس کی ورق گردانی سے اس کی افادیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور ساتھ ساتھ آپ میں اشاعت دینی کا جذبہ بھی نظر آتا ہے۔ [illegible] کا ایک اہم مسئلہ ہے اور جدید مسائل میں بھی آپ نے کافی تحقیق و تدقیق فرمائی ہے اور مسائل کو مدلل فرمایا ہے اور ہر مسئلہ کو کتب معتمدہ کا تتبع کرکے دلائل سے مزین فرمایا ہے۔ اور ہر مسئلہ کو کتب معتمدہ کا تتبع کرکے دلائل سے مزین فرمایا ہے۔ اور ہر مسئلہ کو کتب معتمدہ کا تتبع کرکے دلائل سے مزین فرمایا ہے۔ [illegible] کے لئے کارآمد ثابت ہوگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور دارین میں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

(حضرت مولانا محمد شریف حسن)

دارالعلوم دیوبند

مورخہ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۹ء

[illegible] کے بانی مولانا محمد [illegible] کی مشہور کتاب مصنف عبدالرزاق کا یہ [illegible] جلدیں [illegible] کے شائع کرنے والے اور [illegible] کی متعدد کتابوں کے مصنف [illegible] علمی و تصنیفی خدمات کے صلہ میں علامت بننے پر دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب [illegible] اللہ تعالیٰ طول حیاتہ تحریر فرماتے ہیں۔

گلزار الاسلام بیگم رحمۃ اللہ علیہا

فتاویٰ کی دونوں جلدیں دیکھیں۔ ان کو مرتب کی محنت بہت قابل قدر ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ان کی ہر بات تحقیق سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہر قسم کی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

(مولانا) حبیب الرحمٰن عفی عنہ

پاکستان کے ایک عالم دین مفتی محمد امین صاحب کے نام حضرت محمد تقی عثمانی (چار جلدیں) اور دیگر علماء نے مصنف حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب کے متعلق اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

"فتاویٰ رحیمیہ کی مطالعہ سے بڑی تسلی ہوئی اور اطمینان حاصل ہوا۔" (کراچی، پاکستان)

دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر مدرس، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نے بخاری حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب بخاری دامت برکاتہم (جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل) کو تحریر فرماتے ہیں۔

"دل کی بات یہ ہے کہ آپ کی یہ تالیف اپنے طرز اسلوب میں منفرد ہے اور قدیم و جدید انداز کے درمیان میں ممتاز ہے۔ اہل علم کے لئے مفید اور فتویٰ نویسی کی مشق کرنے والوں کے لئے رہنما مفید ہے۔"

(دارالعلوم دیوبند، ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ)

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، شیخ العرب والعجم حضرت علامہ سید حسین احمد صاحب مدنی کے صدر مفتی حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

"فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اہم اور ضروری مسائل پر مشتمل ہے خصوصاً صداق فاطمی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بہت ہی مفصل اور علمی بحث فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب موصوف کے قلب و دماغ اور لسان میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔ حررہ العبد ابراہیم عفی عنہ"

(مولانا) محمد ابراہیم بلیاوی (انڈیا)

خادم دارالعلوم دیوبند و شیخ الحدیث

۲۰ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

حضرت مولانا مفتی محمد اکبر میاں رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی پالن پور گجرات

مکتوب بنام مولانا محمد ہاشم بخاری مدظلہ

"فتاویٰ رحیمیہ" کی جلد چہارم سے دامت برکاتہم کی تکلیف پا بالا اور عجیب بے زیبت محسوس ہوئی اور سماعت

کی مساعی فتاویٰ میں پوشیدہ ہیں مجدد یت بھی اس کا قسم لقسموں ہونے نہ ہونے اور جزئیات بھی بہت محدود اور مکمل اخذ فرمایا۔

ز۔ واللہ علی ما نقول شہید

۹ صفر ۱۳۹۰ھ پونچھ

مشہور نقاد و مرتوم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی کے معروف علمی روزنامہ جریدہ "الصدق" بدیع "لکھنؤ" فاضل مدیر حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ

فتاویٰ رحیمیہ جلد اول مؤلفہ مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری" از فتاویٰ کی چار جلدیں اس سے قبل شائع ہو کر اہل علم سے زبردست تحسین حاصل کر چکی ہیں، پانچویں جلد بھی انہیں خصوصیات سے مرصع اور بہت سے اہم دینی مسائل کے بارے میں شریعت حقہ کے احکام صحیح کرنے والے اور اس سلسلہ میں عائد ہونے والے شکوک کو رفع کرنے والے فتاویٰ درج ہیں، بڑی بات یہ ہے کہ ہر فتویٰ کے دلائل معتبر کتب کے حوالہ سے پیش کر دیئے ہیں۔ اور محض رسمی فتویٰ پر اکتفا نہیں کی گئی ہے۔ فاضل گرامی مولانا منظور نعمانی صاحب الفرقان (لکھنؤ) نے یہ لکھا ہے اس مجموعہ فتاویٰ کے بارے میں یہ بات صحیح ہے انشاء اللہ تعالیٰ اہل علم حلقوں سے استفادہ کی توفیق دے فتاویٰ کا کوئی اور مجموعہ میرے علم میں نہیں جس میں ہر مسئلہ اور ہر فتویٰ کو ان کے متعلق کتب کے مطابق پرکھا گیا ہو۔"

(الصدق بدیع ۲۳ نمبر ۱ مؤرخہ ۱۹ اگست ۱۹۶۹ء جلد نمبر ۳۴ شمارہ نمبر ۳۶)

اس قسم کی تقاریظ کا سلسلہ بہت طویل ہے، ان میں سے بعض تقاریظ فتاویٰ رحیمیہ کی دوسری جلدوں میں شائع بھی ہو چکی ہیں، تاہم ہماری دلی خواہش تھی کہ تمام تقاریظ یکجا شائع ہو جائیں مگر حوالات کے خوف سے صرف ان حضرات کے اسماء گرامی ذیل میں شائع کرنے پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا شیخ احمد احمد صاحب (شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر ضلع سورت)

مولانا عامر عثمانی (ایڈیٹر تجلی دیوبند)

حضرت مولانا نظام الدین (مچھواری شریف)

حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب (سابق استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا حکیم محمد اسحاق پونچھی (سابق استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

حضرت مولانا سید امین صاحب (گاؤ رکھی، یوپی)

حضرت مولانا سعید احمد البرنی آبادی (مدیر ماہنامہ برہان دہلی)

حضرت مولانا محمد یاسین قاسمی مظفر پوری

حضرت مولانا مفتی یحییٰ صاحب (مفتی احیاء العلوم مہراب پور) وغیرہ۔

مذکورہ حضرات کی تقاریظ پڑھ کر آپ کو ہماری خوصی افزائی ہوئی ہوگی، ان تمام حضرات کو قدر، احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان تمام حضرات کے لئے دعا گو ہیں، جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

تحدیث نعمت

"فتاویٰ رحیمیہ" کے متعلق مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے تاثرات، کلمات طیبات!

جناب مولانا محمد مرتضیٰ صاحب ناظم کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ گجرات کے دورہ سے واپسی کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ "میں ۱۰۱۰ء محمد مرتضیٰ صاحب) نے حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کو آپ کا سلام و پیام پہنچایا۔ مولانا علی میاں نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں سلام الحمد وللہ اور الحمد وللہ کہنا"

"میں مفتی صاحب کے لئے ان کی صحت و عافیت اور درازی عمر کے لئے باقاعدہ دعاوں سے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت آپ محقق فقیہ اور مدبر لوگ ہیں اور آپ کی تحقیق سے پورے ملک کو استفادہ ہونے کا شرف حاصل ہو رہا ہے آپ کی تحقیق تحریر ہر خاص و عام کے لئے اطمینان بخش ہے۔ اللہ تعالیٰ زندہ و تندرست آپ کی فیوض و برکات کو قائم رکھے۔ آمین۔

ناچیز
غلام مرتضیٰ
۲۱ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

مجلہ شہریہ البعث الاسلامی (لکھنؤ) شوال ۱۳۹۱ھ دسمبر ۱۹۷۱ء الیاد یہ

ورد لینا کتاب "الفتاوی الرحیمیہ" الذی جمعہ مفتی علی مجدین محسنین من تالیف فضیلۃ الشیخ أفق السید عبدالرحیم لاجپوری خطیب المسجد الجامع فی ندیر بولایۃ (گجرات) الھند۔

لقد جمع المؤلف اسئلة المستفتين وأجاب عنها فالفى هذا الكتاب الضخيم وهى فتاوى من صميم الحياة والمجتمع الذى يعيش فيه المسلمون ويحتاجون الى مثلها فى كل زمان و مكان ولا سيما الجماهير المسلمة التى تعيش بعيدة عن مراكز العلم والعلماء، لا تخفى حاجتها الى مثل هذه الفتاوى المتضمنة على فروع وجوانب كثيرة و كثيرة

تصدى المؤلف الى الرد على الاسئلة ذات النواحى الكثيرة فى ضوء الكتاب والسنة فى غاية الايضاح وبيان وبرهن على كل جواب من مصادر الشريعة الاسلامية ولا شك فان لهذه قيمة لا يستهان بها فى مكتبة الفقه الاسلامى والمؤلف يستحق كل الشكر والتقدير بهذه الهدية العلمية القيمة التى تحتفى به ضفة العلماء والجماهير على السواء۔

(نشت الاسلامی ص ۹۹ شوال ۱۳۹۱ھ دسمبر ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد نیاز ترکستانی (فاضل دارالعلوم دیوبند) معلم مسجد حرام مکہ معظمہ سے تبصرہ از ہیں۔

فتاویٰ رحیمیہ جلد اول (طبع اول ۱۴۰۰ھ) ناچیز قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری موصول ہوا۔ ماشاء اللہ

ایڈیٹر ماہنامہ "بنگل" دیوبند

کتاب الایمان

ما یتعلق بالایمان و العقائد

غیر مسلم سے خلاف شرع تو حید منتر پڑھا کر علاج کرانا کیسا ہے؟

(سوال ۱) اما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ" کہ میں تکلیف ہوئی۔ چیک نکلا۔ ہاتھ پاؤں کا مفلوج ہو جانا۔ بایاہر (یعنی بھوت باد غیرہ) کی شکایت ہو جائے تو غیر مسلم کے پاس خلاف توحید منتر پڑھوا کر دم کرانا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے آدمیوں کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب یہ یقین ہے کہ منتر کے الفاظ اور مضمون خلاف توحید اور شرکیہ ہیں تو اس شخص سے عمل کرانا جائز نہیں۔ اگر بالفرض فائدہ ہو جاتا تو یہ حق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی جو منتر کا واقعہ ہے کہ ان کی آنکھ میں تکلیف ہو جایا کرتی تھی تو وہ ایک یہودی کے پاس جا کر دم کرا لایا کرتی تھیں۔ وہ یہودی جیسے ہی پڑھ کر دم کرتا آنکھ میں سکون ہو جاتا تھا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا وہ شیطان کا عمل تھا۔ شیطان اپنے ہاتھ سے آنکھ کو کریدتا تھا۔ جب یہ یہودی منتر پڑھتا تھا تو شیطان رک جاتا تھا (یہ شیطان اور اس عمل کرنے والے کی ہی مخلوقات تھی۔ خفی عمل میں ایسا ہی ہوتا ہے) حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا تمہارے نبی ﷺ حضرت ملاکہ فرمایا کرتے تھے۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

اذهب الباس رب الناس اشف انت الشافي لا شفاء الا شفاء ک لا یغادر سقما (۱)

ترجمہ:۔ "اے لوگوں کے پروردگار! بیماری دور کر دے اور شفا بخش، شفا دینے والا صرف تو ہی ہے۔ تیرا شفا بخشنا ہی شفا ہے۔ ایسی شفا دے کہ بیماری کا نام و نشان نہ رہے"

لقد کانت عینی تقذف فکنت اختلف الی فلان الیهودی یرقینی فاذا رقانی سکنت فقال عبد الله انما ذلک عمل الشیطان کان ینخسها بیده فاذا رقاها کف عنها انما یکفیک ان تقولی کما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذهب الباس رب الناس الخ (ابو داؤد شریف کتاب الطب) (تلبیس ابلیس لابن جوزی صفحہ ۲۶۸) فقط واللہ اعلم بالصواب

غیر اللہ کے پاس مدد مانگنے کا کیا حکم ہے؟

(سوال ۲) حضرت امام حسینؓ نے یا حسین امدد کہا۔ یا حسین فرمایا" پکارنے والے کا نام لے کر پکارنا اور اواز دینا

---

(۱) (عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الرقی والتمائم والتولہ شرک رواہ ابو داؤد وابن ماجۃ وفی لفظ لابن ماجۃ (ان رقی نفسی صوت من السفر وعن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ انہ قال کنا فی نجعۃ فجاء رجل فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف تری فی ذلک فقال افوضوا علی وفاکم لا بأس بالرقی مالم یکن فیہا شرک رواہ مسلم (مختار ج ۳ صفحہ ۲۶۹ حضور لاشحۃ فصل فی الرقی

(۲) (ایضاً باب استحباب رقیہ المریض ج ۳ صفحہ ۲۶۹

[illegible] [illegible] [illegible] [

مد ... ھو ولو ما ... ھا لا جل حاجة يصلها ثم اذا كثر من الفعل والزنا الخ یعنی جو شخص اپنی حاجت روائی کے لئے قبر جانے یا سید سادات مسعود غازی کے نام پر پیسہ وغیرہ کی طرح دوسری جگہ پر ہو اور ہے شک یقیناً اس نے خدا ایک کا ساجھی بنا لیا ایسا گناہ کہ جو نا قابل قتل کرنے سے بھی بڑا ہے کیا وہ ان مشرکوں کے زمرہ میں نہیں ہے؟ جو ایسی خرافات چیزوں کی بندگی کرتے ہیں اور جو ایسے ہی عزیز بیچیے ہوں کوئی حاجتوں کے لئے پکارتا ہے (تحریمات ج ۳ ص ۴۵)

نیز اپنی مشہور کتاب تنبیہ الضالین میں فرماتے ہیں ... ھا فیہ کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجھم من شفاء المریض وعساء الفقیر ویقدرون لھم ویذرون لھم ویتوجھون بوجوہ مقاصدھم متمسک فیشرون ویقولون استشفیھم وجدہ بہ کما قالوا فلان حسبہ اللہ تعالیٰ علیھم ان یقولوا فی صلاتھم ایاک نعبد و ایاک نستعین فقال تعالیٰ ولا تدعوا مع اللہ احدا ولیس المسؤول من الدعاء العبادۃ کما قالہ بعض المفسرین بل ھو الا ستعانۃ بقولہ تعالیٰ "یا ایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ" ای اعوانہ فی دینہ ما نلخص اور انہی امور شرکیہ میں سے ہے کہ مشرکین اپنے اغراض کے لئے غیر خدا سے مدد طلب کیا کرتے تھے یعنی شفاء مریضوں کی تونگری کو ان سے طلب کرتے تھے اور ان کے نام پر نذریں مانتے اور اپنی حاجات اور مقاصد کے حاصل ہونے کے متوقع رہتے تھے اور ان کی برکات کی امید میں ان کے نام پیش کرتے تھے اسی واسطے خدا تعالیٰ نے لوگوں پر واجب کیا کہ یہ پڑھا کریں ایاک نعبد و ایاک نستعین (اکثر تفسیروں کی عبادت کرتے ہیں اور تفسیروں نے دوسری کے خیال میں) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا تدعوا مع اللہ احدا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو مت پکارو (تنبیہ الضالین ص ۱۳۲) واللہ اعلم بالصواب۔

شرعی امور کے مخالف کے حامیوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(سوال ۳) ایک آدمی خلاف شرع امور کا مرتکب ہے دوسرے شخص اس کی حمایت کرتے ہیں تو ان حامیوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) کہ وہ برے کام سے جو شخص روکتا ہے وہ بھی فاسق ہے اور جو کوئی شرعی حکم جاری کرتا ہے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے وہ بھی فاسق ہے حتی الامکان اس سے احتراز واجتناب لازم ہے۔ فرمان خداوندی ہے۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورہ انعام) یعنی گمراہی میں کے ساتھ نشست و برخاست ترک کرنا لازم ہے۔

اس میں عاقبت کی درستی اور دین کی سلامتی اور محرمین کے لئے عملی نصیحت اور تازیانہ عبرت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو علماء نے ان کو روکا مگر وہ باز نہ آئے۔ علماء ان کی مجالس میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تو ان کے دل کے اثر سے علماء کے قلوب پر بھی ان کے دل کی عوست سے کفر آ گیا اور وہ بھی ویسے ہی بن گئے۔ ان تمام پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی۔ (ترمذی شریف۔ ابوداؤد شریف)

---

(۱) عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما وقعت فی اسرائیل فی المعاصی بینھم علماؤھم فلم ینھوھم فلما لم ینھوھم لم تجالسھم و کلوھم وشاربوھم ضرب اللہ القلوب بعضھم ببعض فلعنھم علی لسان داود وعیسی بن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون قال فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان متکئا فقال لا والذی نفسی بیدہ حتی تاطروھم اطرا (ترمذی و ابو داؤد وفی روایۃ قال کلا واللہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر و لتاخذن علی ایدی الظالم ولتاطرنہ اطرا علی الحق قصرا او لیضربن اللہ علی قلوب بعضکم علی بعض ثم یلعنکم کما لعنھم (مشکوۃ شریف ص ۴۳۷)

دیا نہ دہ آبادی کو کیجوڑ نا؟

(سوال ۲۰) (۱) جہاں بیماری کئی سو سالوں سے چلے آرہا ہے نہیں۔ (۲) مثلاً ہم کئی نسلوں سے وہاں رہ رہے ہیں اور ہماری آبادی ۱۰۰ کام سے ۱۵۰ ہو گئی اب اگر ہیضہ وغیرہ وہاں سے آسکتے ہیں یا نہیں؟ (۳) وہاں سے ہجرت کرنے کے لیے ہمارا ضروری ہے کہ (۳) ہمیں وہ باشندہ کسی کام کے لئے باہر جا سکتے ہیں یا نہیں اور ہم سے ملنے آسکتے ہیں یا نہیں؟ (۴) اور پردیسی بدیسی سے ہمیں کچھ (۵) وہاں (چھوڑ کر) جانے کی طرف مائل ہیں ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) باقی اور طاعون کی بابت اس خیال سے اور ایسے عقیدہ سے بچنا کہ ان بیماری اور موت سے ہم بچ جائیں سب بیماری میں مبتلا کر مر جائیں گے بیمار ہونا موت آنا خدا کا کام ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں۔ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت الخ کیا ان لوگوں کو تم نے نہیں دیکھا کہ موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے وہ ہزاروں تھے (تعداد میں زیادہ تھے) خدا پاک نے ان سے کہا کہ مر جاؤ (تو مر گئے) پھر ان کو زندہ کیا (سورۃ بقرہ)۔

ان دو آیات میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایک امت میں ایک بستی میں دو ہزار (بہت سے ہزار) کی تعداد میں لوگ تھے اور سمجھتے تھے کہ ہجرت سے بچ جائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے ان کے بڑے دعویٰ کو ایک دم ختم کر دیا۔ کوئی بچ کر نہ جا سکے نہ کسی باقی رہا۔ پھر ایسے مرنے کے بعد ایک نبی وہاں پہنچے۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر انہوں نے خدا پاک سے ان موتوں سے بچانے کی دعا کی یا ان کو جنہیں وہ مر کر موت سے واپس بھی نہیں لا سکتا۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۳۰ تفسیر احمدی ص ۲۹۰)

واقعی موت سے بچنے کی کوشش ہمارے ذمہ نہیں آئی اور وقت آنے پر کوئی تدبیر بھی نہیں چل سکتی۔ خدا فرماتے ہیں اینما تکونوا یدرکم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ جہاں بھی تم رہتے ہو موت آ پہنچے گی چاہے مضبوط قلعہ میں کیوں نہ ہو (سورۃ نساء) قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم الایہ (آپ فرما دیجئے کہ بے شک جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم کو پہنچنے والی ہے (سورۃ جمعہ) بے شک خدائی مقرر کی ہوئی مدت جب آپہنچتی ہے تو پھر ٹالی نہیں جا سکتی (سورۃ نوح)۔

زمانہ جاہلیت کا مشہور حاتم طائی بخیل تھا۔ کوئی بھوکا اس کے پاس پہنچتا اور اس سے مانگتا تو اس کی بیماری میں کہ کچھ باقی نہ رہا آپ نے فرمایا (اس کی بخیلی (یا تقدیر یا خدا) کی بھوک اس کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے وبا کی موت کے دنوں میں خارش اونٹ کو لگ جاتی ہے تو سب خارشی ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس نے اس کو خارشی بنایا؟ (جواب ظاہر ہے کہ خدا نے) تو پھر دوسرے اونٹوں نے اس کو کیوں نہیں کھجلایا؟

---

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۳ پارہ ۲

(۲) اس حدیث کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ عن اسامۃ بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخلوا علیہ ولا تخرجوا منہ الا فرارا منہ قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث صحیح غریب من ھذا الوجہ لا نعرفہ الا من حدیث ابی النضر عن ابی سلمۃ عن اسامۃ بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھذا المعنی (مسلم ج ۲ ص ۲۲۰ جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۰)

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھانے کے بارے میں تنبیہ فرمائی، مطلب یہ تھا کہ تم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے بائیں ہاتھ کو کیوں محروم کرتے ہو؟ اس حدیث کی بنا پر فقہاء نے بائیں ہاتھ سے کھانے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، اور بلا ضرورت نہ کھانے والے کو گناہ گار کہا ہے، لیکن کمزور اور ضعیف الاعتقاد کہنے کے لوگوں کو اس سے یہ خیال ہونے لگے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا ایسا بڑا گناہ ہے جس سے جہنم واجب ہو جاتی ہے، اس لئے آنحضرت ﷺ نے امت کو ہدایت فرمائی۔ اذا سمعتم الطاعون بارض فلا تدخلوها واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها (یعنی جب تم سنو کہ کسی جگہ طاعون پھیلا ہوا ہے تو وہاں مت جاؤ، اور جہاں تم رہتے ہو وہاں طاعون آجائے تو وہاں سے بھاگ کر کہیں اور مت جاؤ) (بخاری شریف ۲۳ ج ۲ ص ۸۵۳، مسلم شریف ص ۲۲۹ ج ۲)۔

ان تدبیروں کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے، آنحضرت ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہر بیماری سے پہلے تدبیر سے اپنی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح ہر مرض کے بعد علاج بھی ضروری ہے، بعض امراض (جن کی بابت ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ ان کا علاج نہیں ہے) کو متعدی کہتے ہیں، ورنہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان امراض کی کوئی دوا نہیں ہے، بلکہ ان کو بھی ماننا چاہئے کہ بیماری از خود متعدی اور سرایت کرنے والی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے متعدی ہوتی ہے، اس کے لئے حکم خداوندی ہو تو امراض کی تقدیر مؤثر نہ ہو تو کوئی بیماری اثر نہیں کرتی، کتنے جذامی کے مکان میں سب بھائی نہیں ہوتے، کتنے ہی ایسے مریض کے تیمار دار سب اس میں مبتلا نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ نے مریض کے ساتھ رہنے والوں کو محفوظ اور بالکل صحیح وسالم رکھا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے لئے خدا کا حکم ہو تو ہی کوئی مرض لگتا ہے، ورنہ نہیں، تو مریض کے پاس جانے سے ڈرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ بھی صحیح وسالم کیوں نہ رہے؟

شریعت نے دور رہنے کی ہدایت محض حفاظت عقیدہ اور ایمان کے لئے کی ہے تاکہ اس سے کہ مرض سے بچنے کا وہم بھی سزا ایک کے لئے وجہ ان میں علم ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے فرار من الطاعون کالفرار من الزحف (طاعون سے بھاگنے کا ثواب جہاد سے بھاگنے کے برابر ہے) اس کی شرح میں لکھا ہے کہ کوئی جہاد سے بھاگنے کے علاوہ دوسری کوئی وجہ ہو اور فرض جہاد وہاں سے بھاگنے میں اور بالضرورت وہاں جانے میں کوئی فرق نہیں لیکن عقیدہ میں پختہ اور مضبوط ہو (ذوالثواب لمن صح یقینہ کذا فی الزجرہ)

اور حضرت شیخ ؒ لکھتے ہیں: واذا خرج من بلدة بها الطاعون فان علم ان كل شئ بقضاء الله تعالى فلا بأس بان يخرج ويدخل وان كان عنده انه لو خرج نجا ولو دخل يبتلى كره له ذلك فلا بد من الدخل ولا يخرج صيانة لاعتقاده (یعنی جو شخص کسی شہر سے نکلے لیکن اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز تقدیر الٰہی سے ہے خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں ہوتا تو اس کو نکلنے اور وہاں جانے کی اجازت ہے اور اگر اعتقاد ایسا ہے کہ یہاں سے چلا جاؤں تو بچ جاؤں گا اور نہ نکلوں تو یہاں تو ایسے شخص کو وہاں سے نکلنے کی اور جانے کی اجازت نہیں ہے تاکہ اس کا عقیدہ نہ بگڑ جائے۔ (اوجز المسالک ج ۵ ص ۲۶۱)۔

---

(۱) ج ۲ ص ۲۲۹ باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحو هذا بخاری باب ما يذكر في الطاعون ج ۲ ص ۸۵۳

(۲) مقاصد حسنہ شئی فیہ کتاب الفرائض

(۲) ہاں اوباں سے آ سکتے ہیں (رفع حاجت کے لئے وہاں قیام کرنا جائز ہے، قیام کے مقصد سے وہاں نہیں گئے تھے کام سے فارغ ہو کر واپس آ جائیں اقامت نہ کرے تاہم نیت کی درستی ضروری ہے وفی هذه الاحادیث منع القدوم علی بلد الطاعون ومنع الخروج منه فرارا من ذلک اما الخروج لغرض فلا بأس به (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۸)

(۳) ہاں! ضرورت سے جا سکتے ہیں اور فرمائی کر سکتے ہیں بشرطیکہ فرار کا قصد نہ ہو لکن ابو موسیٰ حمل النهی علی من قصد الفرار محضا ولا شک ان الصور ثلاث من خرج لقصد الفرار محضا فهذا بنفسه والهی لا محالة ومن خرج لحاجة متحتمة لا لقصد الفرار اصلا وبصور ذلک فیمن نهاه لمرجل من بلد کان بها الی بلده اقامته مثلا ولم یکن الطاعون وقع فاتفق وقوعه فی اثناء تجهیزه فهذا لم یقصد الفرار اصلا فلا یدخل فی النهی والثالث من عرضت له حاجة فاراد الخروج الیها واسقصد الی ذلک انه قصد الراحة من الاقامة بالبلد التی وقع بها الطاعون فهذا محل النزاع الخ (فتح الباری ص ۵۷ ج ۱۰)

(۴) ہاں تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے شہری حد میں داخل اور میدان میں جا سکتے ہیں نیت یہ ہونی چاہئے کہ تبدیلی آب و ہوا بھی ایک علاج ہے۔ بندہ الغرض طاعون نکلتے ہیں۔

غرض یہ کہ وبائی جگہ سے بلا ارادہ فرار نہ نکلے۔ خدا پر بھروسہ کر کے صبر و ہمت سے رہے۔ تقدیر میں موت ہوگی تو آئے گی اور وہ تدبیر و ہمت سے حاصل ہوگا۔ جب موت بھاگنے سے نہیں ٹلتی تو بھاگ کر بیمان کیوں خراب کرے۔ واللہ علم بالصواب۔

مسلمان کا چین گرو جی (مرشد) کو جھک کر تعظیم کرنا؟

(سوال ۵) ایک گھر چین یاترا کے بیان میں ایک مسلمان نے کہا ہے۔ یاترا (گرو جی) کو چین لوگ اپنے گھر بلاتے اس کے پاؤں کے سامنے سر خم کر کے اس کو نمستے کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک مسلم برادر نے بھی اس گرو جی کو اپنے گھر بلا کر اس کے پاؤں پر جھک کر کیا وہ دیا ہے اس کے قدموں پر رکھے۔ سر سجدہ کی طرح جھکایا۔ تو سوال یہ ہے کہ اس کے ایمان و نکاح کا شرعی حکم کیا ہے؟ وہ اس کام کو گناہ بھی نہیں سمجھتا۔ دریافت اس لئے کیا ہے کہ اس برادر کی اصلاح ہو جائے۔

(الجواب) خدا تعالیٰ لاشریک کے علاوہ کسی کے سامنے (چاہے پیر ہو یا پیغمبر) سجدہ کرنا، غیر اللہ کے سامنے زمین پر ماتھا ٹیکنا شریعت محمدی میں قطعی حرام اور کبیرہ گناہ ہے اگر عبادت کی نیت ہو تو موجب کفر ہے۔ اگر تعظیم مقصود ہو یا کوئی نیت نہ ہو تاہم بہت سے علماء کے نزدیک موجب کفر ہے۔ درمختار میں ہے:

(تقبیل الارض بین یدی العلماء) و لعظماء فحرام والفاعل والراضی به کعبادة لانه یشبه عبادة الوثن وقیل یکفر ان علی وجه العبادة والتعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا وصار الما

(۱) باب الطاعون والطیرة والکهانة وغیرها

مو تکالنا مکروہ (درمختار مع الشامی ج ۵ ص ۳۵۴ ص ۳۵۸ آخر باب اشیاء وغیرہ

یعنی جو لوگ مسلمانوں کی عبادت وغیرہ کے ساتھ زینت کرتے ہیں یہ حرام ہے اور ایسے شخص کو امام بنانے والے دونوں گنہگار ہیں کیونکہ یہ بلکہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔

اور یہ بات کہ کیا اس کو کافر قرار دیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عبادت اور تعظیم مقصود ہو تو کافر ہو جاتا ہے اگر طریقہ سلامی کے تو کافر نہیں ہوتا مگر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ (روح ص ۳۷۱)

اور مختصر ناصری میں ہے۔ واذا [illegible] اللہ تعالیٰ حقیقۃ کفر یعنی غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اور فتاویٰ قنیہ میں ہے۔ [illegible] سجد لغیر اللہ تعالیٰ حقیقۃ کفر یعنی غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اور فتاویٰ قنیہ میں ہے۔ [illegible] سجد لغیر اللہ تعالیٰ حقیقۃ کفر یعنی غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اور فتاویٰ قنیہ میں ہے۔ واس

علماء دین کی خدمات ہیں۔ اسلام نے ان کی تعظیم کرنے کی بھی تعلیم دی ہے۔ ان کی عزت اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جو لوگ علماء دین کی عزت نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ تین چیزوں سے محروم کر دیتا ہے۔ ایک وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرتا ہے اور اس کی غیبت سے اللہ تعالیٰ اس کو محروم کر دیتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی سے وعدہ کرتا ہے اور اس وعدہ کو پورا نہیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وعدہ کے ثواب سے محروم کر دیتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو علماء دین کی توہین کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو علماء کی تعظیم سے محروم کر دیتا ہے۔ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۹)

علماء دین کی توقیر کی اہمیت اور ان کی عزت کی وجہ یہ ہے کہ علماء مخلوق کی آنکھ ہیں۔ صحابہ میں ربیع الرحمٰن بالنجم والشمس والقمر ہیں۔ علماء کی مثال ایسی ہے جیسے ستارے کی روشنی سے مردوں کو راستہ کی اور عورتوں کو بچوں کے راستہ کی۔ (فیض القدیر ج ۲ ص ۲۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کی عزت کی تعلیم دی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو اپنانا اور اپنے عمل کو اس کے مطابق بنانا ایمان ہے۔ کیونکہ اصطلاح شریعت میں اسلام اور ایمان کی اصل ہدایت کے مطابق عمل کرنا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو اپنی عقل و سمجھ کے مطابق خدمت دین کا جذبہ رکھنا ضروری ہے بلکہ فرض ہے۔

علماء کی عزت دین کی عزت ہے اور علماء کی توہین دین کی توہین ہے

علماء کی توقیر کا قرآن سے ثبوت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ (سورۃ النحل) اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ علماء کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ آپ کو اپنے خطابات اور القاب سے کیا کام ہے۔ ہمارا کام تو صرف تبلیغ ہے۔ آپ فیصلہ کریں کہ اس سے اپنے دلوں میں کون سی بات آتی ہے (اور کونسی) بھلی لگتی ہے اور کون سی بات (دل و جان سے) قبول کرتا ہے۔ (تعلیم دین۔ ص ۲۰۰)

آیت مذکورہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ قرآن کی قسم کھا کر عالم کی عزت کرنے اور اس کا ادب کرنے کا حکم دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کے بارے میں اگر اعتراض ہو تو کیا آپ سے پوچھنا نہیں چاہیے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپ کے علم کی عظمت دل میں محسوس کرنے کے باوجود اور اس کے اعتراف کے باوجود کہ آپ کا علم ہم سے زیادہ ہے۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۰۵)

نیک سلطان اور دینی کاموں کی تائید۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک یہودی نے کچھ قرض لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ پر راضی نہیں ہوا اور یہ مقدمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ حضرت فاروق اعظم نے تلوار تھی اور یہودی سے کہا کہ تم نے فیصلہ کیا ہے اس پر راضی ہو تو بہتر ہے ورنہ اس کی گردن اڑا دوں گا۔

[illegible] آنحضرت ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم کرنے والا [illegible] نہیں ہے۔

یہ تھا آنحضرت ﷺ کا فیصلہ اور مکان کی بات تھی کہ آنحضرت ﷺ نے فیصلہ سے منحرف ہونے والا [illegible] آنحضرت ﷺ نے [illegible] سے قرار دیا ہے اور مرتد کا قرار دیا ہے اور [illegible] نام لیتا ہے تو یہ خالق ہے ساری [illegible] سے علاوہ حقیقت یہ ہے [illegible] اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو جو فیصلہ کائنات اور انسان کا دل ضمیر [illegible] فرمایا اور اعلان فرمایا کہ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء) [illegible] جو انسان دل سے [illegible] اور [illegible] ان فیصلہ کو پوری طرح [illegible] عبادات میں سنی سنائی اپیل کرنے [illegible] والوں کو آنحضرت ﷺ کی عادتوں کے مانے میں [illegible] آپ ﷺ کی معمولی [illegible] عادتوں میں [illegible] دیتے تھے ان کی قیمت کو [illegible] عبادت سمجھتے تھے [illegible] آنحضرت ﷺ [illegible] اور [illegible] آپ کے [illegible] کے [illegible] اصلعم واخطعم اشریف [illegible] کے [illegible] اب اس حکم کی تعمیل کیسے کی [illegible] مثال ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ [illegible] پاس تھے [illegible] ارشاد فرمایا [illegible] آنحضرت ﷺ نے [illegible] فرمایا تب [illegible] آنحضرت ﷺ نے [illegible] فرمایا [illegible]

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب [illegible] کی [illegible] اور [illegible] کی [illegible] میں [illegible] تھیں [illegible] صحابہ کرام نے حضرت سعد بن [illegible] کو مشورہ دیا کہ [illegible] کو [illegible] مناسب نہیں ہے۔ [illegible] سے [illegible] شریف [illegible] مثال [illegible] ہے [illegible] حضرت صدیق [illegible] جواب دیا [illegible] ان [illegible] میں [illegible] ہیں [illegible] کہ [illegible] کو [illegible] آپ [illegible] کی [illegible] کے [illegible] (ابن سعد کراچی)

یہ تھا [illegible] صدیق اکبر کی شان تھی۔ [illegible] صاحب کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ [illegible] کے [illegible] سے [illegible] کی انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا [illegible] چور [illegible] ہاتھ میں آگ [illegible] رکھتا ہے۔ [illegible] آپ ﷺ [illegible] سے [illegible] کی [illegible] سے [illegible] [illegible] ارشاد فرمایا [illegible] نے [illegible] کیا [illegible] نہیں [illegible] کی قسم [illegible] کبھی [illegible] کہ [illegible] رسول اللہ ﷺ نے پھینک دیا ہے۔ (مسلم شریف دوسرا نسخہ ۲ شریف ص ۸۰۳)

حضرت ابوزرغفاری [illegible] ہے [illegible] سے [illegible] میں [illegible] رہے تھے۔ [illegible] آدمی [illegible] آئے۔ ان [illegible] سے [illegible] کی [illegible] کی [illegible] ہو [illegible] [illegible] [illegible]

سب سے اعظم ہے۔ اس کے مقابلہ میں سب ہیچ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق نماز پڑھانے کے لئے گھر سے باہر نکل رہے تھے۔ راستہ میں حضرت عباس کے گھر کے پرنالے سے نہ بہود مرغی کے خون میں ملا ہوا پانی آپ کے اوپر گرا۔ آپ واپس مکان آئے، کپڑے بدلے اور پرنالے کے متعلق حکم فرمایا کہ راستہ سے ہٹا دیا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوچکی تو حضرت عباس نے عرض کیا تو نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے حضرت عباس سے اس جگہ کو لوایا تھا۔ حضرت عمر نے جیسے ہی یہ فرمایا اٹھنے پر تاسف کرنے لگے۔ کوئی چیز مانع نہیں تھی تو اور جھک کے۔ حضرت عباس نے قسم دے کر فرمایا کہ ان کی پیٹھ پر کھڑے ہوں اور پرنالہ کو اس جگہ جہاں تھا، بدستور نصب فرمادیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

یہ تھا صحابہ کرام کا ادب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پر نالہ جس جگہ تھی قریب تھا وہ حضرت عمر کے بدن مبارک کا اٹھایا ہوا اتنا زیادہ حصہ علمی میں بنا یا ہوا پانی ہوتا ہے۔ تو اس کا کنارہ ہے کہ اپنی پشت پر حضرت عباس کو کھڑا کر کے پرنالہ کو اصلی جگہ لگوایا۔ ایک ادب ہمارے نوجوانوں اور بہت سے بزرگوں کا ادب ہے کہ جس داڑھی کو حضرت ﷺ نے داڑھی بیشتر رکھا اور مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ داڑھی بڑھائیں اور مونچھیں کٹوائیں۔ آج اصرار ہے کہ داڑھی کا نام نشان رہنے ہی نہ پائے مونچھوں کا ہونا بے داڑھی کا کتنا ہی کیوں نہ ہو سکتی ہے؟ ہو، حال داڑھی تمام اجماع علیہ اسلام سنت ہے۔ داڑھی اسلامی کی علامت ہے۔ داڑھی شرافت و بزرگی کی علامت ہے۔ داڑھی چھوٹے سے شیطان ڈرنے والی ہے۔ داڑھی سے صورت مردانہ مکمل ہوتی ہے۔ داڑھی بہت افضل خصلتوں اور خداداد شکل کو بگاڑنا ہے داڑھی منڈانے کو اچھا سمجھنا آنحضرت ﷺ کو برا کہنا ہے۔ داڑھی کٹانی حرام ہے۔ (واللہ اعلم)

فتح کی ثمرہ آفاق کتاب "ہدایہ" میں ہے۔ ولہذا ان اللحیۃ فی وقتہا جمال وفی حلقہا قبوبۃ علی الکمال (ج ۴ ص ۴۴۱ فصل واما السنۃ فہی قبضۃ الخ) فیہ ذو الدلیل (یعنی داڑھی وقت میں (یعنی جب سے نکلی ہے) خوبصورتی مردیت کا باعث ہے اور کاٹنے منڈانے سے زینت اخوت بصورتی بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔ لان اللحیۃ فی اوانہا جمال فی اوانہا یعنی داڑھی اپنے وقت میں خوبصورتی کی چیز ہے۔ رسائل میں ہے حدیث صحیح کی سبب خدا تعالیٰ نے مرد کو ایک آیت علامت کا عطا فرمایا ہے۔ سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب پاک ذات ہے اس کی جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں سے زینت بخشی (عمدۃ الرائق ج ۵ ص ۳۳۱ فصل الہدیۃ) یا یہ ان میں ایک روایت ہے کہ فرشتے جب قسم کھاتے ہیں تو "لحیۃ ربی والذی زین بنی آدم باللحی" کہہ کر اس ذات کی قسم کھاتے ہیں جس نے تمام اولاد آدم کی داڑھی بنائی۔ (۱۲)

حضور اقدس ﷺ کی ریش مبارک آپ کی ایک یادگار نشانی ہے۔ اس کو بوسہ دینا، آنکھوں سے لگانا چاہنا محبوب کی یاد انجیب ہوتی ہے۔ (صحابہ کرام) حضرت ثابت بنانی کی علامت ہے۔ داڑھی کاٹنے والا حضور ﷺ کی سنت کو پامال کرنے والا ہے۔ وہ جو محب کہیں ہو سکتا ہے؟ کسی نے خوب کہا ہے۔

(۱) یہ حدیث کنوز الحقائق للمناوی اور فیض القدیر شرح الجامع الصغیر میں ہے۔ (۲) یہ حدیث کنوز الحقائق للمناوی اور فیض القدیر شرح الجامع الصغیر میں ہے۔

تعصی الرسول وانت تظهر حبه
هذا لعمری فی الفعال بدیع
لو کان حبک صادقا لاطعته
ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی تو اللہ رسول کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور ساتھ ان کے فرمان کی خلاف ورزی بھی کرتے ہو کس قدر عجیب بات ہے اگر تیری محبت میں اس کی محبت ہوتی اور تم اپنے اندر اس کی محبت کے ہوتے تو بھی ان کی نافرمانی نہ کرتے ان کے ہر حکم اور ارادے سے محبت ہوتی تمہیں مکلی کی کچی سے گذرتا تو دیوانہ وار دوڑتا ہوا گذرتا۔

امر علی اللذیذ او دیباج لمسی
قبل ذا الجدار و ذا الجدار
وهما حبک لدار سعدی فمسی
ولکن حب من سکن الدیار

ان یعنی دیکھیں ہے بس کر رہ گئی ہے تو اس دیوار کو بھی چومتا ہوں اور اس دیوار کو بھی لیکن یہ میں محبت اس کی نہیں ہے بلکہ اس کی محبت ہوں گھروں میں رہنے والے سے۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

نام تو چشم خود کنم جمال تو دیده است
اسم تو بر لب خود کنم بوسه دیده است
هر دم هزار بوسه زنم دست خویش را
کاین دست تو ز روی تو بوسه گزیده است

یعنی اپنی آنکھ پر بار بار ہاتھ اس لئے پھیرتا ہوں کہ اس نے تیرے جمال کا دیدار کیا ہے اپنے ہاتھ پر بوسے لیتا ہوں کہ تیری گل جیسی اس کی رخسار کو چوما ہے اپنے ہم خواہ بار بار چومتا ہوں کہ اس نے تیرا دامن پکڑا ہے تیری طرف کھینچا ہے

"مثنوی" میں ہے کہ ایک معشوق نے عاشق سے کہا کہ تو نے بہت سے شہروں کی سیاحت کی ہے سب سے اچھا شہر کون سا ہے؟ عاشق نے جواب دیا جس میں میرا محبوب رہتا ہے۔

گفت آں شہرے کہ دلدارے دراست

انہوں نے کہا ہے کہ دعویٰ ہے محبت کا اور معشوق رسول کا۔ اور عمل یہ کہ دشمنی ہے معاند اللہ کفر کا محبوب رب العلمین کا تو ایمان کا کہاں پتہ۔ لا یومن احدکم حتی یکون ھوٰہ تعالٰی احب الیہ (مشکوٰۃ کتاب الایمان) (کوئی محبت قابل اعتبار نہیں ہے جب تک انبیاء نہ ہو جائے کہ صاحب ایمان کی جان (خواہش) میری تعلیم کے تابع نہ ہو جائے) یعنی دل کی خواہش اور دل کا جذبہ فنا ہو جائے جو حضرت ﷺ کی تعلیم اور آپ کی سنت ہے (مشکوٰۃ شریف دیلمی) بار بار ارشاد ہوا جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میرا نہیں ہے۔ جو دوسروں نے سیکھے پڑھے وہ تم میں سے نہیں ہے جو میرے طریقے سے منہ پھیرے وہ میری شفاعت میں سے نہیں ہے جس نے میری سنت پر عمل کی اس پر میری شفاعت لازم ہے۔

ایک مرتبہ امام ابو یوسف حدیث بیان فرما رہے تھے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب الدباء "حضور ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے۔" ایک شاگرد بول اٹھا میں تو نہیں کرتا۔ امام ابو یوسف نے تلوار اٹھا کر کہا تو پھر تو واجب القتل ہوا۔

مدینہ شریف میں ایک صاحب بہت بزرگ کی زبان سے اکثر یہ بات نکل گئی کہ شام یا بغداد یا ملتان کا دین یہاں سے اچھا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خواب میں (یا علم الواقع میں) فرمایا کہ تمہارے یہاں سے چلے جاؤ، وہاں جا کر رہو جہاں کا دین اچھا ہے۔

امام ربانی فرماتے ہیں کہ تمام عمر خداوند عالم کی پسند فرمودہ باتیں اور جو چیزیں خلاف سنت ہیں وہ شیطان کی پسند کردہ ہیں۔ (مکتوبات ج ۱ ص ۲۵۵)

آپ سوال کرتے ہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ ہر اور اسلام اخوانش کے بندوں کی علامت اور الحمد سے کہ ہر آن حق بات کو چھوڑنا ابو طالب کا طریقہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ابو طالب کو بوقت مرگ کہا کہ چچا ایک دفعہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دو۔ ابو طالب نے جواب میں کہا:

لقد علمت بانه
من خير اديان البرية دينا
لولا الملامة او حذار مسبة
لوجدتني سمحا بذلك مبينا

یعنی آپ ﷺ نے میرے سامنے ایسا دین پیش کیا ہے جس کو میں دنیا کے تمام ادیان سے افضل سمجھتا ہوں اگر مجھے لوگوں کی ملامت اور الحمد سے ڈر نہ ہوتا تو آپ مجھے تو بلیت حق میں جوانمرد پاتے۔

خلاصہ یہ کہ لوگوں کے الحمد سے ڈر کر حق بات کو چھوڑ دینا ابو طالب کا طریقہ ہے، اور ساری دنیا کی ملامت کی پروا کئے بغیر حق کو پکڑے رکھنا یہ اسلام حضرت حذیفہ بن یمان کی سنت ہے۔ حضرت حذیفہ سفر میں تھے۔ آپ کے ہاتھ مبارک سے کھانے کھاتے لقمہ گر گیا۔ آپ اس کو اٹھا کر صاف کر کے منہ میں ڈالنے لگے۔ کسی نے کہا یہ کیا ہے تم نے ہمارے سامنے ایسا نہیں کیا۔ حضرت حذیفہ نے جواب دیا۔ انا اترک سنة حبیبی لهؤلاء الحمقاء۔ کیا میں ان بیوقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی سنت چھوڑ دوں؟

یہ ہے ایمان۔ یہ ہے آنحضرت ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے اور آپ کی تعلیم کے مکمل ترین تعلیم ہونے پر اعتماد۔ خادم خمینی کی تہذیب سے مرعوب ہے اور حضرت حذیفہ اپنے حبیب پاک ﷺ کی تہذیب پر ناز ان دونوں شخص کو امتی کہتے ہیں جو محبوب خدا ﷺ کو کامل معلم نہ سمجھے اور آپ کی تہذیب کا شیدا نہ ہو۔ آپ دل سے منہ پھیر لیں۔ آپ ان نادانوں کی بات پر عمل کریں گے تو گمراہ ہوں گے۔ خدا پاک نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہدایت فرمائی ہے، ہم نے تم کو دین کے ایک خاص طریقہ پر لگایا ہے اسی طریقہ پر چلتے رہو۔ ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو علم سے آگاہ ہیں۔ (سورۃ جاثیہ)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بزرگ کے نام کی چوٹی رکھنا کیسا ہے؟

(سوال ۵) (۱۳۰۵ھ) اکثر جگہ لوگوں میں مشہور ہے کہ بچوں کے سر کے بال کٹواتے ہیں اُن کے نام کی چوٹی ایک مدت تک رکھتے ہیں چنانچہ ہمارے بھائیوں نے بھی بزرگ کے مزار پر چوٹی رکھی ہے اپوئی کاٹتے ہیں۔ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) مذکور طریقہ غیر اسلامی ہے۔ یعنی بال سات دن کے مقدار کے مقصود سے اور طریقہ کے خلاف ہے اور بدعت ہے اسلامی طریقہ تو یہ ہے کہ ساتویں دن (۷) بچہ کا عقیقہ کیا جائے اور اس کے بال کاٹ کر اس کے وزن کی مقدار سونا یا چاندی غربا پر تقسیم کر دی جائے۔ اس پر عمل نہ کرنے کی بجائے کسی بزرگ کے نام کی چوٹی رکھنا اور اس کے مزار پر جا کر کٹانا اسلامی طریقہ کے خلاف اور ایک قسم بدعت ہے اور مشرکانہ فعل ہے۔ مولانا محمد رضا خاں صاحب بھی اس کو بدعت لکھتے ہیں۔ بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیاء کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی بڑھوتری متصور کرتی ہیں پھر یہ عادۃً کفار اس مزار پر سے جا کر وہیں اتار دیتی ہیں۔ یہ طریقہ بھی اسی بدعت ہے۔ (انتہیٰ ما یتعلق فی فتاویٰ افریقہ ص ۶۸) فتاویٰ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

انسان چاند پر پہنچ سکتا ہے۔ شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

(سوال ۸) (۱۳۷۷ھ) کیا امریکہ کے خلاباز چاند پر پہنچے اور وہاں سے مٹی اور پتھر لائے ہیں؟ زیادہ طلب بات یہ ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے یہ ممکن ہے؟ اور کیوں کر؟ تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں تو بہتر ہو۔

(الجواب) چاند پر انسان پہنچ سکتا ہے۔ اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں۔ البتہ امریکہ کے خلاباز اگر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے مانے ہوئے شرقی لحاظ سے کوئی حرج نہیں ہے، چاند بھی خدا کی مخلوق ہے۔ چاند پر پہنچنے کی جو طاقت ان کو خدا پاک ہی نے دی ہے یہ بھی ایک کرشمہ قدرت ہے خدا پاک نے شیطان مردود کو اس سے بھی زیادہ طاقت دی ہے۔ پل بھر میں کہاں سے کہاں پہنچتا ہے۔ نہ اسی نے اس کو آسمان تک پہنچنے کی طاقت دی ہے۔ اسی طرح خدا پاک "دجال" کو بھی بہت اچھی طاقتیں دیں گے۔ جو ایک بڑے بزرگ کے نظر سے گرے کو زندہ کرے گا۔ اور صدیوں کے مردوں کو زندہ کرے گا، جو اس سے بات چیت کرے گا۔ بارش برسائے گا کھیتی پکائے گا۔ چند لوگ

---

(۱) اخرجه عائشة رضي الله عنها قالت سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحارياة فقال حبلا ولا تكسر لها عظم فما كل وعظم ينفد ولكن دلك يوم لا يجد الناس فيه ما يكفي فلعله عن له ما يكفي فمن لم يكن كذلك فهو جدي وعشرون مستوك حاكمه ج ۴ ص ۲۳۸ ، (۲) قطعة الحاكي رواه ... وتصدق به شعير فروه ... فكان فرعونا ... فلا ... ص ... فكان ...

میں داخل
کا ارادہ کیا۔ اور اس نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ جب کوئی اپنے سلسلہ والوں کو بات میں اور نہ سننے والوں کو
حکم میں داخل کرے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا ذکر کرتے تھے، جو بہت بڑی تھی اور بہت زبردست تھی۔ تو ہم نے اس
کی وجہ بیان کی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا تھا کہ حضرت سلیمان کی حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد کی وجہ سے
ہی تھی۔ ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بہت بڑی نعمت تھا۔ اس لئے کہ ہدہد نے ہی آپ کو اللہ کا اسم اعظم بتایا تھا (اسم اعظم وہ ہوتا ہے جس کی
برکت سے اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگا جائے وہ مل جاتا ہے) اور ہدہد ہی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ملکہ سبا کا پتہ لگایا تھا۔ اور
اس کے بعد ہدہد ہی نے ملکہ سبا کے پاس جا کر اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے کی دعوت دی تھی۔ اور ہدہد ہی نے ملکہ سبا کو
اللہ کی توحید کی طرف بلایا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱۹ قرآن اکیڈمی)

(۲) امریکہ کے ظاہر پرست اور مادہ پرست اور پتھر کے دور میں بسنے والے لوگوں میں تعجب کیا ہے کہ وہ اپنے کام بھائی (جل جلالہ) کی
حمد بیان کرتے ہیں۔ خدا کی ثنا سے ان کی زبان تر نہیں ہوتی ہے وہ بیان کا مذاق ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ من کان
یرید حرث الاخرۃ نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الاخرۃ من
نصیب (شوریٰ) ترجمہ: جو کوئی (ثواب) آخرت کی کھیتی (ثواب) کا خواہش مند ہو تو ہم اس کی کھیتی میں (ثواب
کے دانوں میں) ترقی دیں گے۔ اور جو کوئی (دنیا کا بدلہ) دنیا کی کھیتی (ترقی عیش و آرام) کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے اس کو دے دیں گے اور آخرت میں اس کے حصہ میں کچھ نہیں ہوگا۔ (سورہ شوریٰ)

(۳) آیت میں آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر ہے۔ اس لئے چاند آسمان میں ہے۔ اور یہاں فرشتوں کی حکومت
(بادشاہت) کا ذکر ہے۔ اس لئے قرآن میں آیا ہے۔ وجعل فیہا سراجا وقمرا منیرا۔ ترجمہ: وہ ذات عالی شان بابرکت ہے جس نے آسمان میں برج (بڑے بڑے
ستارے) بنائے اور اس میں ایک چراغ (آفتاب) اور روشنی والا چاند بنایا۔ (سورہ فرقان) (۴) وجعل القمر
فیہن نورا وجعل الشمس سراجا۔ اور خدا نے آسمانوں میں نورانی چاند بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔ (سورہ نوح)

(۵) ان دونوں آیتوں میں بھی خدا نے چاند اور سورج کو آسمانوں میں بتایا ہے۔ اس کا جواب یہ
ہے کہ آسمان تک چاند اور سورج آسمانوں میں ہیں۔ لیکن آسمان کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ عربی میں جو چیز بلندی پر ہو
اس کو سماء (آسمان) کہا جاتا ہے۔ (اذا ہب السماء السحاب فان ما علاک سماء) (تفسیر بغوی، قرطبی، ابن کثیر)

(۶) امام راغب نے مفردات القرآن میں لکھا ہے۔ ہر چیز کے بالائی حصہ کو سماء (آسمان) کہا جاتا ہے (مفردات امام
راغب) (ص ۲۴۳) (۲۴۴) عربی۔

قرآنی زبان اصطلاح میں سماء (آسمان) کا اطلاق جو حصہ آسمان سے نیچے کی فضا پر اور سحاب پر بھی ہوا
ہے۔ قرآن میں ہے۔ وانزل لکم من السماء ماء۔ ترجمہ: اور اس نے (خدا نے) آسمان سے پانی برسایا (سورہ بقرہ)

وانزلنا من السماء ماء طهورا (یعنی ہم نے آسمان سے پاک پانی برسایا۔ سورہ فرقان) حالانکہ ظاہر بارش کا پانی بادلوں سے برستا ہے۔ لیکن پر برستا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ وانزلنا من المعصرات ماءً ثجاجا۔ یعنی اور ہم نے پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا۔ (سورہ نبا) ان آیات میں بادلوں کے لئے لفظ "سماء" کا بولا گیا۔ اسی طرح اس فضاء اور ہوا کے لئے بھی لفظ "سماء" کا بولا گیا۔ جہاں آیت سابقہ نمبر ۱ و نمبر ۲ کے مطابق چاند اور سورج ہیں۔ یعنی اس فضا میں معلق ہیں۔ اس نے فرمایا کیا۔ جعل فیها سراجا وقمرا منیرا۔ یعنی اس نے اس (آسمان) میں چراغ (سورج) اور منور چاند بنایا۔

تفسیر حقانی میں ہے۔ اسی (آسمان) کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ افق کو بھی سماء کہتے ہیں۔ بادل کو بھی "سماء" اور آسمان کو بھی اسی محل میں سماء کا اطلاق دیر کی پیروی سے ہوتا ہے۔ خواہ بادل ہو خواہ آسمان۔ اس جگہ وانزلنا من السماء ماء (۱۴) بادل مراد ہے۔ کیونکہ بارش وہیں سے نازل ہوتی ہے۔ اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے (ص ۸۹ ج ۲)

جدید سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ چاند، سورج وغیرہ آسمان کے نیچے ہیں اوپر نہیں۔ اس کی تائید حضرت ابن عباس کی روایت سے ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ ان النجوم فی جو السماء بین السماء والارض یعنی یہ تمام ستارے آسمان اور زمین کے درمیان فضائی زنجیروں میں معلق ہیں۔ اور یہ زنجیریں فضائی فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں۔ (روح المعانی ص ۵۰ ج ۳)

مذکورہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد روح المعانی علامہ آلوسی بغدادی تحریر فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ ستارے وغیرہ آسمانوں میں مرکوز نہیں۔ جیسا کہ قدیم فلاسفہ کا گمان ہے۔ بلکہ وہ اس فضاء میں معلق ہیں۔ اور اس سے جدید اہل سائنس کی تائید ہوتی ہے جو قائل ہیں کہ ستارے غیر کشش کی طاقت کے ذریعہ معلق ہیں۔ وظاهر هذا ان النجوم ليست في جوفها فلاك بها كما يقول الفلاسفة المتقدمون بل معلقة في فضاء ويقرب عندي ما ذهب اليه الفلاسفة المحدثين فانهم يقولون بكونها في فضاء ايضا لكن يقولون بمحاذبة (روح المعانی ص ۵۰ ج ۳)

اور حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ

اگر تمام کواکب کو آسمان کے ذرے (اجرام) مانیے اور آفتاب کو مرکز عالم تجویز کیجئے۔ اور آسمان سے مراد وہ ذرے زمین وغیرہ کا اس کے گرد اکرو فرک ہونا تجویز کیجئے تو ان کا (اس اسلام) کچھ نقصان نہیں۔ نہ ان کی رائے مذہب میں کچھ خلل آسکتا ہے۔ (بیان القرآن)

اور حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اہل اسلام میں سے بعض کی تحقیق یہ ہے کہ آفتاب اور ستارے آسمان میں لگے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ فضاء میں قائم ہیں اور اس فضاء میں جو ان کا مدار حرکت ہے وہی ان کا فلک ہے۔ (تکمیل الایمان ص ۲۱)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فلک "سماء" (آسمان) ہے اور جمہور کی رائے ہے کہ آسمان کے نیچے شفاف (کھیری ہوئی فضاء) فلک ہے اور اس میں چاند سورج ستارے گردش کرتے ہیں۔ جس اس عالم الفلک

السماء والجمهور على ان الفلك موج مكفوف تحت الهواء تجري فيه السماء والقمر والنجوم (تفسیر ابو مسلم ص ۴۴ ج ۱)

قرآن کی بعض آیات کے ساتھ اس کا مفہوم ہوتا ہے کہ چاند وغیرہ آسمان کی نیچے کے حصہ میں ہیں۔ مثلاً وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ ۔ الکواکب۔ یعنی بے شک ہم نے روشنی کا ہیں ہیں آسمان کو ستاروں کے ذریعے۔ اور سورہ نوح مدنی اور سورہ ملک میں ہے کہ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ یعنی ہم نے قریب کے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا ہے۔

ان آیتوں میں لفظ السماء الدنیا قریب کا آسمان غور طلب ہے۔ بظاہر آسمان کا نیچے کا حصہ یا نیچے کی فضا مراد ہے۔ یعنی جس طرح چھت میں قندیل لٹکا دیا جاتا ہے اس سے چھت کی آرائش ہوتی ہے۔ ایسے ہی آسمان کے نیچے چاند سورج ستارے آویزاں ہیں۔ لیکن سے مقصد آسمان کا راستہ ہو رہی ہے۔ یا اس کی زینت سے مسلمانوں کو خائف یا پریشان ہونا چاہیے۔ آج کسی مسلمان کو یہ نہیں کھٹکا کہ سائنس ہوں یوں ترقی کر رہی ہے۔ علمی انکشافات اور ایجادات کی زد آسمان اور ستاروں پر ہو رہی ہے۔

تخت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ جس میں ان کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی کے منبر سے خطبہ دیتے ہوئے امیر لشکر حضرت ساریہ کو پہاڑ کی طرف سے خطاب کرنا اور ساریہ کا جبل پار کر کے صحیح سالم واپس آنا، قیامت کے دن آدمی کے اعضا کا گواہی دینا اور کان ہوں کا اقرار کرنا۔ ان جیسے تصورات اور عقائد کو ہوائی جہاز، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون، ریڈیو کی ایجادات سے تائید یا تقویت ہو رہی ہے۔ تبارک الذی بیده الملک وهو علی کل شیئ قدیر ۔ انبیاء علیہم السلام کے معراج کے بارے میں کافرین استہزا کرتے تھے کہ ہوائی جہاز کے ذریعہ بھی اس میں ہوا نہ ہونے کی وجہ سے لوگ چاند نہیں جا سکتے۔ تو آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ جیتے جاگتے زندہ کس طرح رہے؟ اب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ خلا یا چاند پر جانے والے کس طرح زندہ ہیں؟

قرآن شریف میں ہے۔ اہل جنت اور اہل دوزخ ایک دوسرے کو دیکھ کر اہل دوزخ اہل جنت سے پکار کر کہیں گے کہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا ہم نے بالکل ٹھیک پایا۔ تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا (کہ جہنم بہت تکلیف کی جگہ ہے) تو تم نے بھی اس کو ٹھیک پایا یا نہیں کہا۔ کہا ہاں اللہ اور رسول ﷺ کی سب باتیں سچی پائی (سورہ اعراف پ ۸) اس طرح نے اہل دوزخ اہل جنت سے اور سورہ مدثر میں ہے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۔ یعنی اہل جنت مجرموں سے پوچھیں گے کہ کس بات نے تم کو دوزخ میں داخل کر دیا؟ وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ فقیروں مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور باتیں بنانے والوں کے ساتھ باتیں بناتے تھے اور آخرت کے دن کو جھوٹ سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ یہی بات (موت) آ پہنچی۔ (سورہ مدثر پ ۲۹) لوگوں کا اعتراض یہ تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہوگا تو ایک دوسرے کو کس طرح دیکھ سکیں گے؟ اس

طرح پہنچ سکیں گے؟ اور سوال و جواب میں طرح کر سکیں گے؟ اس کا جواب بھی ان کو مل گیا۔ امریکہ کے صدر نے خلا بازوں کو چاند پر اترتے دیکھا۔ پہلا "مائیکل کی" مبارک باد دی۔ بعد ازاں وہ چاند پر سے آرمسٹرونگ (ARMOSTARWENG) نے صدر کا شکریہ ادا کیا۔ وغیرہ باتیں دنیا کے سامنے آگئی ہیں۔ چاند والا آسمان اور زمین کی منزل نہیں، یہ تو عالم علوی کا ابتدائی افق ہے۔ اس کے اوپر سات آسمان ہیں۔ ہر ایک کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ اور ساتویں آسمان پر جنت ہے اور جنت کے سوور ہے ہیں۔ اور ہر دو کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو برس کی مسافت کا ہے۔ یعنی پچیس ہزار برس کی مسافت ہوئی۔ پھر اس پر عرش عظیم ہے (سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم)

ستاروں کے بارے میں حضرت قتادہ کا بیان ہے۔ کہ خدا پاک نے ستاروں کو تین کاموں کے لئے بنایا ہے۔ (۱) آسمان کی آرائش کے لئے (۲) غیب کی خبر دینے والے شیاطین کو بھگانے کے لئے (۳) رات میں مسافروں کی رہنمائی کے لئے۔

پس جو کوئی ان تین فوائد کے علاوہ اور فائدہ مختلف غیب کی خبر حاصل کرنے کی کوشش کرے اس نے غلطی کی۔ اپنا وقت ضائع کیا۔ اس کی کوشش رائیگاں ہے (تحقیقات بخاری)

اس مقام پر مخدومی حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ کے رسالہ "آسمان اور چاند تارے" سے کچھ مضمون بغرض استفادہ پیش کیا جاتا ہے۔

آسمان، آسمانوں کی ترتیب اور درمیانی فاصلے:

فلاسفہ قدیم نے آسمان دیکھے نہیں تھے۔ بے شک ان کو تارے نظر آئے۔ اور ان کی گردشیں محسوس ہوئیں۔ مثلاً ایک گردش وہ ہے جس میں تمام تارے مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کا چکر لگاتے ہیں۔ اس گردش سے دن اور رات وجود میں آتے ہیں۔ یہ مشرق سے مغرب کو ہوتی ہے۔ بے شمار تاروں کا ایک مرصع سا بدن ہے۔ تمام تارے اس میں جڑے ہوئے ہیں۔ ان کی خود اپنی کوئی حرکت محسوس نہیں ہوتی۔ البتہ روز و شب کی گردش کے ساتھ یہ بھی گردش کرتے رہتے ہیں۔ ان کو ثوابت کہتے ہیں (اپنی جگہ جمے ہوئے) ان کے علاوہ سات تارے ایسے ہیں۔ جو اپنی گردش بھی رکھتے ہیں۔ کسی کی گردش پورے ایک سال میں ختم ہوتی ہے۔ کسی کی ایک ماہ میں کسی کی اس سے زیادہ میں۔ ان کی یہ اپنی گردشیں مختلف مستوں میں ہوتی ہیں۔ کبھی تو مشرق کی طرف اور کبھی کسی دوسمت میں۔ کسی کی گردش سیدھی ہوتی ہے۔ کسی کی آڑی۔ ان سات تاروں کو "سیارات" کہا جاتا ہے۔ "سیارہ" کی جمع۔ ان میں سورج اور چاند بھی ہیں۔ اسلامی ہیئت اور فلسفہ نے اپنی رصدگاہوں کے ذریعہ بھی مشاہدہ کیا۔ یہ سبع سیارات ایک سطح میں نہیں ہیں۔ بلکہ کئی بلند و پست سے اوپر نیچے ہیں۔ اور نہایت عجیب بات یہ ہے کہ ان کی گردش کی راہیں (خطوط) مقرر ہیں۔ یہ خطوط سیدھے نہیں۔ بلکہ دائرے ہیں۔ ان کی گردشیں انہی دائروں پر ہوتی ہے۔ جس طرح شب و روز کی ترتیب میں فرق نہیں آتا۔ ان کی ذاتی گردشیں جو معینہ دائروں پر ہوتی ہیں۔ ان میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ گویا یہ تارے ان دائروں (مدارات) کے پابند اور ان میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اب فلاسفہ کی ایک جماعت تو وہ ہے جو ان ہی

وفلک کہتے ہیں۔ فلک سے اصل معنی ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک تمام ان کے اندر ہیں (مدارالحکمۃ) ان کا حکم فلک ہے۔ وہ ایک نورانی اور شفاف چیز ہے۔ فلک کا دل بڑھنا نہیں پایا

فلاسفہ کی دوسری جماعت افلاک کی تعداد کو بھی مانتی ہے۔ ان کا قول یہ ہے کہ ہر ایک تارہ ایک فلک ہے۔ لہٰذا ستاروں کے ساتھ فلک ہیں۔ ہر ایک فلک دوسرے فلک سے اندر گھومتا ہے اور وہ ستارے ان کی گردش سے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا قول اور اصل مقصد قرآن میں "کل" کہا ہے اور وہ فلک جس میں چاند ہے وہ کہتے ہیں اور اس کے اوپر کی تہہ کو جوزہر کہتے ہیں۔ وہ فلک جس میں "عطارد" ہے۔ اسی طرح فلک الشمس میں سورج اور سیارے فلک ہیں۔ اس طرح سات فلک جیسے وہ فلک ہیں جو ہمیں سات افلاک کے اوپر آسمان فلک ہے۔ اس میں کواکب ثابتہ ہوتے ہیں۔ طرح چند یہ تمام افلاک ایک صاف اور شفاف چیز ہیں ان کے جرم نظر نہیں آتے۔ ان کے آسمور فلک کے کواکب ثابتہ کیسے خلاف پر دلالت کرتے ہیں۔ (تصریح ص ۱۵۶)

آخر میں آسمان کے ان تمام افلاک کے بعد ایک فلک اور ہے جو جہان ہے اصل گردش کرنے والا ہے یہ فلک اطلس ہے۔ یہ فلک تمام فلکیات سے بڑا ہے اور سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اسے فلک الافلاک کہتے ہیں اور ساتھ باقی آٹھ فلک بھی ایک دن رات میں گردش کرتے ہیں یہ آفتاب کی طرح مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے۔

فلاسفہ کی یہ جماعت اپنے ۱۳ افلاک پر دلیل یہ پیش کرتی ہے کہ کیلوں کی حرکات نیچے کے جسم کے تابع ہوتی ہیں۔ جس کا مرکز پر ہے عالم کا مرکز ہے اور مرکز مثل ہے۔ زمین کے اوپر کرۂ آب ہے۔ جو پورا کرہ نہیں ہے۔ زمین سے پانی کے بلند ہونے کی وجہ سے کرۂ آب کو ڈھانپ لیا ہے۔ کرۂ آب کے اوپر کرۂ ہوا ہے۔ اس نے بھی زمین کو ڈھانپ لیا ہے۔ ان چار عناصر کی حرکات دو ہیں جو کہ افلاک کہتے ہیں۔ ان کے اوپر کرۂ نار ہے۔ جو کرۂ ہوا کے محیط عالم ہے۔ جس کو فلک القمر کہتے ہیں۔ (نجم ص ۱۳)

فلاسفہ کے افلاک کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ ان کا قول کہ افلاک کی تعداد کا علم نہیں ہے اس کی مثل ہمارے پاس بھی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ افلاک کی تعداد کا علم نہیں ہے۔ اور ان کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ (قرآن و حدیث)

یہ فلاسفہ جو دلائل اپنے مقصد کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ان میں کوئی دلیل مضبوط نہیں ہے۔ ان کی دلیل میں کوئی کشش نہیں ہے۔ ان میں کوئی دلیل قطعی نہیں ہے۔ ان میں کوئی دلیل ظنی نہیں ہے۔ اور وہ دلیل میں کوئی دلیل نہیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی دلیل میں کوئی دلیل

سبع سماوات

کلام اللہ شریف میں تین لفظ آئے ہیں۔ (۱) فلک (۲) سماء (۳) سماوات لفظ فلک صرف ایک جگہ سماء ایک سو تیس ۱۳۰ جگہ اور سماوات ایک سو تیس ۱۳۰ جگہ (ان تین ایک ہی کی تثنیہ ہے) لفظ فلک جہاں آیا ہے وہاں صیغہ واحد کے ساتھ آیا ہے۔ الفلک مجری الکواکب۔ والسمٰوٰت فی لغات القرآن، الفلک مدار النجوم و قاموس، یعنی کوئی خاص نام نہیں۔ بلکہ گول قرص یا کرہ جس میں کواکب گردش کرتے ہیں۔ جو نجوم و ریاضی کا مدار ہے۔ قرآن الحکیم میں اکثر یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ مگر دونوں جگہ سورج اور چاند کے متعلق آیات ہیں۔ اور مفاد کی ایک ہی بحث کے ساتھ آیا ہے۔ وہ انبیاء میں ہے۔ "کل فی فلک یسبحون" یعنی ایک ہی مدار کے ساتھ وہ دونوں تیرتے ہیں۔ "کل فی فلک یسبحون" والے الزام کا جواب شیخ جم حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے مرحوم نے فائدہ کے تحت دیا ہے۔ "سب ایک ایک حصہ سے میں پھرتے ہیں۔" (موضح القرآن) "کوئی ایک ایک حصہ میں پھرتے ہیں" (موضح القرآن)

سماء

اصل معنی ہے بلند ہر شے کو سماء کہتے ہیں (مفردات) یعنی ہر چیز جو اوپر ہے سماء کہا جاتا ہے۔ مقف کل شیئ۔ کل چیز جو اوپر ہے۔ السحاب والمطر۔ (اقرب) یعنی ہر چیز جو اوپر ہے اور مکان کی چھت کو۔ اور آسمان کے (براہ راست) اوپر کی جانب کو "سماء" کہتے ہیں۔ اور بادل و بارش کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (قاموس) چونکہ ہر چیز کے بلند حصہ کو اسم "سماء" کہا جاتا ہے۔ لہذا وہ فضاء جو اوپر تنی ہے۔ اس کو بھی سماء کہا جاتا ہے۔ اور آسمان بھی کہا جاتا ہے۔

"فان معظمهم كل سماء بالاضافة الى ما دونها فسماء وبالاضافة الى ما فوقها ارض الا السماء العليا فانها سماء بلا ارض۔ قرآن مجید کی تقریباً ایک سو تیس ۱۳۰ آیتوں میں یہ لفظ سماء کئی مختلف معنوں میں آیا ہے۔ کبھی اوپر کی فضاء۔ بادل۔ بارش۔ اور کبھی آسمان کے معنی میں آیا ہے۔

سماوات

جمع کا لفظ ہو تو ہی جمع ہے۔ اور جہاں جمع نہ ہو وہاں بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یعنی بادل، بارش، بھی وہاں جمع کے لئے سماوات بھی بولا جا سکتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک سو تیس ۱۳۰ آیتوں میں جو لفظ سماوات وارد ہے۔ تو ہر جگہ اس سے جمع کے تمام معنی مراد نہیں بلکہ ایک مخصوص حیثیت ہے۔ جس کو اس لفظ سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں نے جب فلسفہ یونان کو اپنایا اور یونانی فلسفہ کے استاد معظم بنے تو انہوں نے افلاک ہی کو سماوات قرار دیا۔ جمع سماوات سے مراد وہ آسمان لئے جن میں سات سیارے ہیں اور آٹھویں فلک آسمان کے متعلق کہہ دیا۔ اصطلاح شریعت میں کوشش کی جاتی ہے (تفسیر ج ۲ ص ۲) مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تاویل کسی طرح بھی نہیں ہے۔ کیونکہ سماوات سے مراد وہ آسمان تھا کہ جن سے مراد یہ ہے اور جن سے مراد یہ ہے کہ

آسمان اور فلسفہ و شریعت

قرآن عظیم اور آحضرت ﷺ کے ارشادات میں آسمان کی حقیقت کے بارے میں کس طرح کے بیانات (آسمانوں کی تعداد وغیرہ) پائے جاتے ہیں اس سے آسمانوں کی نوعیت بالکل جداگانہ معلوم ہوتی ہے۔

آسمان جس کو یونانی سیما (Sema) کہتے ہیں اس کے لغوی معنی "چھت" کے ہیں۔ اصطلاح میں "آسمان" کہتے ہیں جو مختلف قوتوں کے ذریعہ ادراک کی جاتی ہے۔ یہ لفظ اجرام سماویہ کے مجموعہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ مگر فلسفہ و شریعت نے اس کے لئے دو حقیقتیں تسلیم کی ہیں۔ اور اس عالم (جہاں) کے ساتھ ایک اور عالم (جہان) بھی تسلیم کیا ہے۔ جس کو وہ عالم بالا یا عالم علوی کہتے ہیں اور انسان کا عالم اس سے بہت کم پر تعلق ظاہر کیا ہے۔ فرشتے عالم بالا ہی کی مخلوق ہیں۔ جو انسان سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ اس کے اعمال کو لکھتے بھی رہتے ہیں۔ صحیح یا غلط اس کی راہ بھی کرتے ہیں۔ انسان اگر اچھے کام کرے تو فرشتے اس کی قدر کرتے ہیں۔ برے کاموں پر اس سے نفرت کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

بادل، ہوا، بجلی، بخار وغیرہ ان سب میں ایک ناخوشگوار بات یہ ہے جو عموماً اپنے رہنے کی جگہ میں مصروف رہتا ہے۔ ناشتوں کا تعلق ان کی نہایت سے ہے۔ وہ ہمیشہ سے کم سے بالوں کو بڑھاتے ہیں۔ وہ اوپر کو چلاتے ہیں۔ وغیرہ۔

جس طرح انسان اور ان کی چیزوں کا تعلق عالم اعلیٰ اور فرشتوں سے ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کا تعلق بھی عالم اعلیٰ سے ہے اور بہت زیادہ ہے بلکہ حدیث معراج اور ان جیسی احادیث اور قرآن عظیم کی متعدد آیتوں سے تو یہ صریح ہوتا ہے کہ ساتوں آسمان، عالم بالا میں داخل ہیں۔ اور قرآن پاک میں جس قوت سے ان کا ذکر ہے۔ وہ نہ صرف بار بار بلکہ تقریباً ہر بار "سماوات" کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے بھی یہ اخذ کیا جا سکتا ہے اور سمجھا جا سکتا ہے کہ ملائک عرش و کرسی، روح، لوح، قلم وغیرہ کی طرح سماوات بھی عالم بالا میں داخل ہیں۔ یعنی ان حقائق میں داخل ہیں۔ جو ہر چہ پہ اجرام کبھی ہیں مگر حواس سے مشاہدہ اور تجربہ کی رسائی ان تک نہیں ہو سکتی۔ لیکن ہماری تجربی تعقلی زندگی نہایات الارض اور اس کی کامیابی سے ان کا تمام تعلق ہے۔ بلکہ ان کا مانا ضروری ہے۔ اس کے باوجود آفتاب اس کی بہت سی آیتیں ایسی بھی ہیں جن سے آسمانوں کی نوعیت اور ان کی محسوس نوعیت اور حقیقت کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ منہ۔

(۱) ثم استوی الی السماء (سورہ حم السجدہ نمبر ۴۱ آیت نمبر ۱۱) پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف اور وہ (شاہ ولی اللہ) پھر چڑھا آسمان کی طرف اور وہ دھواں سا تھا۔ (شاہ عبدالقادر)۔

(۲) وابنینا فوقکم سبعا شدادا (سورہ نمبر ۷۸ النبا آیت ۱۲) اور بنائے ہیں تمہارے اوپر سات آسمان پختہ (شاہ ولی اللہ)

اور بنا لیے ہیں تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان (شاہ عبدالقادر)

کر بیٹھے ہیں تمہارے اوپر سات آسمان مضبوط (شاہ ولی اللہ)

(۳) الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا (سورہ نمبر ۷۱ نوح آیت ۱۶) کیا تم نے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ بر تہ اور کیا چاند ان میں اجالا اور کیا سورج چراغ جیسا۔ (شاہ عبدالقادر)

(۴) الذی خلق فاوھو حسیر ۔(سورہ نمبر ۶۷ الملک آیت ۴) وہ خدا عزیز وغفور جس نے بنائے سات آسمان تہ بر تہ کیا دیکھتا ہے تو رحمان کے بنانے میں کچھ فرق۔ پھر دوبارہ کر نگاہ کر۔ کہیں دیکھتا ہے دراڑ۔ پھر دوبارہ کر نگاہ کرو دو بار دلٹی آئے تیرے پاس تیری نگاہ ذلیل ہو کر تھک کر۔ (شاہ صاحبؒ)

(۵) انا زینا السماء الکواکب ۔(سورہ نمبر ۳۷ صافات آیت نمبر ۶) ہم نے رونق دی ہے (قریب کے) آسمان کو ایک رونق جو تارے ہیں۔ (شاہ صاحبؒ)

(۶) وزینا ہا حفظا۔ (سورہ نمبر ۴۱ حم السجدہ (آیت نمبر ۱۲) اور رونق دی ہم نے اور سے (قریب کے آسمان کو چراغوں سے۔ (ایضاً)

(۷) وجعلنا فی السماء بروجا للنظرین (سورہ نمبر ۱۵ الحجر آیت نمبر ۱۶) اور بنائے ہم نے آسمان میں برج۔

(۸) کیف بنینا ہا ورفعنا ہا وزینا ہا وما لہا من فروج (سورہ نمبر ۵۰ ق آیت نمبر ۶) کیسا ہم نے اس کو بنایا اور رونق دی اور نہیں اس میں کوئی سوراخ (پھید)

(۹) ابواب السماء۔ (آسمان کے دروازے) سورہ نمبر ۷ اعراف آیت نمبر ۴۰)

(۱۰) ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا (سورہ نمبر ۱۰ یونس آیت نمبر ۵) وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اجالا اور ٹھیرائیں اس کی منزلیں تاکہ پہچانو گنتی برسوں کی اور حساب۔ (شاہ صاحبؒ)

(۱۱) والقمر قدرنا ہ منازل (سورۂ نمبر ۳۶ یٰسین آیت ۳۹، ۴۰) اور چاند کی ہم نے باندھدی ہیں منزلیں یہاں تک کہ پھر رہے جیسے ٹہنی پرانی۔ نہ سورج کو پہنچے کہ پکڑے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے۔ اور ہر ایک اپنے گھیرے میں پیرتے ہیں۔ (شاہ صاحبؒ)

(۱۲) خلق السموات بغیر عمد (سورۂ نمبر ۳۱ لقمان آیت نمبر ۱۰) بنائے آسمان بن ٹیکے اسے دیکھتے ہو (شاہ صاحبؒ) یعنی کوئی نظر آنے والا کھمبا نہیں کھڑا کیا۔

(۱۳) یمسک السموات (الایۃ سورہ نمبر ۳۵ فاطر آیت نمبر ۴۱) اور تھام رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو کہ ٹل نہ جائیں۔ اور اگر ٹل جائیں تو کوئی تھام نہ سکے ان کو اس کے سوا۔

(۱۴) سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر ۳۷ کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے الفاظ میں یہ ہے۔ "اور جب پھٹ جائے آسمان اور ہو جائے جیسے گلچھٹ۔"

مذکورہ بالا آیات اور احادیث اس بات کی شہادت کے لئے کافی ہیں کہ فلاسفہ کے اختراع کردہ افلاک اور قرآن پاک کے بیان فرمودہ سماوات میں بہت بڑا فرق ہے۔

(۱) فلاسفہ افلاک کو قدیم کہتے ہیں۔ اور قرآن پاک ان کو فانی اور حادث قرار دیتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے نیست سے ہست کیا۔ اور جب وہ دن آئے گا۔ جس کی دہشتناکی اور ہولناکی سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے تو یہ آسمان بھی ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو جائیں گے۔ (سورۂ مزمل نمبر ۷۳ آیت ۱۸۔ و آیت مذکورہ نمبر ۱۴ نمبر ۱۵)

(۲) فلاسفہ ثوابت کو آٹھویں آسمان میں مانتے ہیں۔ قرآن حکیم نے صرف سات آسمان بتائے ہیں اسے تاروں کو صرف السماء الدنیا سے متعلق قرار دیا ہے۔ (سورۂ حم السجدہ ع ۲)

(۳) فلاسفہ سات تاروں (سیارات) کو سات آسمانوں میں گزرا ہوا مانتے ہیں۔ قرآن حکیم نے ان تاروں میں سے صرف شمس و قمر کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ان کے متعلق بھی یہ ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیرتے رہتے ہیں۔ (سورۂ یٰسین و سورۂ انبیاء)

(۴) فلاسفہ کسی آسمان تک کیا پہنچ سکتے ہیں۔ ان کی نگاہوں نے بھی آسمان کو نہیں پایا، یہ صرف ان کی اختراع اور ظنی قیاس ہے کہ آسمانوں میں کوئی سفید یا گنبد گاہ نہیں۔ مگر اللہ نے تخیل، قیاس اور پرواز عقل پر معاملہ نہیں رکھا، بلکہ وہ اپنے ایک بندے کو جو نوع انسان میں سب سے سچا بندہ تھا۔ جس کو اس کے دشمن بھی الصادق اور الامین کہا کرتے تھے۔ آسمانوں پر لے گیا اور نہ صرف سات آسمانوں کا بلکہ آسمانوں سے بھی بالاتر مقامات کا مشاہدہ کرا دیا۔ اس صادق مصدوق نے ان تمام مقامات کا پوری حاضر حواسی، ہوش مندی اور کھلی ہوئی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ (سورۂ والنجم)

اس صادق امین نے شہادت دی اور غیر مبہم الفاظ میں بتایا کہ سماوات سات ہیں۔ آسمانوں کے پھاٹک اور دروازے ہیں، ان پر پہرے دار مقرر ہیں۔ آنحضرت ﷺ جس آسمان پر بھی پہنچے اور دروازہ کھلوانا چاہا تو قصہ دائر یعنی اس باب کے محافظ فرشتوں نے دریافت کیا۔ "کون"؟ سید الانبیاء ﷺ کے رفیق مقرب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ "جبرائیل"۔ دریافت کیا گیا۔ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام: محمد رسول اللہ (ﷺ) میرے ساتھ ہیں۔ محافظین: کیا ان کو دعوت دی گئی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ بے شک وہ مدعو کئے گئے ہیں۔

اس تحقیق کے بعد خوش آمدید کہتے ہوئے۔ دروازہ کھولا گیا۔ تب آنحضرت ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام اندر داخل ہوئے۔ اس صادق مصدوق نے پہلے آسمان پر چاند (قمر) کو نہیں دیکھا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا۔ مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں ان کی تمام ذریت دیکھی، پھر اسی طرح حضرت یحییٰ۔ حضرت عیسیٰ۔ حضرت یوسف۔ حضرت ادریس۔ حضرت ہارون۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام سے الگ الگ آسمانوں پر ملاقاتیں ہوئیں۔ کیا فلاسفہ قدیم اپنے گھڑے ہوئے افلاک میں اس مقدس نظارہ کی صلاحیت پاتے ہیں۔

سائنس جدید اور آسمان

اس موقع پر ہمیں سابق غلطی کا اعادہ ہرگز نہیں کرنا چاہئے کہ ہم نصوص قرآن کو سائنس جدید کی تصویروں یا اس کی تحقیق پر ڈھالنا شروع کر دیں۔

قرآن حکیم کی آیات محکم اور تردید و تنسیخ سے بلند و بالا ہیں اس کے مقابلہ میں عقل انسانی تحقیقات کی منزلیں طے کر رہی ہے ہر روز نیا انکشاف ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی یہ گمراہی بھی بہت پرانی ہے کہ نامکمل ہونے کے

باوجود اپنے تعصبات شریعت پر نظر ڈالتے ہوئے اپنے اور اپنے اہل زمانہ کے لوگوں کی وضع کی ہوئی ہے اور اپنے زعم میں قصور پیدا ہوا ہے کہ ان کی تعریف و تردید کرتی ہے۔ اللہ سب کا حساب لے گا۔ ہم تو اتنی بات کہہ دیتے ہیں کہ قرآن نے دلائل اور فیصلہ کرنے کے جو اصول بتائے ہیں ان کو ملحوظ رکھ کر ہم نے اپنے نتائج پیش کر دیئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا کلام اہل علم کے نزدیک قابل قبول ہوگا۔

اس وقت آسان تر یہ ہے کہ ہم ان کے مقالات میں سے ایک مقالہ میں ایک مثال دیکر ان کی بات کو اس کے طریقہ استدلال کے ساتھ پیش کریں اور پھر دوسری طرف سے اس کی تردید کریں اور ہمارے ساتھ اس کے غور و انصاف کا بھی اندازہ ہو جائے۔

مثال:

قرآن عظیم کی جو آیتیں ہم پر بیان کی گئی ہیں ان میں سب سے پہلی آیت ہے جس میں آسمانوں کے متعلق ہے۔ "ثم دخان" (پھر وہ آسمان تھے تو اب آسمانوں کی اصل دخان ہے) اس قرآنی قاعدہ کلیہ کو ہم پیش کرتے ہیں کہ اس میں تغیر کیوں آتے ہیں۔ تغیرات جو ان کا ہوا ہے آیا وہ ذاتی ہی ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہو سکتا ہے کیا اس میں کوئی تغیر ہے یا تغیر ہو سکتا ہے کیا "دخان" سے بنا ہوا یہ دھواں بھی تغیر کرتا ہے۔

قرآن پاک کی دوسری آیت کے بموجب جمادات اور نباتات کی پیدائش "ماء" سے ہوئی ہے (۲۱ نمبر ۵۵ رحمٰن) آیت نمبر ۱۱ الجاثیہ میں ہے "وانزلنا من السماء ماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات" ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کی مختلف قسم کے پھل نکلے۔ اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی ہے کہ ان تمام چیزوں کی حقیقت پانی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں عقل کا اختلاف ہے قرآن اور سید صاحب یہ کہتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کی حقیقت پانی ہے۔ لیکن کیمیا کی تحقیقات اس کو نہیں مانتیں۔ اسی طرح ہمیں اس "دخان" کی حقیقت کا بھی علم نہیں لیکن بعض علماء نے اس کا ذکر کیا ہے اور سید صاحب نے بھی اس کی حقیقت پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالی ہے لیکن یہ "دخان" کس حد تک صحیح ہے۔

بارہویں صدی کے مشہور عالم شیخ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان میں "دخان" کے متعلق یہ بحث کرتے ہوئے فرمایا "لا یعلم حقیقۃ الدخان الا اجزاء متفرقہ غیر متواصلۃ عدیمۃ النور" دخان کا مطلب یہی ہے اس کے سوا کوئی مطلب نہیں کہ متفرق اجزاء (ملیکیولز) جو پانی میں ملے ہوئے اور ملے ہوئے تھے اور ان میں روشنی نہیں تھی۔ (تفسیر کبیر ص ۲۵۵ ج ۸)

تفسیر کبیر کے مصنف نے اس سائنس نے کافی ترقی کی۔ علامہ مصطفیٰ جو ہری مصری نے بھی اس سائنس پر بحث کی ہے۔ اور قرآن پاک میں سب کچھ بتایا ان کی تحقیقات کو بھی نقل کرتے ہیں۔ "دخان" کی مادۃ غازیہ (گیسز) اور سائنس و مالیکیولز کو بھی ایک ترقی پذیر آسمان بتایا ہے۔ بعض علماء نے اس کی تشابہ کی بنا پر کہا ہے کہ یہ دھواں ہے۔ کچھ فرماتے ہیں اس کی بھی ایک جہان ہے۔ بعض مفسر کے نزدیک اس کو عالم سمجھتے ہیں اور سائنس جدید کے مطابق اس فرشتے نے ساٹھ ہزار عالموں کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ یہ ایک عالم ہے اور ان عالموں کی مادۃ غازیہ ہے۔ "کن فیکون" کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ان

"سماوات اور وجود" کے پہلے مرحلے میں ہیں۔ یہ بہت سے ہیں جو تمام کائنات کے قریب ہیں۔ واحد شمس نہیں ہے اور نہ ہی ہمارا نظام شمسی ہے جس کے اندر ہم موجود ہیں۔ اس طرح بہت سے نظام شمسی ہیں (جانے پہچانے کی اصطلاح میں ہزروں ہزار عالم (کائنات و جہان) شاید صحیح سورج میاں) ان میں اسی طرح کے سیارے ہیں تو کتب ہیں زمینیں ہیں اس ۱۹۰ء

مزید تفصیل کے لئے نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن پاک کی آیت اپنی جگہ پر ہے عالم اسلام پچھلے سو برس سے اس کو اسی طرح تلاوت کر رہا ہے۔ اس کا بعد ایک طرف تو مغرب کی تحقیق ہے۔ اس پر ان کو یہاں تک ناز ہے کہ فرماتے ہیں "اس سے کسی سوا یہ خیال نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس طرف علامہ موجودہ کی سائنس اور تحقیق ہے۔" "یہ آسمان کا ٹھیک پتہ ان کو کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ لمبا اور چوڑا ہے۔ اسی بنا پر داش مندوں نے "داش کی تعریف کی ہے" اسی طرف غالب "ابو الکلام فخر" فرماتے ہیں

تا	ابا	سد	داش	من
کہ	نہ	بیں	کہ	نادانم

یہی غالب یا مین دانشور تھے۔ انہوں نے اپنے قلم حقیقت کے متعلق لکھ کر یا تھا۔ کہ یہ "یوال" کیا ہے کیسے اور کس طرح آغاز ہے۔ غالب صاحب کو ملک سائنس پر اور پختہ تھا۔ کہ قرآن پاک عربی زبان میں ہے اس نے خود یہ کہا ہے۔ مسلمان عربی نہیں ہیں۔ آپ پاک میں ہو جانا ہے۔ اس کا جملہ ہی کیا ہے کہ کوئی ہے بیچ عربی کے لفظ کا ہو۔ باقی یہ کہ کتب اور زمینوں کا اس کو علم ہو احتمالی خالق کائنات کے والا

"حیرت از مطرب و مے و راز نہفتہ بود خدا کہ خلوت کس خانہ دوست دکشا یہ دین مصرا"

مگر ہمارا یہ مطلب نہیں کہ غور و فکر ممنوع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غور و فکر پر اعتماد کر لینا اور یہی کو حرف آخر سمجھ لینا صحیح نہیں ہے۔

سلسلہ کلام ختم کرنے سے پہلے یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ "کتاب الہدیٰ" یعنی قرآن علیم کا طرز استدلال منطقی یا فلسفی نہیں ہے۔ جس سے صرف خاص خاص لوگ فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ وہ خطیبانہ انداز میں استدلال کرتا ہے جس کی اثر انگیزی ہر شخص پر ہوتی ہے۔ اور جو بات عام دلوں میں جمی ہوئی ہے۔ اور لکھی ہوئی ہے۔ گویا وہ اس کو مضبوط کرتے ہیں۔ اسی طریقہ پر قرآن پاک نے بھی اپنا طریقہ استدلال رکھا ہے

عوام کو زمین کے بارے میں یہ بات جمی ہوئی ہے اور اس کو وہ شاید کی طرح یقینی بات سمجھتے ہیں کہ سورج چاند ستارے آسمانوں میں ہیں۔ سورج نکلتا ہے اور ڈوبتا ہے ملک کی بنا کو وہ بالا آسمانوں کے اسلوب میں بھی یہی دلیل پیش کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب آسمان نظر ہی نہیں آتے تو یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ہیں۔ اور ان میں کوئی مخلوق پائی جاتی ہے۔ اور چاند سورج آسمانوں میں ہیں مگر چاند عوام کو نظر آتا ہے۔ اور وہ اس کو مشاہدہ کی طرح یقینی سمجھتے ہیں۔ تو قرآن پاک اس زمین کو سامنے رکھ کر استدلال فرماتا ہے

متبع شریعت ہونے کے باوجود مصائب کیوں؟

(سوال ۹) خدا آپ کے فضل و کرم سے میں نماز پنجگانہ اور روزہ کا بھی پابند ہوں، مشتبہات سے بھی حتی الامکان بچتا ہوں، مگر پھر بھی اب رزق میسر آنے کے باوجود تکلیف سے دوچار ہوتا ہے، اس کے متعلق راقم کو مطمئن کریں

(الجواب) روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کا کفارہ نماز سے ہوتا ہے، بعض روزہ سے، بعض حج سے، بعض عمرہ سے، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان گناہوں کا کفارہ کس چیز سے ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رزق حاصل کرنے میں جو تکالیف اور رنج پہنچتے ہیں ان سے ان کا کفارہ ہوتا ہے لہٰذا معیشت کی ضرورت تحصیل علم، تجارت کے کاموں سے نہ چھٹے رہیں، خدا پاک مشکل آسان کرے گا۔ جو شخص روزانہ پانچ سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ اور ایک مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھ لیا کرے اس کا فاقہ اللہ اکبر بالصواب۔

نقش "افعل شریف" کو دعاء کی قبولیت کے لئے سر پر رکھنا کیسا ہے؟

(سوال ۱۰) دعاء کی قبولیت کے لئے نقش افعل شریف کو سر پر رکھنا اور یہ کہنا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کا واسطہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کی ہے اور اس نقش کی برکت سے میری فلاں حاجت پوری فرما دے، نیز نقش سر سے اتار کر چہرے پر پھیرنے اور چومنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جہاں تک آنحضرت ﷺ کے متعمول شدہ مبارک کلمات، پھر ان شریف تہجد شریف، جمعہ شریف، جمعہ مبارک وغیرہ یہ تمام چیزیں بڑی پربرکت اور قابل تعلیم اور لائق زیارت ہیں۔ ان کو حکمت اور محبت اور حسن عقیدت سے چومنا سر پر رکھنا یہ بھی سعادت اور دعاء کی قبولیت کے لئے بہت مؤثر ہے اور تمام صحابہ سے بھی ثابت ہے۔ حاشیہ ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ اردو قدیمی ص ۲۵۰ تا ۲۵۸ س ۲)

اور حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی لکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کی مٹی کا وہ حصہ جو آپ ﷺ کے جسم اطہر اور مبارک اعضاء کے ساتھ ملحق ہے وہ بھی شریف اور عزت اور تبرک سے بھی افضل ہے۔

(التصدیقات ص ۱)

مگر یہ فضیلت اصلی آثار اور سندی تبرکات کی ہیں۔ نقلی نقشے اور تعاویذ کا یہ حکم نہیں۔ اور صحابہ کے عمل سے بھی ثابت نہیں خانہ کعبہ کا طواف عبادت ہے۔ حجر اسود کو بوسہ دینا عبادت ہے۔ تو کیا اس کے نقش اور تصویر کا بھی یہی حکم ہوگا؟ ہرگز نہیں!

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ تو آپ نے چاروں کونوں کو بوسہ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ صرف دو کونوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کو آنحضرت ﷺ نے بوسہ دیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت تو خاموشی فرمایا۔ "کہ باعظمت چیز میں کوئی حصہ قابل ترک نہیں (کوئی طرف چھوڑ دینا چاہئے) مگر جب حضرت ابن عباس نے فرمایا "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پ ۲۱) یعنی تمہارے لئے رسول خدا ﷺ کا عمل بہترین نمونہ ہے۔ تو اب

حضرت معاویہ کا سلام نہ لینا حضرت ابن عباس سے فرمایا ہے شک آپ کی بات صحیح ہے لیکن یہ باعث تردد ہوا، باعث یہ ہوا کہ حضرت علی سے ثابت ہے (حضرت امام الائمہ) اس اقتدا سے بھی عمل شریف کتنے اور تم جیسا سمجھا سمجھا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ان کا مقام۔

کوئی شخص خدا کے وجود کا انکار کرنے لگے تو ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

(سوال ۱) ایک مسلمان نے مندرجہ ذیل کلمات کہے ہیں "میں نے خدا کو بالکل نہیں پایا (معاذ اللہ) اس نے کہا لوگ خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے، بہت خوشحال ہو گئے ہیں جیسے یورپین قومیں وغیرہ، وہ تو خدا کو نہیں مانتیں تو بھی ہزار ہا میں ایک آدھ ہی ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی اس لیے ہوا ہے کہ لوگ ایسے سمجھتے ہیں تو مانتے ہیں اور جب ترقی کر رہے ہیں تو ایسے شخص کے لئے شرع میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسے شخص پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔[1]

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

"مسلمانوں نے ہندوستان میں مال اور دولت اس لئے ان کے ایمان میں نقص آیا یا نہیں؟

(سوال ۲) بات کہنے والے نے یہاں ایک مقدمہ بنایا ہے اس کا مسلک یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی حکومت کے زمانہ میں مال و دولت بہت حاصل کیا اور اس دولت کے حاصل کرنے میں ان کو ہندوؤں سے بہت کچھ لینا پڑا اور ہندوؤں کو دینا پڑا، ہندوؤں کو دینے کی وجہ سے ان کے ایمان میں کوئی نقص نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پر مسلمانوں کے دل میں قائم کرنے کے لئے ہندوؤں کو یہ دولت دی ہے۔

(۱) اس قول سے ان دونوں قوموں کے ایمان کا درجہ باقی رہا یا نہیں؟ (۲) ایمان باقی رہنے کی صورت میں ان کے لئے تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے یا نہیں؟ (۳) مسلمانوں کا ہندوستان میں مال و دولت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴) جن مسلمانوں نے مال حاصل کرنے کے لئے ایمان میں نقص آیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہندوستان کے جن مسلمانوں نے اپنے لئے مال و دولت حاصل کرنے میں نقص فی اللہ تعالیٰ و لا تعاونوا علی الاثم والعدوان (یعنی گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تم آپس میں مدد نہ کرو۔ (سورۃ مائدہ) ہندوؤں کو ایسی مدد دی جس کی وجہ سے یہ کافر ہوئے یا کفر کرنے پڑا ایمان سے نکل جانے اور نکاح ٹوٹ جانے کا قوی خطرہ ہے یا جانے کا ایمان کی تجدید ان پر لازم ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرنی چاہئے۔ جو کچھ لیا ہے کہ اپنے ناجائز فعل کا ہوں اور جو کچھ دیا ہے اس کے متعلق کام میں ہندو قوموں کا تعاون کرنے کی وجہ سے ان کے مذہب میں یہ کام ثواب کا ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] در محل قول لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہ بکفر فتاوی عالمگیری۔ حکمہ المرتد فی ما یتعلق بالکفر ج ۲ ص ۲۹۳

[2] وفی شرح الجرور لو یکن یعتقد فی ذلک تعظیما للجرور لا لذلک والشرب وما عندہ ذلک الیوم للمسلمین ولم یقصد تعظیم ذلک۔ فتاوی عالمگیری۔ حکمہ المرتد فی ما یتعلق بالکفر ج ۲ ص ۲۷۷

جاسوس کھودنے کے لئے غیر مسلم سے مشورہ کرنا اور اس کی بات پر یقین کرنا

السوال (۳۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ مسلمان کا کافر سے کیا معاملہ ہے کیا کافر کے ساتھ اس بات کی تحقیق کے لئے کہ اپنی کہاں زیادہ صفائی ہے ایسے کافر کے پاس جاتے ہیں جب اس کے پاس جاتے ہیں تو وہ یہ سوال کرتا ہے کہ تم کس کام کے لئے ہے ہو مسلمان جواب دیتا ہے کہ ہم فلاں کافر سے اپنی کہاں زیادہ صفائی ہے مسلمان اس کو کہتا ہے کہ تم فلاں کافر کے پاس جاؤ اس کے بعد وہ کافر اس مسلمان کا پورا پتہ اس کو جاتے ہیں کہ مسلمان اس کافر کے پاس جاتے ہیں اور کافروں کی جگہ بتاتے ہیں مسلمان اس کافر کے پاس جاتے ہیں اور کافر مسلمان کو اپنے پاس نہیں رہنے دیتا ہے اور اس کو اپنے پاس سے نکال دیتا ہے

یہ لوگ ان پڑھ اور علوم دینیہ سے ناواقف ہیں اسلامی تعلیم انہیں نے حاصل نہیں کی اس وجہ سے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کرنا، ان کے ساتھ رواداری و محبت و شفقت سے پیش آنا، نماز کا عادی بنانا یہ دین کی بڑی خدمت ہوگی۔ اور اس طرح ان کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ان سے قطع تعلق کر لینے میں ان کے اسلام ہی سے نکل جانے کا خطرہ ہے لہذا خصوصت کی اور ترک کلامی و حسن اخلاق سے ان کو سمجھانا اور ان کے لئے دینی علوم کے حصول کا بندوبست کرنا، اپنے لڑکوں کا اسلامی فریضہ ہے اچھائی سمجھ سے اگر قوم کا ایک شخص راہ راست پر آگیا تو یہ دین کی بڑی خدمت ہوگی ۱۲ ۔ دوں کا بھی زندہ امت پر آنے کا ذریعہ ہوگا اور یہ دینی سعی انشاء اللہ آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بزرگوں کے طفیل سے دعا مانگنا جائز ہے مگر مزار پر حاضر ہونا ضروری نہیں ہے

(سوال ۱۵) مزار پر جانا اور مزار کے سامنے ہاتھ باندھ کر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر اس سے دعا مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بزرگوں کے طفیل سے دعا مانگنا جائز ہے مگر اس کے لئے مزار پر حاضر ہونا ضروری نہیں ہے۔ دعا صاحب مزار سے مانگنا نہیں ہے خدا سے مانگنا ہے اور خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور موجود ہے۔[۱]

(۱) تقلید شرعی یعنی ائمہ کی تقلید۔

(۲) تقلید کی ضرورت اور تقلید ائمہ اربعہ کے وجوب پر امت کا اجماع۔

(سوال ۹) کیا فرماتے ہیں علماء حنفی مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے شہر بھروچ میں ایک شخص نے اہل حدیث مذہب قبول کر لیا ہے اور وہ نماز میں رفع الیدین کرتا ہے اور زبری نماز میں زور سے آمین کہتا ہے تو ہمارے کئی بھائی اس کو ملحق کہتے ہیں تو رفع الیدین کرنا اور آمین کہنا سنت ہے یا بدعت؟ ہمارے مہربانی سے جلد از جلد تحقیق سے جواب عنایت فرمایئے عنوا تثابوا۔

(۱) اس اہل حدیث بھائی کا کہنا ہے کہ نماز میں رفع الیدین کرنا بخاری اور مسلم کی حدیث سے ثابت ہے اور یہ مسئلہ فقہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۲۹ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ فرمایا تھا رفع الیدین کیا ہے اور آمین بالجہر کا مسئلہ بھی ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۲۲ میں موجود ہے تو آمین اور رفع الیدین کرنا سنت ہے۔ ہمارے بھائی کا یہ کہنا بدعت ہے۔ ہمارے مہربانی سے جواب عنایت فرمایئے بینوا توجروا۔

نوٹ: جلد از تحقیق معلوم ہوا ہے کہ رسالہ خود ہی نیا مقلد بن چکا ہے۔ اس لئے جواب میں اسی کو مخاطب کیا گیا ہے۔

(۱) بقولہ لا یا لا حق لبعض علی بعض فقد قال اللہ لا حق لھم وجوبا علی اللہ تعالیٰ لکن سبحانہ وتعالیٰ جعل لھم حقا من فضلہ او برحمۃ بالغۃ بعض المعزلۃ (المعتمۃ فیکون من باب لو سألنی لاعطیتک۔ اللہ تعالیٰ والصواب اشرسیلہ واللہ تعالیٰ من قولہ الشفاعۃ امر من علی ما فی الخصص وحادیۃ روایۃ۔ اللھم انی اسألک بحق سائلی علیک۔ وقال السکی لبعض المتاخرین بانی ابرہ الی من ولم یکرہ احد من اسلفہ، ولا تخالف الا ابن تیمیہ ج ۱ ملخص زبدۃ المحتسر مختصرا والا بانۃ فصل فی الشفع ج ۱ ص ۲۹۷

(الحواشی) حامد ومصلیاً ومسلماً وباللہ التوفیق۔ سوال کی عبارت بعینہٖ وہی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے۔ سائل تقلید (مذہب حنفی چھوڑ کر غیر مقلد (لامذہب) بن گیا ہے۔ علم کا حال یہ ہے کہ وہ تیر وسطر کے سوال میں پس ۴۰ سے ۴۵ غلطیاں کی غلطیاں ہیں۔ جب اردو زبان میں اس کا انتساب علم یہ ہے کہ اردو صحیح لکھنا آتا ہے نہ یہ قرآن اور احادیث عربی کتابیں کیا سمجھ سکتے ہیں؟

"قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا"

شیخ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں۔ واسما حق العوام ان یؤمنوا ویسمعوا ویشتغلوا بمعاشھم ومعادھم ویترکوا العلم للعلماء فالعامی لو بزنی او یسرق کان خیرا لہ من ان یتکلم فی العلم فانہ من تکلم فی اللہ وفی دینہ من غیر اتقان العلم وقع فی الکفر من حیث لا یدری کمن یرکب لجۃ البحر وھو لا یعرف السباحۃ۔

یعنی عوام کا فرض ہے کہ ایمان اور اسلام لا کر اپنی عبادتوں اور روزگار میں مشغول رہیں علم کی باتوں میں مداخلت نہ کریں اس کو علماء کے حوالے کر دیں۔ عامی شخص کا علمی سلسلہ میں بحث کرنا زنا اور چوری سے بھی زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے کیونکہ جو شخص دینی علوم میں بصیرت اور پختگی نہیں رکھتا وہ اگر فرضاً تعالیٰ اور اس کے دین کے مسائل میں بحث کرتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ وہ ایسی رائے قائم کرے جو کفر ہو اور اس کو اس کا احساس بھی نہ ہو کہ جو اس نے سمجھا ہے وہ کفر ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سمندر میں جا پڑے۔

(احیاء العلوم ص ۳۵ ج ۳)

عام مسلمانوں کو شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے دلیل کرنا ضروری ہے باریکیوں میں الجھنے کی ضرورت نہیں۔ حدیث میں ہے۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے بھی وہ حقوق بتلا دیجیے۔ آپ ﷺ نے چند سوالات کیے (۱) تو خدا کی معرفت حاصل کر چکا؟ (۲) تو نے اللہ کے کتنے حقوق ادا کیے؟ (۳) تجھے موت کا کام ہے؟ (۴) تو موت کی تیاری کر چکا؟ آخر میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو جا اور بنیاد مضبوط کر پھر آ تو میں تجھے عمارت سے باخبر کروں۔

(جامع بیان العلم ص ۳۳)

اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔ تحمد النساء رؤساً حیھا لا تفتوا فاقرا بغیر علم فضلوا واضلوا (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲ کتاب العلم)

یعنی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ (ایسا زمانہ آئے گا کہ) لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے اور ان سے مسائل دریافت کریں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ان حالات میں تقلید اور مذاہب حقہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) چھوڑ کر غیر مقلد (لامذہب) بن جانا اور نفسانی خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا اور مجتہدین کی تقلید کو باطل اور شرک سمجھنا اور مذہب حقہ کو ناحق کہنا اور ائمہ دین کو قرآن و احادیث کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرنے والا بتانا حرام اور موجب گمراہی ہے۔ ایسے لوگوں کو تو "اہل حدیث" بتانا ہی نازیبا ہے جس طرح فرقہ ضالہ مفترین حدیث کو "اہل قرآن" کا نام دینا مناسب اور جائز نہیں اسی طرح

[illegible] ہے اور اس کے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

السواد الاعظم ومن شذ شذ فی النار ست لسداد الحفظ لا هذه لا اربعه کذا فی تدریب الراوی السواد الاعظم جمی بڑے مسلمان گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے زمانہ کے اکثر مسلمانوں کا مذہب رکھتا ہو اگر چند شہروں کے لوگ ایک طرف ہوں اور باقی تمام دنیا کے مسلمان دوسری طرف تو اعتبار انہیں کا ہوگا جو اکثر ہیں اور جو ان سے جدا ہو کر گروہ بنائے وہ جہنم میں جائے گا (ت) (مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان باب الاعتصام الفصل الثانی مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱/۲۱۵)

(۱۰) مظہر فرماتے ہیں حضرت شیوخ ائمہ حدیث طریق حدیث اور ائمہ مذاہب اربعہ سے مقلدین سواد اعظم فرماتے ہیں اور نہ کسی غیر مقلد سواد اعظم سے خارج کہا ہے ہیں ان لئے کہ لوگ ائمہ اربعہ جن سے کسی امام کو مقلد نہیں کہتے وہ تشریع میں بری طرح ہیں اور حقیقت وہ ارشاد کلمات کی پیروی کرتے ہیں۔ ائمہ حضرت ﷺ کا فرمان پہنچاتے ہیں۔ اتبعوا السواد الاعظم (اتباع کرو بڑے گروہ کی۔ ت) (ابن ماجہ باب السواد الاعظم ص ۲۹۱)

(۱۱) مرقاۃ حدیث میں ہے علیکم بالجماعۃ فان ید اللہ علی الجماعۃ (جماعت کے ساتھ رہو۔ ت) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

تیسری حدیث میں ہے لا تجتمع امتی علی ضلالۃ (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ ت) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

پانچویں حدیث میں ہے لن تجتمع امتی علی الضلالۃ (میری امت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی۔ ت)

پانچویں حدیث ید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار (جس مسئلہ میں مسلمانوں میں اختلاف ہو اور ایک طرف علماء اسلام کی اکثریت ہو اس کے ساتھ رہو اور اس لئے کہ اس جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے یعنی اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور جو ان سے الگ ہوا (یعنی ایسا مسئلہ نکالا جو اجماعی نہ تھا۔ ت) وہ جہنم میں جا ڈالا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

چھٹی حدیث ان اللہ یحفظنی ولا یزال یدفع عن امتی کذب العلم باحد الصدقۃ والفاحیۃ وایاکم والشعب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ (اللہ تعالیٰ ہمارے علماء کو ہمیشہ ایسی طرح کی باتوں کا بھیجتا رہتا ہے (جو وجہ کافی کی بات پر دلالت کرتے ہیں) جو ان سے نقل در نقل کی جاتی رہتی ہے اور میری امت سے ان کو دفع کرتا رہتا ہے ایک کتاب سے دوسری۔ (ت) (ایسی طرح تم بھی اپنے علماء کی جماعت سے ملے رہنا اور جماعت عامہ (سواد اعظم) میں اپنے کو شامل رکھو۔ ت) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ وغیرہا)

ساتویں حدیث من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام عن عنقہ (جس نے ایک بالشت بھر بھی جماعت سے علیحدگی اختیار کی (یعنی چند مسائل میں جمہور مسلمانوں سے الگ ہو گیا۔ ت) اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال ڈالی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ وغیرہا)

آٹھویں حدیث ان تسعین صنفا منھم واحدۃ ناجیۃ وسائرھم ھالکۃ فعلیکم بالجماعۃ الخ (بنی اسرائیل کے تہتر فرقے ہوئے تھے ان میں سے ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی سب جہنمی ہوں گے (اب یہ فضیلت ہے اس

(۱) قال السخاوی وبالجملۃ فھو حدیث مشھور لہ طرق کثیرۃ وقد افرد بالتصنیف کما فعلہ ابو نعیم وغیرہ المقاصد الحسنہ ص ۱۰۰

[illegible] (شرح العقائد النسفية ص ۱۲۳)

[illegible]

[illegible] (الحجة البالغة ج ۱ ص ۲۲۲)

[illegible]

[illegible]

[illegible] (الحجة البالغة ج ۱ ص ۲۲۲)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ناب رہے تھے ہو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ رکھتے ہوں (یعنی اصولاً تقلید شخصی کا رواج ہو گیا) اور یہی طریقہ اس وقت رائج تھا۔ (انصاف مع ترجمہ کشاف ص ۵۹)

اور فرماتے ہیں:۔ وھذہ المذاھب الاربعۃ المدونۃ المحررۃ قد اجتمعت الامۃ او من یعتد بہا منہا علی جواز تقلیدھا الی یومنا ھذا۔ اور یہ مذہب اربعہ مدون و محرر ہو گئے ہیں پوری امت یا امت کے معتد حضرات نے ان مذاہب اربعہ مشہورہ کی تقلید کے جواز پر اجماع کر لیا ہے (اور یہ اجماع) آج تک باقی ہے (اس کی مخالفت جائز نہیں بلکہ مذہب گمراہی ہے) (حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۱۵۴ الفصل الی مسائل ضمت فیہا الا قدام)

اور فرماتے ہیں:۔ وما الحملۃ فالمذھب للمجتہدین سراً الھمہ اللہ تعالی العلماء جمعھم علیہ من حیث یشعرون اولا یشعرون۔

ترجمہ:۔ الی حمل ان مجتہدین (مثلاً ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) کے مذہب کی پابندی (یعنی تقلید شخصی) ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں الہام کیا ہے اور اس راز کو متحقق کیا جانے والا تقلید اس کی صحت اور راز کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو (یعنی تقلید کی حکمت اور خوبی ان کو معلوم ہو یا نہ ہو) (انصاف عربی ص ۳۰، انصاف مع کشاف ص ۹۳)

اور فرماتے ہیں:۔ انسان جاھل فی بلاد الھند و بلاد ما وراء النھر ولیس ھناک عالم شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتاب من کتب ھذہ المذاھب وجب علیہ ان یقلد لمذھب ابی حنیفۃ ویحرم علیہ ان یخرج من مذھبہ لانہ حینئذ یخلع من عنقہ ربقۃ الشریعۃ ویبقی سدی مھملاً۔

ترجمہ:۔ کوئی جاہل عامی انسان ہندوستان اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو (کہ جہاں مذہب حنفی پر عمل نہ ہوتا ہے) اور وہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور ان مذاہب کی کوئی کتاب ہو تو اس وقت اس پر واجب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مذہب کی تقلید کرے اور اس پر حرام ہے کہ حنفی مذہب کو ترک کر دے اس لئے کہ اس صورت میں شریعت کی رسی اپنے گلوں سے نکال پھینکتا ہے اور مہمل و بیکار بن جاتا ہے (انصاف عربی ص ۵۲ مع ترجمہ کشاف ص ۷۰ ملخصاً)

حضرت شاہ صاحب کو بھوپال جانے کے آنحضرت ﷺ کی جانب سے تقلید کرنے پر مامور کیا گیا اور دار تقلید سے خروج کی ممانعت کی گئی۔ چنانچہ آپ فیوض الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں:۔ واستعدت منہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ امور خلاف ما کان عندی وما کانت طبعی تمیل الیہ الاستعداد ھذہ الاستفادۃ من براھین الحق تعالیٰ علی الخ قولہ وانا نھیما الوصاۃ بالتقلید بھذہ المذاھب الاربعۃ لا اخرج منہا الخ۔

ترجمہ:۔ مجھے آنحضور ﷺ کی جانب سے ایسی تین باتیں حاصل ہوئیں کہ میرا خیال پہلے ان کے موافق نہ تھا اور نہ میرا طبعی میلان بالکل ان کی طرف تھا یہ استفادہ میرے اوپر براہین حق میں سے ہوا۔ ان تین امور میں سے دوسری بات یہ تھی۔ حضور آنحضرت ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں ان ائمہ اربعہ کی تقلید کروں اور ان سے باہر نہ جاؤں (فیوض الحرمین ص

[illegible]

ورقہ ماتے ہیں: وعن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما وسلم ان في [illegible] يختلف عرضه [illegible] وانه الذي [illegible] وانه الذي [illegible] وانه الذي

حدیث کے ارکانوں میں سے ایک رکن، اپنے زمانہ کے امام اور محدثین کے پیشوا تھے ان کی جرح وتعدیل علمائے رجال میں معتبر ہے اور آپ شافعی المذہب تھے (رجال ص ۱۲)

امام ابوداؤد کے متعلق تاریخ بتاتے ہیں کہ بقول خطیب، ذہبی، شافعی امام ابوداؤد محدث اہل حدیث کے حافظ، فقہ کی اچھی طرح سمجھ رکھتے تھے اور فقہ میں بڑا درجہ رکھتے تھے۔ مؤلف صرف اس پر بس نہیں کرتے کہ آپ شافعی تھے بلکہ خطیب اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں اور امام شافعی (۲۰۴ھ) کی فقہ کا حامل تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن قطان وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ امام ابن حجر کا قول ہے مطابق ثقہ تھے۔ امام یحییٰ بن معین محدث یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، امام بخاری، امام نسائی یہ سب تلامذہ تھے، یحییٰ سے سماع کیا۔ ان کے علاوہ ان کے والد شیخ عبدالاشعث سجستانی بھی تھے

یہ ان محدثین عظام کا ذکر ہے جنہوں نے صحاح ستہ کی تصنیف کے وقت سے لے کر آج تک صحاح ستہ کی خدمت کی ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے محدثین ہیں جنہوں نے صحاح ستہ کی خدمت کی ہے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کا ذکر کرنا بھی بہت مشکل

الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ محدث کبیر امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ محدث مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی صاحب بذل المجہود شرح ابوداؤد متوفی ۱۳۴۶ھ محدث مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب فتح الملہم شرح صحیح مسلم متوفی ۱۳۶۹ھ وغیرہ وغیرہ۔

علماء سندھ:۔

محدث شیخ ابوالحسن سندھی متوفی ۱۱۸۷ھ شیخ ہاشم سندھی، پیر الخلیب سندھی م ۱۱۷۴ھ، شیخ محمد معین سندھی م ۱۱۸۰ھ شیخ محمد عابد سندھی م ۱۲۵۷ھ شیخ حیات سندھی م ۱۱۶۳ھ رحمہم اللہ وغیرہ جنہوں نے صحاح ستہ اور کتب حدیث پر حواشی لکھے۔ اور مدینہ منورہ جا کر حدیث کا درس دیا۔

اولیاء ہند:۔

امام ربانی شیخ سید احمد مجدد الف ثانی نقشبندی م ۱۰۳۱ھ عارف باللہ محدث مرزا مظہر جان جاناں م ۱۱۹۵ھ اولیاء ہند کے سرتاج خواجہ معین الدین چشتی (سن وفات میں چند اقوال ہیں ۶۳۳ھ ۶۳۳ھ ۶۳۶ھ ۶۳۷ھ) خواجہ قطب الدین بختیار کاکی م ۶۳۳ھ یا ۶۳۴ھ خواجہ فرید الدین گنج شکر م ۶۶۴ھ یا ۶۶۸ھ خواجہ نظام الدین اولیاء متوفی ۷۲۵ھ خواجہ علاء الدین صابر کلیری م ۶۹۰ھ وغیرہ وغیرہ ہزارہا صحابہ تابعین۔ مفسرین، محدثین، مشائخ مقتدین گذرے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر، حدائق حنفیہ، انوار باری کے مقدمہ کا حصہ دوم، تذکرہ محدثین۔

ائمہ اربعہ کی تقلید اور تقلید کا ائمہ اربعہ میں منحصر ہو جانا اور جمہور اہل سنت والجماعت کا مذاہب اربعہ میں مجتمع ہونا خود ایک بہت عظیم خدمت ہے۔ ہر زمانہ میں خدا ترس اور علماء متدین اس کی تصریح کرتے رہے ہیں کہ جو تقلید کا منکر ہو اور غیر مقلد بن کر شتر بے مہار کی طرح زندگی بسر کرتا ہو اور اپنی خواہشات پر عمل پیرا ہو وہ اہل بدعت میں سے ہے۔ اہل سنت میں سے نہیں شیعہ تقلید ائمہ اربعہ کے منکر ہیں اور مذاہب اربعہ کو بدعت کہتے ہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین بھی ان کے نقش قدم پر چل کر تقلید کو بدعت و شرک کہتے ہیں (یہ غیر مقلدین اور بھی دیگر مسائل میں شیعہ روافض کے ہم مشرب ہیں مثلاً روافض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو معیار حق تسلیم نہیں کرتے اسی طرح غیر مقلدین بھی صحابہ کے معیار حق ہونے کے منکر ہیں، روافض ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع کو تسلیم نہیں کرتے اسی طرح غیر مقلدین بھی ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے وقوع کے منکر ہیں، روافض ۲۰ رکعت تراویح کو بدعت کہتے ہیں غیر مقلدین بھی ۲۰ رکعت تراویح کو بدعت عمری کہتے ہیں، روافض جمعہ کے دن اذان اول کو جو منارہ پر دی جاتی ہے۔ بدعت کہتے ہیں اسی طرح غیر مقلدین بھی اس اذان کو بدعت عثمانی قرار دیتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے خلافت کے زمانہ میں عورتوں کی آزادی و بے اعتنائی دیکھی تو صحابہ کے مشورے سے عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا (اگر حضور اکرم ﷺ عورتوں کی یہ حالت دیکھتے تو خود بھی روک دیتے۔ اس فیصلہ شیعہ و روافض نے قبول نہیں کیا اسی طرح غیر مقلدین نے بھی منظور نہیں کیا۔ واللہ اعلم)

غرض سوائے شیعہ اور چند علماء غیر مقلدین کے تقریباً تمام ہی علماء نے تقلید کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور بیسیوں

اپنی تصانیف میں اس پر بحث کی ہے۔ چنانچہ شرح مسلم الثبوت میں ہے۔ بل یجب علیهم اتباع الذین سبروا ای تعمقوا وبوبوا ای اوردوا ابوابا لکل مسئلة علیحدة فهذبوا مسئلة کل باب ونقحوا کل مسئلة عن غیرها وجمعوا بینهما بجامع وفرقوا بفارق وعللوا ای اوردوا لکل مسئلة علته وفصلوة تفصیلاً وعلیه بنی ابن الصلاح منع تقلید غیر الائمة الاربعة الا مام البهمام امام الائمة اما منا الکوفی رحمه الله والا مام مالک رحمه الله ، والا مام الشافعی رحمه الله والا مام احمد رحمهم الله تعالی وجزاهم عنا احسن الجزاء، لان ذالک المذکور لم یدر فی غیرهم۔

ترجمہ۔ بلکہ ان عوام پر ان حضرات کی پیروی اور اتباع واجب ہے۔ جنہوں نے نظر عمیق سے کام لیا اور ابواب قائم کر کے ہر مسئلہ کو اس کے مناسب باب میں درج کیا، اور ہر مسئلہ کی تنقیح اور چھان بین کی اور جمع کیا اور تفریق کی (یعنی ہر مسئلہ کو جمع کیا اور ہر مسئلہ کو دوسرے مسئلہ سے جدا کیا)۔ اور ہر مسئلہ کی علت بیان کی اور پوری پوری تفصیل کی (یہ بات تفصیلی طور پر صحابہ کی اقوال میں نہیں ہے۔ اس لئے عوام کے لئے عمل کرنا مشکل ہوتا ہے اور وہ مخالط میں پڑ جائیں گے بنا علیہ اصول حدیث کے واسع محدث یگانہ علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ نے ائمہ اربعہ کے سوا دوسروں کی تقلید کی ممانعت فرمائی کہ امور مذکورہ مذاہب اربعہ کے سوا اور کسی مذہب میں موجود نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ان ائمہ اربعہ کو ہم سب کی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت للعلامہ بحر العلوم متوفی ۱۲۲۵ھ ص ۶۲۹)

علامہ ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ "الاشباہ والنظائر" میں ارقام فرماتے ہیں۔ وما خالف الائمة الاربعة فهو مخالف للاجماع۔ یعنی (کسی شخص کا) کوئی فیصلہ ائمہ اربعہ کے خلاف ہو تو وہ اجماع کے خلاف ہے (اس لئے قابل قبول نہیں ہو سکتا) (ص ۱۳۱)

حافظ حدیث علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ متوفی ۸۶۱ھ نے "التحریر فی اصول الفقه" میں تصریح فرمائی ہے۔ وعلی هذا ما ذکر بعض المتاخرین منع تقلید غیر الاربعة لانضباط مذاهبهم وتقلید مسائلهم وتخصیص عمومها ولم یدر مثله فی غیرهم الآن لانقراض اتباعهم وهو صحیح۔

یعنی اور اسی بنیاد پر بعض متاخرین نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ ہی کی تقلید متعین ہے نہ کہ دوسرے ائمہ کی، اس لئے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مکمل منضبط ہو گئے ہیں اور ان مذاہب میں مسائل تحریر میں آ چکے ہیں اور دوسرے ائمہ کے مذاہب میں یہ چیز نہیں ہے اور ان کے متبعین بھی ختم ہو چکے ہیں اور تقلید کا ان ہی چار اماموں میں منحصر ہو جانا صحیح ہے۔ (التحریر ص ۵۵۲)

اورنگ زیب عالمگیر کے استاذ علامہ، زبردست فقیہ، اصولی، جامع المعقول والمنقول شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون صدیقی (متوفی ۱۱۳۰ھ "تفسیرات احمدیہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔ قلنا وقع الاجماع علی ان علی ان الاتباع انما یجوز للاربع۔ الی قوله وکذا لا یجوز الاتباع لمن حدث مجتهداً مخالفاً لهم۔ یعنی اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے کہ اتباع (تقلید) صرف ائمہ اربعہ کی کی جائز ہے، اسی بنا پر جو مجتہد (اس زمانہ میں) نیا پیدا ہوا اور اس کا قول ان ائمہ اربعہ کے خلاف ہو تو اس کی اتباع بھی جائز نہیں۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۲۲۶ مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

(ہدایہ میں کئے بعد پھر لکھتے ہیں) والانصاف ان انحصار المذاهب في الاربعة ؛ تاهيم لفضل الهي وقبولية من عند الله لا محال فيه لمن توجهات والا فالحق احق ان يتبع ۔ مذاہب کا چار میں منحصر ہونا اور ان میں سے مذہب کی اتباع کرنا فضل الٰہی ہے اور مذاہب اربعہ کا قبولیت عند اللہ ہونا بلاشبہ ان کی توجہات کی وجہ سے ہے (تفسیرات احمدیہ ص ۲۲۶، داؤد بن سلیمان الدیحکمہ فی الحرمت آب نے ماخذ (مسودہ) ص ۱۷)

اور شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ فلما حدثت الحداثة قد قرن بعد القرون الثلثة و لا اربعة على اربعة المذاهب ولم يبق في غيرها احد قال سوى هذه المذاهب الاربعة فقد انعقد الاجماع المركب على بطلان قول من يخالف كلهم وقد قال الله تعالى ومن يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم

(حجۃ اللہ البالغہ مصری ص ۱۵۵ ج ۱ مسودہ ص ۱۵۵ ج ۱ مسودہ ص ۱۵۵ ج ۱ مسودہ

ہیں کہ حضرت خواجہ سید الطائفہ بن زندۃ الاولیاء قرۃ الحق والشرع شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے بتاریخ ۱۰ ذی الحجہ ۶۴۵ھ فرمایا کہ ہر چار مذاہب برحق ہیں۔ لیکن یہ یقین جانتا چاہئے کہ مذہب امام اعظم سب سے افضل تر ہے اور دیگر مذاہب اس کے پاس ہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ افضل المجتہدین ہیں اور الحمد للہ کہ ہم حنفی کے مذہب میں ہیں (نخبۃ صافی ص ۱۰۴)

علامہ جلال الدین سیوطی "شرح جمع الجوامع" تحریر فرماتے ہیں۔ یجب علی العامی وغیرہ ممن لم یبلغ مرتبۃ الاجتہاد التزام مذھب معین من مذاھب المجتھدین "عامی وغیر عالمی پر جو اجتہاد کے درجہ کو نہ پہنچا ہو مجتہدین کے مذاہب میں سے ایک مذہب معین کو عمل کرنے کے لئے اپنے اوپر لازم کرلینا"

(نخبۃ الزیدیہ ترجمہ شرح اوقایہ ص ۱۰) مقدمہ۔

شارح مسلم الثبوت محب اللہ بہاری "وصولۃ الطالبین" میں تحریر فرماتے ہیں "اما الاجتہاد المطلق فقالوا انحتم بالائمۃ الاربعۃ حتی لو حرر تقلید واحد من ھولاء علی امتہ وقفل امام المحرمین الاجماع علیہ "یعنی اجتہاد مطلق" کے متعلق علماء فرماتے ہیں "ائمہ اربعہ پر ختم ہوگیا حتی کہ اگر تمام امت کا تقلید کسی ایک امام کا اختیار کرلینا امام الحرمین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے" (نخبۃ الزیدیہ ص ۱۰) مقدمہ۔

"الہدیۃ السراج شرح مقدمہ ابن عباد" میں ہے "وفی زماننا ھذا قد انحصرت صحۃ التقلید فی ھذہ المذاھب الاربعۃ (الی قولہ) ولا یجوز الیوم تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ فی قضاء ولا افتاء" یعنی ہمارے اس زمانہ میں تقلید مذاہب اربعہ میں منحصر ہوگئی ہے اور آج ائمہ اربعہ کے سوا کسی اور امام کی تقلید جائز نہیں ہے نہ تو قضا کی نہ افتاء کی۔

(نخبۃ الزیدیہ ترجمہ شرح وقایہ ص ۱۵)

امام عبدالوہاب شعرانی "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں "وکان سیدی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ اذا سئلہ انسان عن التقلید بمذھب معین الان ھل ھو واجب ام لا یقول لہ یجب علیک التقلید بمذھب من المذاھب ما دامت لم تصل الی شھود علی الشریعۃ الاولی من الوقوع فی الضلال وعلیہ عمل الناس الیوم۔

یعنی میرے سردار علی خواص رحمۃ اللہ علیہ جب یہ پوچھا جاتا کہ اس وقت مذہب معین کی تقلید واجب ہے یا نہیں؟ تو فرماتے "کہ تم پر مذاہب معین کی تقلید واجب ہے جب تک تجھے اول درجہ کا کشف وشہود سے مرتبہ اجتہاد حاصل نہ ہو اس وقت تک معین امامی کی تقلید سے قدم باہر نہ نکالنا (کہ یہ موجب گمراہی ہے) اور اس پر آج لوگوں کا عمل ہے۔ (میزان کبریٰ)

مشہور تفسیر قرآن وحدیث کے ماہر سید احمد طحطاوی (متوفی ۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں۔ فعلیکم یا معشر المسلمین بباتباع الفرقۃ الناجیۃ السواد الاعظم اھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ فی مواضعھم وحد

[illegible] وسطه، ومعه في محافلهم وهذه الطائفة الحنفية فقد اجتمعت اليوم في المذاهب الاربعة اهم المجتهدون والسالكون والمتفانون والمتبعون ومن كان خارجاً من هذه المذاهب الاربعة في ذلك الزمان فهو من اهل البدعة والنار۔

یعنی اے گروہ مسلمانان آج جو جماعت پائے اسے لازم ہے کہ اہل سنت واجماعت کے ساتھ ہو اور جو تفرقہ کرے اس سے جدا ہو بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے اور جو اکیلا ہوا اکیلا ہی جہنم میں پڑا۔ اہل سنت وجماعت کی نشانی یہ ہے کہ وہ فضیلت کے تمام درجات کے ساتھ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کو مانتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہمیں بھی ان سے راضی کرے) یعنی اہل سنت والجماعت آج کل منحصر ہو گئی ہے ان چار مذاہب میں یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں۔ جو شخص ان چار مذاہب سے خارج ہے وہ اہل بدعت اور اہل نار سے ہے (اہل سنت میں داخل نہیں) (طحطاوی علی الدر المختار ص ۲۵۳ ج ۴ کتاب الزکوٰۃ)

حضرت مولانا محمد عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

(سوال) آج کل مذہب والے مذہب اربعہ کو جماعت کہتے ہیں کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔

الجواب واجب ہے کہ اہل مذاہب اربعہ جماعت کہلائیں کیونکہ یہ مذاہب اجماعی ہیں (مجموعۃ مسائل ص ۹۲ ج ۱)

(سوال) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اہل مذاہب اربعہ جماعت ہیں یا نہیں اگر جماعت ہیں تو کس دلیل سے ثابت ہے؟

الجواب کہ مذاہب اربعہ جماعت ہیں کیونکہ اجماع امت سے ثابت ہے کہ جماعت حق یہ مذاہب اربعہ ہیں مسائل اجماعیہ ان مذاہب میں ہیں اور مذاہب اربعہ میں جو اختلافات ہیں وہ اختلافات ایسے ہیں جو صحابہ میں موجود تھے (اور اختلاف امت کی خوبی کی دلیل ہے) اس لئے کہ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں تم ان کی جس کی اقتدا (پیروی) کرو گے ہدایت پاؤ گے اور مذاہب اربعہ میں اختلاف ایسا ہے جس کے خلاف سے دلیل قائم نہ ہو (اور مسئلہ مختلف فیہا) قرآن مجید سے ثابت ہے (قرآن مجید میں ہے فاقرؤا ما تیسر منہ) اجماع امت ہوا۔ لہٰذا مذاہب اربعہ میں اختلاف حدیث کے ظاہری الفاظ سے ہے۔ اگر احادیث پر نظر ہو تو ہر ایک مذہب حدیث پر ہے اور ظاہر حدیث کو دلیل سمجھتے ہیں اور اگر فقہ پر نظر ہو تو ہر ایک مذہب فقہ پر ہے اور ظاہر حدیث کو دلیل سمجھتے ہیں پس جو شخص ان مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے اور اس کی طرف دعوت دیتا ہے تو گویا وہ اس کی اصل کو نہیں سمجھا اور اس کی نظر صحیح نہیں ہوئی اور اس نے اپنے نفس کو دھوکہ دیا اور اس کا قصد اس کا یہ ہے کہ وہ دلیل کو چھوڑ کر عمل کرے اور یہ نہایت درجہ کی جہالت ہے اور ایسا شخص اس لائق ہے کہ اس کو تعزیر کی سزا دی جائے۔ بعض جاہلوں نے حدیث سے دلیل پکڑ کر عمل کیا اور امت میں نماز پڑھی لیکن جب آنحضور ﷺ کو یہ قصہ معلوم ہوا تو آپ نے اس کی نماز کو باطل فرمایا (اور اس کو نماز نہیں سمجھا) دونوں طرح عمل ہے۔

مذاہب اربعہ کے خلاف کی صورت یہی ہے کہ جماعت کس طرح ہو سکتی ہے۔

(مجموعہ مسائل ترجمہ [illegible] مسائل ص ۱۰۱ ج ۱)

اور نیچے سوال نے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

(سوال ۶۲) مقلد ایشاں بر حق اند یا نہ؟

الجواب: ہر گز مقلد ایشاں بر حق نخواہد شد زیرا کہ تصدیق ایشاں تکذیب حدیث صحیح و تضعیف امت بر اقتدار الظاہر ہو ہر دو امر حرام است (فتاوی محدث دہلوی مسائل حدیث مسائل ص ۱۹۳)

(سوال: (سوال) مذاہب اربعہ کے مقلدین برحق ہیں یا نہیں؟

الجواب: مذاہب اربعہ کے مقلد برحق نہیں کیونکہ ان کے مذاہب اربعہ برحق تسلیم حدیث صحیح کے خلاف ہیں۔ (فتاوی محدث دہلوی مسائل حدیث ترجمہ مسائل ص ۱۹۲)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہے کہ تعصب و تعسف مذاہب اربعہ منسوخ کردہ ولایت ایں مذاہب حقہ کہ بعضی از مخلصان زمانہ بآں متمسک شدہ اند و بآں تعصب می ورزند و ایں را از کمال دین و متابعت سید المرسلین می دانند و ہر کہ ایں تعصب ندارد او را از بے دینی و بے متابعتی منسوب می سازند و ہر کہ بمذہب خاصی از مذاہب اربعہ منتسب نیست او را بے نسبت می شمارند و ہر کہ بمذہب خاص

نہیں۔ یہ بھی قابل غور امر ہے کہ جب ان کو اپنے لئے ہدایت کی ضرورت ہے اور اپنی کج فہمی کی وجہ سے وہ خود بھی اس کو محسوس کرتے ہیں تو پھر ان کے اندر یہ غرور کہاں سے آ گیا کہ وہ دوسروں کو ہدایت دینے کا فریضہ انجام دینے لگے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام سے انحراف کرنے والے ہر زمانہ کے اکثر لوگوں کا یہ حال رہا ہے کہ وہ اپنے سوا تمام دنیا کو جاہل سمجھتے ہیں اور اپنے سوا ہر شخص کو گمراہ قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تھا کہ ھلک المتنطعون قالھا ثلاثا (متنطع ہلاک ہوئے، تین مرتبہ فرمایا)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ ھم الخوارج الذین خرجوا علی امام عادل (یہ خوارج ہیں جو امام عادل کے خلاف خروج کرتے ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا تھا کہ ھم شرار الخلق والخلیقۃ (یہ مخلوق میں بدترین لوگ ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام مالکؒ نے فرمایا تھا کہ ھم الذین وصفھم اللہ بالزیغ (یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے زیغ میں مبتلا بتایا ہے)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام شافعیؒ نے فرمایا تھا کہ اذا رأیت الرجل یترک شیئا من قول العلماء فاشھد علیہ بالزندقۃ (جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ علماء کے اقوال میں سے کسی قول کو چھوڑ رہا ہے تو اس پر زندیق ہونے کی شہادت دے دو)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا تھا کہ لا یکاد یفلح صاحب کلام (کلام کا شوق رکھنے والا شخص شاذ ہی فلاح پاتا ہے)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا تھا کہ ھلک الناس فی الکلام (لوگ کلام میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام ابویوسفؒ نے فرمایا تھا کہ من طلب الدین بالکلام تزندق (جو دین کو کلام کے ذریعہ سے تلاش کرے گا وہ زندیق ہو جائے گا)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے دوسرے شاگرد امام محمدؒ نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے تیسرے شاگرد زفرؒ نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے استاد حماد نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے استاد ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے استاد شعبیؒ نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے استاد سفیان ثوریؒ نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے استاد سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے استاد عبداللہ بن ادریسؒ نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے استاد وکیعؒ نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے استاد عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے استاد عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا تھا کہ ان اھل الکلام زنادقۃ (اہل کلام زندیق ہیں)۔ اسی طرح کے لوگوں کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے استاد عبدالرحمٰن بن مہدی

سے ناواقف ہے یہ ان میں کامل نہیں ہے اس پر تقلید ائمہ دین واجب ہے۔ اور باوجود ان علوم میں کمال رکھنے کے پھر بھی کوئی تقلید کرے تو احسن ہے بندہ کہ خیر میں جمیع علوم دین میں کامل آیات حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت مرزا جان جاناں شہید، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم مجتہد فی زمانہ ان کے مقابلہ میں کوئی عالم عرب علمی میں عشر عشیر بھی نہیں ہے اور نہ کوئی عالم خود کو اگر وہ ان کے مقابل تو کیا بیان کرتا ہے اپنے کو نصف یا ثلث حصہ میں بھی نہیں کہہ سکتا۔ اگر کوئی کہے تو مسلمان اس کو دیوانہ یا "انا خیر منہ" (میں ابلیس لعین کا مقولہ ہے) کہنے والے کا برابر ضرور جائیں گے۔ لیکن یہ سب بزرگوار نقلی ہوئے ہیں جن کی کتابوں سے ان کا عقلی ہونا ثابت ہے۔ یہ ہماری شامت اعمال ہے کہ مسلمانوں میں بعض بعض ان علوم میں سے کچھ سمجھ بھی نہیں لیکن ائمہ مجتہدین کی تقلید کو برا کہتے ہیں لیکن وہ جو اپنی تحقیقات اتمام میں ناتمام باتیں سمجھ چکے ہیں ان باتوں میں اور مسلمانوں کو اپنا مقلد بنانے کو تیار ہیں۔ یہ ہیں نقادت راوا زکجاست تا بکجا" (احسن التقویم ص ۱۳۷، ۱۳۸)

حضرت علامہ عبدالحق حقانی (صاحب تفسیر حقانی) رحمہ اللہ اپنی معرکۃ الآراء کتاب "عقائد الاسلام" میں تحریر فرماتے ہیں "مہم۔ اگر ہر شخص ان مسائل میں اپنی اپنی رائے کو دخل دیا کرے تو یک نساد عظیم دین میں پیدا ہو جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ سے پوچھ لیا کرتے تھے پھر جب بعد میں نئے نئے واقعات پیش آئے اور قرون ثلثہ ہو چکے اور فتنہ و فساد دین میں شروع ہوا۔ تب ان بزرگان دین نے قرآن، حدیث میں تتبع کر کے فقہ کو مرتب کیا اور مسائل جزئیہ کو اپنے موقع پر لکھ دیا سو اس زمانہ سے اب تک تمام امت مسائل جزئیہ میں انہیں چاروں کی مقلد ہے۔ پھر اب جو کوئی نئی راہ نکالے تو وہ سواد اعظم کو چھوڑتا ہے۔ افسوس کہ بعض اعراب آج کل عوام کو فتنہ میں ڈال رہے ہیں اور مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر طعن کرتے ہیں کہ ان کے اقوال احادیث کے مخالف اور بے سند ہیں حالانکہ یہ طعن بالکل غلط ہے۔ کس لئے کہ ان کی کوئی بات اور کوئی قول مخالف اور بے سند نہیں پایا اور وہ سند نہیں ملی تو تمہارا قصور ہے ان کے اجتہاد کے قبولیت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار برس سے زیادہ سے آج تک مسلمانوں میں اس کو جاری رکھا۔ اگر یہ تقلید کمراہی ہوتی تو نعوذ باللہ امت گمراہ پر شمار کی جاتی پھر اس امت کا خیر ہونا اور جس قدر فضائل قرآن و احادیث میں وارد ہیں سب غلط ہو جاتے۔" (عقائد الاسلام ص ۱۳۲ تا ۱۳۳)

اور آپ "شرح سفر السعادت" میں تحریر فرماتے ہیں "خانہ کہ دین چہار است ہر کہ راہے از ایں راہا بپائی و دے از ایں دروازہا اختیار نمود و رہا کرد و بجائے دیگر رفتن عبث دیدہ باشد و کار خانہ عمل را از ضبط و ربط بیرون انگندن و از راہ مصلحت بیرون افتادن است" یعنی۔ دین کے گھر چار ہیں جس شخص نے کوئی راہ ان راہوں میں سے اور کوئی دروازہ ان دروازوں میں سے اختیار کیا تو اس کا دوسری راہ اور دوسرا دروازہ اختیار کرنا بیہودہ اور عبث ہے اور کارخانہ عمل کو مضبوطی اور استقامت سے دور کرنا ہے اور مصلحت سے باہر جانا ہے۔ (شرح سفر السعادت ص ۲۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث الوری قدس سرہ "ترجمہ اہل حدیث حضرات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: فاما هذه الطبقة الذين هم اهل الحديث و الا نوفان الا كثرين منهم ان ما كنهم الروايات وجمع الطرق وطلب الغريب والشاذ من الحديث الذى اكثره موضوع "لو مقلوب لا يرا عون المعنون ولا

یتعلمون السماع ولا یستطون سردها ولا یستخرجون رکازها وفقهها وربما عابوا الفقهاء وعیبهم بالتصحیف وعدم الضبط علیهم محافظة النفس ولا یحسنون الیهم من جمع ما ادرکوه من العلم فحرموه وسدوا القول فیهم الاتموه۔

ترجمہ: خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ (صرف) روایتوں کا بیان کرنا ہے اور خدا کی قسم ان احادیث سے نہ یہ استدلال کرتے ہیں اور نہ ان کا مغز جو صریح یا مقصود ہے اور نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کرتے ہیں اور معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ معانی کا استنباط کرتے ہیں اور نہ ان کے دقیق اور لطیف نکات پر واقف ہیں اور بعد والے فقہاء پر عیب لگاتے ہیں اور ان پر تصحیف کرنے اور ضبط حدیث میں غلطی کرنے کا الزام لگاتے ہیں (اور یہ الزام دینا) اپنی جان کو بچانے کے لئے ہے اور جس نے ان کو علم پہنچایا ہے وہ اس کے حق میں احسان نہیں کرتے اور فقہاء کو بند کر دیا ہے (یعنی ان کی تقلید کرتے ہیں) (انصاف مع ترجمہ شاہ ولی اللہ ص ۵۲)

مسائل شرعیہ کی فہم کے لئے نری حدیث دانی کافی نہیں:

مسائل شرعیہ اور احکام شرعیہ کے لئے نری حدیث دانی (احادیث کا یاد کرنا) اور نری حدیث فہمی کافی نہیں، نہ اور مسائل اخذ و استنباط اور تفقہ فی الدین کا حاصل کرنا بھی نہایت ضروری ہے جس کے بغیر اصل حقیقت تک رسائی نہیں ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے قرآن و حدیث کے لئے صرف یا تو عربی زبان یا عربی گرامر اور صرف و نحو کا علم اور حدیث ہونے کے ان سے احکام شرعیہ میں ان کو قرآن و حدیث (منقول ہونے) کا براہ راست اخذ کرنا جائز ہے۔ اس کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) احادیث کی مشہور کتاب بخاری میں ایک روایت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "حضرت ابوجحیفہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے ایک شخص نے آکر مسئلہ دریافت کیا کہ جب میں پیشاب کا مادہ دیکھتا ہوں (یعنی کثرت سے پیشاب آتا ہے) تو کیا کروں (کیا حکم ہے) حضرت ابن عباس نے فرمایا تو عورت ہے (یعنی عورتوں کا سا مسئلہ پوچھتا ہے) ہم نے کہا ابن عباس جلدی نہ کر (یہ شخص تو مرد ہے) ہم نے کہا یہ شخص وہ ہے جس کا مذی بہت بہتا ہے (یعنی مذی کا مادہ بہت آتا ہے) حضرت ابن عباس جلدی نہ کر سے فارغ ہوئے اور فرمایا جب تجھ پر ایسا ہو تو اپنا آلہ تناسل دھو لے پھر نماز پڑھ (یعنی وضو کر لے) پھر فرمایا اس کے قول پر فتویٰ دیا (یعنی میرے کہنے سے اپنی رائے سے یہ نہ کہہ) قرآن میں ہے (ولذلک یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد وجد الشیطان علی الف عالم (یعنی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخص پر شیطان ہزار عالم سے زیادہ غالب ہے) پھر اس شخص سے پوچھا (پیشاب کے بعد کیا چیز نکلتی ہے) اس نے کہا کہ (کبھی کبھی) منی نکلتی ہے (کیا کبھی ایسا ہوتا ہے) فرمایا ہاں (یعنی ہوتا ہے) فرمایا اس صورت میں تم پر غسل واجب ہے (یعنی) منہ تک (یعنی) اچھی طرح نہا لے (یعنی) غسل کر لے۔ فرمایا اس صورت میں تمہارے لئے وضو کافی ہے" (کتاب العلم ص ۱۱۸)

علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ ابن عباس نے جب دیکھا کہ راوی کے الفاظ سے ان محدثین کو دھوکا ہوا اور صرف ظاہر کے معنی کا اعتبار کر کے اس سے فتویٰ دے دیا اور ملامت شروع کر دی تو کہنے لگے ان میں کوئی عیب نہیں

اگر فقیہ ہوتے تو ملت کی تشخیص ضرور کرتے پھر جب دیکھا کہ صنعت عمل یعنی خراج عملی کے لوازم نہیں پائے جاتے اس لئے فتویٰ دیا کہ وہ ملی نہیں ہے بلکہ اصل بھی واجب نہیں اس سے ظاہر ہے کہ فقیہ کی جو تعریف دور حاضر میں کی جاتی ہے اس کو علمی وجوہ کی بھی بہت سی خامیاں درکار ہیں اور مجاہد اور عطاء اور طاؤس اور عکرمہ جیسے اکابر تابعین کو (جو تقریباً کل صحابہ تابعین کے استاذہ اور سلسلۂ شیوخ میں ہیں) فقیہ نہیں سمجھا اس وجہ سے کہ نہوں نے علت کی تشخیص نہیں کی۔ اور کہاں افسوس سے فرمایا کہ اسی بنا پر (کہ فقیہ اور سمجھدار لوگ بہت کم ہوتے ہیں دوسروں کے لئے کار بڑی خوبیوں کو کافی سمجھتے ہیں) حضور آنحضرت ﷺ نے فقیہ کی تعریف کی کہ شیطان کے مقابلہ میں ایک فقیہ ہزار عابد سے بڑھ کر ہے۔ اصل کو شیطان کا مقصود اصلی یہی ہے کہ لوگوں سے خلاف شرع کام کرائے اور ہمارے سارے کو عبادت میں لگی فرصت کہاں کہ معانی نصوص اور مواقع اوامر و نواہی میں غور و خوض کرے کہ خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ہو۔ جیسے حدیث کو ضبط سانید اور تحقیق رجال وغیرہ فنون حدیث کے متعلق میں اس کی نوبت ہی نہیں آتی۔ یہ تو خاص فقیہ کا کام ہے کہ ہر مسئلہ میں تمام آیات و احادیث متعلقہ کو پیش نظر رکھ کر اپنی طبیعت افتاد سے کام لیتا رہے اور ان میں موشگافیاں کرنے کو کوشش کرتا ہے کہ شارع کی غرض کیا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے "ہر مرد ہے ہر کار نے"

(حقیقۃ الفقہ ج ۱ ص ۹ مطبوعہ حیدرآباد)

(۲) علامہ ابن جوزی تلبیس ابلیس میں فرماتے ہیں روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی ان یسقی الرجل ماءہ زرع غیرہ فقال حماد معنی حدیث فقد نکاح اذا فضل ماء فی بعض اسقیہ ماءہ الی زرع اخیہ ونحن نسمعہ اللہ اعلم فقیہ القاری ولا السامع ولا اشعر وان المراد وطی الحبالی عن الماء یعنی بعض محدثین نے یہ روایت بیان کی کہ منع فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے کہ آدمی اپنے پانی سے دوسرے کے کھیت کو سیراب کرے حاضرین مجلس میں سے ایک جماعت نے کہا کہ بارہا کو یہا تفاق ہوا ہے کہ جب ہمارے باغ میں پانی زیادہ ہو گیا تو ہم نے اپنے پڑوسی کے باغ میں وہ پانی پھوڑ دیا جب ہم اپنے اس فعل سے استغفار کرتے ہیں ... اور کہا کہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ سابقہ لونڈیوں سے ملی نہ کی جائے علامہ ابن جوزی نے سمجھا اور نہ حاضرین مجلس کی نظر اس طرف گئی۔ ... سے عدم تفقہ کا ثمرہ (تلبیس ابلیس ص ۱۲۶)

(۳) علامہ ابن بطال اپنی کتاب میں ملا خطابی کا قول نقل کرتے ہیں۔ قال الخطابی وکان بعض من لم یحسن یروی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الحلق قبل الصلوۃ یوم الجمعۃ فاستکان الاسکان فقال فقد قرحت عنی یعنی ایک شیخ نے یہ حدیث بیان کی حضور اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ جمعہ کے دن نماز سے پہلے حجامت بنوائی جائے اور اس کے بعد کہا کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے میں نے بیالیس ۴۲ سال سے کبھی جمعہ سے پہلے سر نہیں منڈایا ہے۔ علامہ خطابی کہتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت حلق بسکون لام نہیں بلکہ حلق بفتح لام و کسر حا ہے جو حلقہ کی جمع ہے۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص پہلے عمامہ اور ٹوپی وغیرہ کے حلقے درست کیلئے اس لئے کہ یہ نماز جمعہ اور خطبہ سننے کا وقت ہے یہ سن کر وہ شیخ بہت خوش

ہوئے دل کو تم نے مجھ پر بہت آسان کر دیا ہے (ت) ۱۲ منہ

(۴) ایک نے کہا شیخ صاحب نے یہ حدیث بیان کی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یحمد الروح عرضا اور یہ بولتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے یعنی اس کے (کھڑکی) کو دھنا جائے۔ حالانکہ یہ حدیث کے یہ مطلب (مقصد) نہیں ہے۔ حدیث میں لفظ روح بضم الراء ہے اور محدث صاحب نے سنی اور سمجھا اور غلط کو صحیح میں بدل دیا اور مفاد و مطلب کو بالکل خراب کیا۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کسی جانور کو بالوں (یا بندوق وغیرہ) کا نشانہ بنایا جائے۔ یہ ہے فتح الدین کا سمجھنے کا نمونہ۔ (مقدمہ مسلم شریف ص ۱۸ ج ۱ نور ج ۱ ص ۱۵۲)

(۵) کشف بڑھنی میں کہا ہے کہ حدیث کی روایت کی اجازت کے بعد پڑھا کرتے تھے جب اس کی پوری روایت کی تو دلیل پیش فرمائی کہ حدیث شریف میں ہے من استعجم فلیوعر کہ جو شخص استعجاء کرے وہ اس کے بعد پڑھے۔ حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ استعجاء کے لئے جو چیز استعمال کی جائے وہ (حاق ۱۰) ہموار یعنی نہ کم یا زیادہ ہونا چاہئے۔

اسی بنا پر حضور انور ﷺ نے فرمایا ہے۔ نضر اللہ عبدا سمع مقالتی وحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ الخ اللہ تعالیٰ تر و تازہ رکھے اس بندے کو جو میری حدیث سنے پھر اس کو یاد رکھے اور اس کی حفاظت کرے پھر دوسروں تک اس کو پہنچائے اس لئے کہ بسا اوقات جس کو حدیث پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والے سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۵)

(۶) غیر مقلدوں کے پیشوا امام داؤد ظاہری نے لا یبولن احدکم فی الماء الدائم (تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے) سے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا تو منع ہے اور پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ اس الف لام میں پیشاب کرنے والے اور برتن پانی تینوں حالت یا پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص پانی کے کنارے پیشاب کرے اور پیشاب بہہ کر پانی میں پہنچ جائے تب بھی پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں صرف مار کر میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان تینوں صورتوں میں مار کر میں پیشاب نہیں کیا لہٰذا پانی ناپاک نہ ہوگا۔ علامہ نووی شارح مسلم شریف نے شرح مسلم میں علماء ظاہریہ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے ھذہ من اقبح ما نقل عنھم فی الجمود علی الظاھر یہ قول داؤد ظاہری کے ان اقوال میں سے ہے جو علی الظاہر کے غلط ہونے میں سے ایک غلط ہے۔

(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹) (فتح الباری شرح البخاری ج ۱ ص ۳۴۵) (مسلم مجتبائی پاکستان)

(۷) ائمہ مقتدین کے دوسرے پیشوا حافظ ابن حجر (جو بڑے محدث مفسر اور مفتی ہیں) نے قرآن کی آیت واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ (اور جب تم زمین میں سفر کرو تو اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو۔ (سورۃ نساء پ ۵) کے ظاہر کو دیکھ کر کہدیا کہ سفر کوئی چیز نہیں اپنے گھر سے صرف ایک میل کے ارادے سے بھی جائے تو قصر کرے نکلی ہیں اس مسئلہ پر بہت زور دیا ہے ان کو یہ نہیں معلوم ہوا کہ پھر جتنے لوگ مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں سب کو قصر کرنا چاہئے کیونکہ سب کی ابتدا گھر سے ہی ہوتی ہے۔

آیت میں تو ایک سبیل ۔ رہ گئی کسی کی بھی کوئی تجدید نہیں ۔ (فضل الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ پاکستان)

(۸ از ملتان حال) غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اور محدث سورتی کا عبدالجلیل سامروی صاحب اپنے ایک رسالہ "اظہار حقیقت از آئینہ حقیقت" میں درمختار و شامی کا حوالہ دے کر رقم طراز ہیں وضو کے لئے بدن یا بدن کے عضو کی حالت میں رال (محبت) کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا مازال ہریانہ ہو بلکہ غسل بھی نہیں آتا ۔ درمختار میں ہے ۔ خلا لاسال دکم او لبی بھیمۃ او میتۃ من غیر نزال ج ۱ ص ۲۰۳ مصری قدیم سقط فی السحر و کذا الریاض وغیرہ الا جماع علی عدم الفساد مع الرال ص ۲۰۱

درمختار و شامی کی عبارت کا مفہوم سمجھے بغیر جیسی کچھ سمجھ آ گیا ۔ (۱) روزہ نہیں ٹوٹتا (۲) انزال ہو یا نہ ہو (۳) بلکہ غسل بھی نہیں آتا ۔ حالانکہ مذکورہ تینوں باتیں کھلی غلط اور جہالت و کج فہمی کا واضح ثبوت ہیں ۔ درمختار و شامی کی عبارت کا سرے سے یہ مطلب ہے ہی نہیں ۔ اس لئے مسئلہ کی مکمل تفصیل اور وضاحت کے لئے حاضر ہوا ۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۲۱ مطبوعہ غیر مقلدوں کے شیخ الاسلام جب درمختار و شامی کی آسان عبارت سمجھنے سے قاصر ہیں تو قرآن و حدیث تفسیر کیا سمجھیں گے ۔ ان کے شیخ الاسلام علماء اور محدث کی یہ حالت ہے تو دوسروں کی کیا حالت ہوگی؟

سامروی صاحب نے عبارت سمجھنے میں خیانت سے کام لیا ہے وہ اس طرح کہ جو یا بیٹ ساتھ والی کرنے میں انزال ہو جائے تو بالاتفاق روزہ ٹوٹ جاتا ہے جس کی لازم ہو جاتا ہے شامی اور درمختار دونوں کی عبارت یہ ہے او دخل ذکرہ فی بھیمۃ او صفحۃ من غیر انزال قال فی الخلاصۃ فسدت فروعہ من غیر انزال عامۃ فعلیہ القضاء کما سیاتی (شامی باب مایفسد الصوم و مالا یفسدہ صفحہ ۳۹۹ ج ۲ ایچ ایم سعید)

دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی شرمگاہ کا استعمال نہ کیا بلکہ جانور کی شرمگاہ کو ہاتھ سے پکڑا یا جانور کو ہاتھ سے پکڑا یا وہ از خود مل ہو گیا تو اس صورت میں روزہ ٹوٹنے کا سامروی نے دوسری صورت کے حکم کو پہلی صورت پر محمول کر دیا ہے جو دو ہی طرح سے ایک اور خیانت بھی کی ہے جس کی تفصیل مقدمات علوم میں دیکھ لی جائے ۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ایک لطیفہ یاد آ گیا ۔ ایک تیمور فارسی داں نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو دشمن کے ہاتھ پٹتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر اپنے دوست کو دونوں ہاتھ پکڑ لئے جس کی وجہ سے وہ اپنا بچاؤ نہ کر سکا اور دشمن نے موقع غنیمت سمجھ کر خوب مرمت کی ۔ عافیت خواہ ہو گئی ایک شخص نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا اور تو نے یہ کیا بیوقوف تو اس کی دوست کے ہاتھ پکڑ کر اس کو خوب پٹوایا ۔ اس تیمور فارسی خاں نے کہا کیا آپ نے گلستان میں شیخ سعدی کی نصیحت نہیں پڑھی ۔

دوست آنست کہ گیرد دست دوست　　در پریشان حال و درماندگی!

کہ سچا دوست وہ ہے جو دوست کو تکلیف اور پریشانی میں دیکھے تو اس کے ہاتھ پکڑ لے اس فتح اس وقت میں نے دوست کے ہاتھ پکڑ لئے ۔ اس شخص نے کہا (خدا تجھ پر رحم کرے) اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جب دوست کو تکلیف اور پریشانی میں دیکھے تو اس کی مدد کرے اور اس کو تکلیف سے نجات دلائے نہ کہ اس کے ہاتھ پکڑ کر خوب پٹوائے ۔ اور جیسے کہ مرزا مظہر جان جاناں نے اپنے خادم کو حکم فرمایا کہ پانی کی صراحی اٹھا کر پیچھے پکڑ کر (ان کی مراد یہ تھی کہ صراحی کی پیٹ پکڑ کر لانا مگر وہ پکڑ کر نالا ۔ اس میں احتمال ہے کہ گردن علیحدہ ہو جائے اور ٹوٹ جائے) مگر نا سمجھ خادم نے یہ کیا کہ ایک ہاتھ سے تو صراحی کی گردن پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے اپنا پیٹ پکڑ ۔ مرزا صاحب نے اس نامعقول حرکت کو دیکھا تو ان کے سر میں درد ہو گیا کیونکہ بہت ہی لطیف الطبع اور نازک مزاج تھے ۔ یہ ہے کلام کی ظاہری سطح پر عمل کرنے اور فہم و رائے سے کام نہ لینے کی آفت ۔ یہی حالت اس نابغہ کے اہل حدیث (غیر مقلدین) کی ہے علم میں ناقص فہم دین سے کورے اور تفقہ فی الدین کی نعمت عظمیٰ سے محروم ان فاتحہ کے ہوتے ہوئے فاتحہ سیدھی چند حدیثیں یاد کر کے "مجتہدی اور اجتہاد" ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر سلف صالحین ۔ ائمہ دین اور حضرات مجتہدین امام ابو حنیفہ وغیرہ کو قرآن و حدیث سے ناواقف ۔ قرآن و حدیث

کی ہے۔ (ان ہی کی تدوین پر امت کا دارومدار ہے) یہی جماعت اجتہاد اور استنباط، تعدیل و جرح کے قواعد مقرر کرنے کے لئے منتخب ہے۔ حضرات فقہاء رحمہم اللہ ہی ہیں جیسے کہ آسمان میں روشن ستارے، انہی کے ذریعہ تاریک رات میں بھٹکے ہوؤں کو راستہ ملتا ہے اور انہی کو رہبر بنا کر ہم یہ منزل طے کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے لوگوں کو ان حضرات کی اتنی ضروریات زندگی سے زیادہ ضرورت ہے۔ اور لوگوں پر فقہاء کی فرمانبرداری اور ان کی فرمانبرداری سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد خداوندی ہے۔ یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولوالامر (فقہاء کرام وغیرہ) کی اطاعت کرو یعنی قرآن وسنت کا جو مطلب اور مراد وہ حضرات بیان کریں اس پر عمل کرو۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۹)

فقہ فی الدین اللہ عزوجل کی نعمت عظمیٰ ہے اللہ تعالیٰ اس نعمت سے اپنے خصوص محبوب بندوں ہی کو نوازتا ہے حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے۔ من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶) فرمان خداوندی ہے۔ یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ دین کا فہم (یعنی علم فقہ و تفقہ فی الدین) جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو بڑے خیر کی چیز مل گئی۔

(ترجمہ بیان القرآن پارہ ۳ سورۂ آل عمران) تفسیرات احمدیہ ص ۱۱۸)۔

جس کو یہ نعمت (دین کا فہم و تفقہ فی الدین) حاصل ہوتی ہے وہ صحیح طریقہ پر لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے اور لوگوں کے سمجھ میں نہ آنے والے مسائل سمجھاتا ہے۔ اور امت کو شیطانی جھنڈوں اور پارٹیوں سے بچا کر اور ان سے الگ رکھ کر اسی بنا پر شیخ الاسلام فقیہ سے بہت گھبراتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۴) غیر مقلدین ہوں کہ تفقہ فی الدین کی نعمت سے محروم ہیں وہ بھی فقیہ سے خوف کرتے ہیں اور اس کو اپنا دشمن تصور کرتے ہیں اور فقہ بفقیہ کو نست و نابود کرنے کی تمنا کرتے ہیں۔ غیر مقلدوں کے شیخ الاسلام مولانا عبدالجلیل سامرودی صاحب "بوے غلین" میں لکھتے ہیں "کہ دنیا میں اصول فقہ اور فقہ کا وجود نہ ہوتا تو آج کے دن کسی آدمی کو قرآن و حدیث سے مسئلہ نکالنے سے بیشتر کبھی فرق بندی نہیں ہوتی" اور لکھتے ہیں "اگر آپ لوگوں کو خدا کی طرف داری کرنا ہے تو تمامی کتب مذاہب سے دست بردار ہو جاؤ" اور لکھتے ہیں "کوئی بادشاہ ہو جو دل سے کتاب و سنت پر پھر وہ تمامی کتب فقہ و مگر مذاہب کی کتریونت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح ایک خندق کھود کر دفن کر دے یا جلا دے تب تو اشاعت کتاب و سنت کی خوبی ہو سکتی ہے" یہ شخص کا سب علم فقہ کی قدر و قیمت سے ناواقفیت سے مشہور ہے۔ الجاھل لا یعلم العلم اعداء جہلاء علماء کے دشمن ہوتے ہیں۔ حالانکہ فقہ اور فقیہ کی حدیث میں بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ حدیث (۱) انکم تبقی عماد و عماد ھذا الدین الفقہ یہ چیز کا ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔ (بیہقی، دارقطنی) فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۸) کتاب الفرائض)

(۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳) لوگ سونے چاندی کے کان کی طرح ہیں۔ جو لوگ زمانہ جاہلیت میں کریم الاخلاق ہونے کی وجہ سے مقتدا، پیشوا اور اچھے تھے وہ اسلام میں

بھی ہوتے ہیں جب کہ فقہ فی الدین حاصل کریں۔ (نقل) حکام اولی الامر ہوتے ہوئے ہوں اور فرمانے کے شناوا کی قوت رکھتے ہوں۔

آیہ اور حدیث میں ہے عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین متفق علیہ۔ حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس کے ساتھ خدا سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں فقاہت عطا فرماتا ہے۔ خلق ان کو فقہ فی الدین نہ کہتا ہے۔ روایت کی اس کو بخاری و مسلم نے (مشکوٰۃ ص ۳۷) (آداب علم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے۔ اعلم ان الفقہاء کملح الاکف۔ بے شک فقہاء کی مثال نمک کی مثل ہے۔ جس طرح نمک کے بغیر کھانا نہیں کھایا جاتا ہے اسی طرح دین کو فقہاء کے بغیر نہیں جانا جاتا ہے۔

(منیۃ المفتی ص ۹)

اور ایک حدیث میں ہے۔ مجلس فقہ خیر من عبادۃ ستین سنۃ۔ فقہ کی ایک مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (کنز العمال ص ۱۰ ج ۱) (مقدمہ بیان القرآن) (رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر)

ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا فرمائی۔ اللھم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل۔ اے اللہ ان کو دین کی سمجھ اور علم تاویل عطا فرما۔ (ترجمان السنۃ ج ۴ ص ۲۵۸)

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ علم حدیث کا حاصل کرنا بغیر وقت تفقہ کے حصول کے بغیر بڑی حدیث والی فقہ اور دین سے دوری کا سبب ہوتا ہے جس کی بدولت آج کل کی پڑھائی میں اوپر بیان فرما چکے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسلم تعریف ہے۔ ان حضرت ﷺ دعوات صالحات ہدایت کرتے ہیں۔ صالحات معجلات فوجدھا لا تبلغہ عظیم الا کان لعظیم فقہہ۔ جب تم کو کوئی حدیث بیان کرے کہ جس کی مراد تک ان کے فہم کی رسائی نہ ہو تو یہ حدیث اس کو کسی کام کی نہیں رہے گی۔

(مسلم شریف ص ۷ ج ۱ مقدمہ کتاب مسلم)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ وکذلک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث۔ اسی طرح فقہاء نے فرمایا اور وہ حضرات حدیث کے معانی کو اور مقصد سے بہتر سمجھنے والے ہیں۔

(ترمذی شریف ص ۱۹ ج ۱)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث اور علوم کے استاذ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں۔ الحدیث مضلۃ الا للفقہاء۔ (الفقیہ ابن بشر) حدیث کو نہ سمجھنے والے کے لئے گمراہی کا سبب ہے مگر فقہ کے جاننے والے کے لئے نہیں۔ حدیث کی صحت و ضعف کی تحقیق کرنا اور اپنی رائے سے اس کا مطلب بیان کرنا اور کرانا ہوگا۔ (یعنی غیر مجتہد کا) (الفقیہ ابن بشر) قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس سے استدلال کرتے ہیں مگر کرتے ہوتے ہیں۔

اور امام اعظم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا اگر کوئی حادثہ پیش

آجانے اور اس کا مرتبع علم نہ ہونے کو میں نہیں کہتا کہ ہوں" آنحضرت ﷺ نے فرمایا خذوا العلم قبل ان یقبض و قبضه ذهاب اهله (ای خاصة وراه الطبرانی فی معجمه الاوسط ورجاله موثقون من اهل الصحیح معارف السنن شرح ترمذی للشیخ محمد یوسف بنوری (ج ۳ ص ۲۲۵) یعنی اجماعت فقہا اور جماعت عابدین (جن کو قول دلالت اور نظر کشف حجت ہے جتنے کام ہیں ان سے مشہور رکھو۔

حاصل کلام یہ کہ فقہا کی رہبری کے بغیر اور ان کے مسلک کے خلاف جو قدم بھی اٹھے گا وہ ناری ہوگا اس بناء پر فقہ قصہ ین تراویح کی بیس رکعات اور طلاق ثلاثہ کے سلسلہ میں جمہور امت کے ساتھ ہیں۔

قرآن پاک میں بھی تفقہ فی الدین کی اہمیت کا ذکر ہے۔ فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین (سو کیوں نہ نکلا جائے ان کی ہر بڑی جماعت میں سے تھوڑی جماعت۔ (جہاد میں) جایا کرے تاکہ (یہ باقی ماندہ لوگ) دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں (سورۃ توبہ ۱۲۲)

حدیث میں ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الناس لکم تبع وان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقهون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بهم خیرا (رواہ الترمذی) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (اے میرے صحابہ!) لوگ تمہارے تابع ہیں۔ دور دراز سے تمہارے پاس تفقه فی الدین حاصل کرنے کے لئے آئیں گے جب ایسا تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ خیر کی بہت اچھائی کے ساتھ پیش آنا۔ یہ میری تم کو وصیت ہے۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۴ کتاب العلم فصل ثانی)

بہت غور سوچنے اور تدبر کرنے کا مقام ہے کہ نبی کریم ﷺ ان لوگوں کے بارے میں بھلائی اور محبت کا معاملہ کرنے کی سفارش فرما رہے ہیں۔ جو فقہ فی الدین کے حصول کے لئے آئیں اور غیر مقلد یہ فقہ اور فقیہ سے اظہار نفرت کرتے ہیں اور کتب فقہ کو جلا رہے اور دفن کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ سوچنے کا مقام ہے کہ حقیقی کامیابی کس کی ہوگی۔ اس کی شان یہ ہوگی کہ وہ فقیہ کا امام ہوگا اس کی تقلید کرے گا۔ اور اس کے ساتھ محبت رکھے گا۔ اس کے کسی ایک جزو کو نہ لفظ ہوں

(۱) امام اعمش رحمہ اللہ ابو محمد محدث ہیں اور جلیل القدر محدثین جیسے امام شعبہ امام سفیان ثوری امام سفیان بن عیینہ۔ امام ابو حنیفہ وغیرہ کے استاذ اور شیخ ہیں۔ محدث سے امام اعمش کی حدیث میں کوئی ایسا مسئلہ پیش کیا گیا۔ آپ نے بلا کسی تکلف کے فرمایا۔ انا قد سمعنا هذا الحدیث وعلمنا انه لیس فیه شیء ولکن ابو حنیفة رجل قد ادرک فی العلم (اس مسئلہ کا جواب امام ابو حنیفہ اچھی طرح دے سکتے ہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ ان نے اس مسئلہ میں براہ راست ہے (الخیرات الحسان ص ۳۱)

(۲) امام اعمش کا ایک واقعہ ہے عبد اللہ بن مرہ کا بیان ہے کہ میں امام اعمش کی مجلس میں تھا اس مجلس میں امام ابو حنیفہ بھی تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے امام اعمش سے مسئلہ دریافت کیا آپ سنا سنا کر خاموش رہے۔ پھر امام ابو حنیفہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا اس مسئلہ کا کیا جواب ہے؟ آپ نے اس کا تسلی بخش جواب دیا۔ امام اعمش نے تعجب سے پوچھا آپ نے یہ مسئلہ کس حدیث سے حاصل کیا؟ جواب میں فرمایا اس حدیث سے جو آپ نے مجھے اپنی سند سے بیان کی تھی۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ اس طرح مستنبط ہوتا ہے۔ امام اعمش یہ سن کر بے ساختہ بولے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذٰلک خیر واحسن تاویلا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اطاعت کرو ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اس کو لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ بہتر ہے اور اچھا ہے اس کا انجام۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم دیا ہے اطاعت اللہ کی اطاعت رسول کی اور اطاعت اولی الامر کی۔ اولی الامر سے مراد علماء اور فقہاء ہیں جو قرآن و حدیث کے ماہر ہوں اور مسائل شرعیہ کو اچھی طرح سمجھتے ہوں۔ اور اگر کسی مسئلہ میں تنازع ہو تو اس کو قرآن و حدیث کی طرف لوٹائیں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر مسئلہ میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے اور اگر کسی مسئلہ میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع نہ کیا جائے تو یہ اللہ اور رسول کی نافرمانی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے کو قیامت کے دن اچھا انجام نصیب نہیں ہوگا۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ ہمارے ملک میں بعض لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو ائمہ اربعہ کی تقلید کو شرک کہتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ ہر شخص کو براہ راست قرآن و حدیث سے مسائل اخذ کرنے چاہئیں اور کسی امام کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ ان لوگوں کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ قرآن و حدیث سے مسائل اخذ کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ یہ کام صرف ان لوگوں کا ہے جو قرآن و حدیث کے ماہر ہوں اور ان کے مسائل کو اچھی طرح سمجھتے ہوں۔ اور عام لوگوں کا کام یہ ہے کہ وہ ان ماہر علماء کی تقلید کریں۔ اسی کا نام تقلید ہے۔ اور اسی کا نام اتباع ہے۔ اور اسی کا نام اطاعت اولی الامر ہے۔ اور اسی کا نام اطاعت اللہ اور رسول ہے۔ اور اسی کا نام ایمان ہے۔ اور اسی کا نام اسلام ہے۔ اور اسی کا نام قیامت کے دن اچھا انجام ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں اچھا نام ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں عزت ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں ترقی ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں کامیابی ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں خوشحالی ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں امن ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں سکون ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں راحت ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں آرام ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں چین ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں سکھ ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں خوشی ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں مسرت ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں شادمانی ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں فرحت ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں انبساط ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں طمانیت ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں اطمینان ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں قرار ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں ثبات ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں استقلال ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں استحکام ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں پائیداری ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں دوام ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں بقا ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں ابدیت ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں سرمدیت ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں لازوال ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں لافانی ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر فانی ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر متغیر ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر متبدل ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر متحول ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر متزلزل ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر متحرک ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر متغیر ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر متبدل ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر متحول ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر متزلزل ہے۔ اور اسی کا نام دنیا میں غیر متحرک ہے۔

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ اربعہ کے متعلق فرمایا ہے۔

آں امامان کہ اصل دین اند — اقتدا کن بہ ہر یکے کہ خوش است

راہ حق را بہ ہر یکے روشن — ہر یکے را بہ عصر خود ہادی

ہر یکے را امام باسنے — مصطفیٰ آں امان امتان

ہر یکے را خدا قرین بہ بہ — شاہ ہر یک ز اوج دین بہ بہ

صاحبش بو یوسف و وصلی — ہر محمد ز دانش راسخ

شافعی ، اور مالک ، بافر
یافت ، ایقان دین احمد غریب و فر
احمد حنبل کہ بود او مرد حق،
در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
روح شاد در صدور جنت شاد باد،
قصرِ دیں از نظم شاں آباد باد

مذکورہ بالا فارسی اشعار کا کسی شاعر نے مندرجہ ذیل اشعار میں ترجمہ کیا ہے۔

مجتہد دین کے جو گذرے ہیں امام
روح پر سب کے ہو رحمت صبح و شام
بوحنیفہ تھے امام باصفا
شمع جملہ ایقان مصطفٰے
جان پر اس کی خدا کا فضل ہو
خوش کرے حق ان کے ہر شائق کو،
یوسف اس کا ہمنشین قاضی ہوا،
اور محمد سے خدا راضی ہوا،
تھے بافر ، مالک ، امام شافعی
جن سے زینت پائی احمد حنبل کو بھی!
احمد حنبل کہ تھے وہ مرد حق
لے گئے ہر علم میں سب سے سبق
روح ان سب کی جناں میں شاد ہو
عمر سے ان کے ، دین کا محل آباد ہو
(چند نامہ)

(۱) تقلید کی حیثیت اور اس کا ثبوت۔
(۲) تقلیہ کا تقلید شخصی میں منحصر ہونا۔
(۳) تقلید پر اعتراضات کے جوابات۔

دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ کی اطاعت کی جائے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی اس لئے واجب ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے قول وفعل سے احکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے کہ کون سی چیز حلال ہے اور کون سی حرام، کیا جائز ہے اور کیا ناجائز۔ ان تمام معاملات میں اطاعت تو صرف خدا کی کرتا ہے مگر چونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان معاملات کے سمجھ اور پہنچانے والے ہیں۔ اس لئے آنحضور ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے

ہیں ۔ ضروری اطاعت (حقیقت اصلی) اطاعت ہے جو اللہ کی اطاعت ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جو رسول کی اطاعت کرے گا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ رسول کی اطاعت اس لئے ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جو شخص خدا اور رسول کی اطاعت کرے گا اس کی اطاعت کرنا فرض ہوگا اس کا مقابل اللہ کی اطاعت سے انکار ہے۔ یہ تینوں قسم کے اولوالامر اللہ کے نزدیک بے وقعت ہیں اور ان کی اطاعت کا کوئی ثواب نہیں۔

قرآن مجید (سنت نہیں) میں اولوالامر کی دو قسمیں ہیں جو آپ آئندہ سطور میں پڑھیں گے۔ ایک قسم وہ ہے جن کی اطاعت ہر حال میں فرض ہے۔ اس کے احکام کو "حکم" کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم کے اولوالامر وہ ہیں جن کی قدر و منزلت اور جن کی اطاعت کا حکم احادیث میں آیا ہے۔ جو حدود مواقع کا تعین کرتے ہیں۔ ان کا مقام قسم اول سے کم ہے۔ اس قسم اول کے اولوالامر کے متعلق قرآن میں ہے کہ وہ اپنے اختلافات کو قرآن کی طرف اور رسول کی طرف لوٹائیں۔ یعنی قرآن کی محکم آیات اور رسول کی حدیث سے مقابلہ کریں۔ جو بات قرآن میں ہے اور جو بات حدیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ غیر شاذ میں ہے اس کو قبول کریں اور جو بات قرآن و حدیث کے خلاف ہو اس کو رد کر دیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی زبان عربی رکھی اور اس میں استعمال ہونے والے ہر لفظ کے معنی اور مفہوم کا تعین بھی کر دیا۔ اس لئے قرآن کی کسی آیت کا مفہوم عربی زبان کے اصول و قواعد کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حدیث کی بھی۔

حدیث میں ہے۔ من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ (ابن ماجہ) جس کا امام ہو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ اس حدیث کو بعض لوگ صحیح نہیں مانتے۔ حالانکہ امام مسلم نے اسے صحیح لذاتہ کہا ہے۔ دیکھو مقدمہ صحیح مسلم ص ۱۵ ج ۱ طبع فاروقی دہلی۔ امام بخاری نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو جزء القراءۃ للبخاری ص ۱۰ ج ۱ طبع اصح المطابع دہلی۔ امام مسلم نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو صحیح مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱ طبع فاروقی دہلی۔ امام ابوداؤد نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو ابوداؤد شریف ص ۸۷ ج ۱ طبع اصح المطابع دہلی۔ امام ابن ماجہ نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو ابن ماجہ ص ۶۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔ امام نسائی نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو نسائی شریف ص ۱۴۳ ج ۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔ امام ترمذی نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو ترمذی شریف ص ۵۶ ج ۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔ امام مالک نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو موطا امام مالک ص ۷۰ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔ امام احمد نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو مسند احمد ص ۴۲۱ ج ۳ طبع میمنہ مصر۔ امام دارمی نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو دارمی ص ۶۵ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔ امام طحاوی نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو طحاوی ص ۱۰۰ ج ۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔ امام بیہقی نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو بیہقی ص ۱۵۸ ج ۲ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ امام دارقطنی نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو دارقطنی ص ۱۰۱ طبع انصاری دہلی۔ امام ابن حبان نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو ابن حبان ص ۱۰۰ طبع انصاری دہلی۔ امام حاکم نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو مستدرک حاکم ص ۲۳۸ ج ۱ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ امام ابن عبدالبر نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو التمہید ص ۶۴ ج ۹ طبع مراکش۔ امام ابن حزم نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو محلی ابن حزم ص ۲۶۸ ج ۳ طبع منیریہ مصر۔ امام بغوی نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو شرح السنہ ص ۸۴ ج ۳ طبع دمشق۔ امام ابن تیمیہ نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو منتقی ص ۱۰۰ طبع مطبعۃ السنۃ المحمدیہ مصر۔ امام شوکانی نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو نیل الاوطار ص ۱۷۰ ج ۲ طبع مصطفائی مصر۔ امام ابن قیم نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو زاد المعاد ص ۱۰۰ ج ۱ طبع مصطفائی مصر۔ امام ابن کثیر نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۰ ج ۱ طبع مصطفائی مصر۔ امام ابن رشد نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو بدایۃ المجتہد ص ۱۰۰ ج ۱ طبع مصطفائی مصر۔ امام ابن عبدالبر نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو التمہید ص ۶۴ ج ۹ طبع مراکش۔ امام ابن حزم نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو محلی ابن حزم ص ۲۶۸ ج ۳ طبع منیریہ مصر۔ امام بغوی نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو شرح السنہ ص ۸۴ ج ۳ طبع دمشق۔ امام ابن تیمیہ نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو منتقی ص ۱۰۰ طبع مطبعۃ السنۃ المحمدیہ مصر۔ امام شوکانی نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو نیل الاوطار ص ۱۷۰ ج ۲ طبع مصطفائی مصر۔ امام ابن قیم نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو زاد المعاد ص ۱۰۰ ج ۱ طبع مصطفائی مصر۔ امام ابن کثیر نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۰ ج ۱ طبع مصطفائی مصر۔ امام ابن رشد نے اس کی اقتداء کی ہے۔ دیکھو بدایۃ المجتہد ص ۱۰۰ ج ۱ طبع مصطفائی مصر۔

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے اس کو امام کی قرأت کافی ہے۔ اس کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس حدیث کے ماننے والے حنفی ہیں۔ اس حدیث کے نہ ماننے والے اہلحدیث ہیں۔ اس حدیث کے ماننے والے حنفی اس حدیث کے نہ ماننے والے اہلحدیث کیوں ہیں؟ اس لئے کہ حنفی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں اور اہلحدیث اس حدیث کو ضعیف مانتے ہیں۔ اس حدیث کو صحیح ماننے والے حنفی اس حدیث کو ضعیف ماننے والے اہلحدیث کیوں ہیں؟ اس لئے کہ حنفی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں اور اہلحدیث اس حدیث کو ضعیف مانتے ہیں۔ اس حدیث کو صحیح ماننے والے حنفی اس حدیث کو ضعیف ماننے والے اہلحدیث کیوں ہیں؟ اس لئے کہ حنفی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں اور اہلحدیث اس حدیث کو ضعیف مانتے ہیں۔

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے اس کو امام کی قرأت کافی ہے۔ اس کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس حدیث کے ماننے والے حنفی ہیں۔ اس حدیث کے نہ ماننے والے اہلحدیث ہیں۔ اس حدیث کے ماننے والے حنفی اس حدیث کے نہ ماننے والے اہلحدیث کیوں ہیں؟ اس لئے کہ حنفی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں اور اہلحدیث اس حدیث کو ضعیف مانتے ہیں۔ اس حدیث کو صحیح ماننے والے حنفی اس حدیث کو ضعیف ماننے والے اہلحدیث کیوں ہیں؟ اس لئے کہ حنفی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں اور اہلحدیث اس حدیث کو ضعیف مانتے ہیں۔

دیتے ہیں اس سے بچنے والی نہیں ہوتے اسی طرح اپنی معلومات میں ان متقدمین ترین حضرات کی فہم و بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ان ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے قول پر عمل کریں اس عمل کرنے کو اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔ تقلید کی حقیقت صرف یہ ہے کہ تقلید کرنے والا اپنے امام کی تقلید یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ دراصل قرآن و سنت پر عمل کرنے والے اور صاحب شریعت ﷺ کی پیروی کر رہا ہے اور گویا یہ تصور کرتا ہے کہ امام اس کی اور صاحب شریعت کے درمیان واسطہ ہے مثال کے طور پر جس طرح جماعت کی نماز میں جب کہ جماعت بڑی ہو امام کی آواز اور اس کے مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتی تو ان کو اس وقت مقرر تکبیر کہتے ہیں وہ مکبر امام کی اقتداء کرتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہتا ہے امام کی عمل حرکات کو جس جگہ پر جو لوگ تکبیر نہیں سن رہے ہیں وہ مکبر کی تکبیر سن کر امام کی اقتداء کرتے ہیں اسی طرح ہم امام مجتہد کی تقلید کرتے ہیں اور ہمارا اتباع ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی طرح ہے اگرچہ ہم براہ راست قرآن و حدیث کو نہیں سمجھتے اور خود مکلف بھی نہیں سمجھتے لیکن ہم خود براہ راست نہیں ہوں بلکہ یہ اور جو ہی حضرات کا ہم صف ایک زینہ ہے۔ ہمارے کی اقتداء کرتے ہیں ہم تو صرف امام کے قول حکمت کی اطلاع اور ہمارے عمل کی صورت یہاں ہے کہ مقلد کا تصور یہی ہے کہ میں خدا اور رسول خدا کی اطاعت اور اتباع کر رہا ہوں اور مجتہدین میں سے کسی کو درمیان میں نہ سمجھتا ہے اس کا مستقل بالذات مطاع نہیں سمجھتا مستقل بالذات مطاع تو صاحب شریعت ہی کو خیال کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تقلید کی حقیقت صرف یہ ہے کہ ان حضرات مجتہدین میں سے کسی کی پوری اعتماد کرتے ہوئے ان کی اتباع کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان حضرات مجتہدین میں سے کسی پر اعتماد نہ کرتے ہوئے اپنی فہم پر اعتماد کرتے ہوئے خود فیصلہ کرنے پر عمل کرے مگر اس وقت صاحب شریعت کی اتباع نہ ہوگی بلکہ اپنی خواہش نفسانی کی ہوگی اور وہ اس طریقے پر کہ خود تو مجتہد نہیں نہ سمجھتے کہ ناسخ کون سی آیت احادیث اور منسوخ کیا ہے راجح کیا ہے اور مرجوح کیا ہے غیر مجتہد جو کچھ اس سے وہ اپنی خواہش سے دل پسند چیز پر عمل کرے گا لہٰذا اس خواہش نفسانی کی ہوگی شریعت کی نہ ہوگی اور انسان کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان کا یہ کام ہے کہ وہ انسان کو خواہشات نفسانی کا بندہ بنا دے اور اس پر عمل کرنے کے لئے اس کے دل میں شیطان انسان کے قلب پر قابو پا لیتا ہے اور پھر یوں انسانی میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جیسے زہر سانپ انسان کے خون کے لئے بہت ہی خطرناک ہے مگر قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے خواہشات نفسانی پر چلنے والوں کی بہت ہی مذمت فرمائی ہے اور ایک جگہ ان کو بدترین جانور کتے سے تشبیہ دی ہے۔ ارشاد ہے ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ فمثلہ کمثل الکلب یعنی وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا تو اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی (سورہ اعراف پ ۹) اور ایک موقع پر خواہش پرست کو بت پرست کے قائم مقام قرار دیا ہے فرماتے ہیں۔ افرایت من اتخذ الٰہہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ۔ کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے (سورہ جاثیہ پ ۲۵) خواہش نفسانی پر عمل کرنے کی وجہ سے خدا اس کو گمراہ کر دیتا ہے اور کان اور دل پر مہر لگا دیتی ہے پھر اس کے قلب میں صحیح بات نہیں اترتی اور نہ راہ راست کی طرف اس کا دل مائل ہوتا ہے اور پھر وہ گمراہی کے گڑھے میں گرتا

ان چاہا ہوتا ہے۔

ذیلی جملہ ارشاد ہے۔ افمن کان علی بینۃ من ربہ کمن زین لہ سوء عملہ واتبعوا اھواءھم تو جولوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہیں یا وہ لوگ جنہیں ان کی بدعملی ان کو اچھی معلوم ہوتی ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں (سورہ محمد ۴۷ پ ۲۶) ایک گروہ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر چل رہا ہو اور دوسرا گروہ اپنی نفسانی خواہشات پر عمل پیرا ہو یہ دونوں ہرگز ایک جیسے نہیں ہو سکتے پہلا گروہ کامیاب ہے۔ اور دوسرا ناکام۔

نفسانی خواہش کی مذمت میں بے شمار آیتیں موجود ہیں کہ نفس امارہ کی ہر خواہش کو پورا کیا گیا کہ آپ ان لوگوں کی تابعداری نہ کریں جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ ارشاد ہے۔ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا ہرگز نہ مانیں۔ ورایئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر لیا ہے اور جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا یہ حال حد سے گذر گیا ہے (سورہ کہف پ ۱۵)

نیز ارشاد ہے۔ ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءک من العلم انک اذا لمن الظالمین۔ اور اگر آپ ان کے نفسانی خیالات کا اختیار کریں (اور وحی الٰہی) آپ کے پاس علم (وحی الٰہی) آنے کے بعد تو یقیناً آپ (معاذ اللہ) ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔ (سورۃ بقرہ پ ۲)

نیز ارشاد ہے۔ ولا تتبع اھواء ھم عما جاءک من الحق ان کی خواہشوں پر نہ چل اس سچی کتاب کو چھوڑ کر جو تیرے پاس آچکی ہے (سورہ مائدہ پ ۶)

نیز ارشاد ہے۔ وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عمل نہ کیجئے اور ان سے (جن کی بات ہے) احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا کے بھیجے ہوئے حکم سے بہکا دیں (سورہ مائدہ پ ۶)

نیز ارشاد ہے۔ ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقے پر کر دیا ہے آپ اس طریقے پر چلتے جایئے اور ان جاہلوں کی خواہشوں پر نہ چلئے (سورہ جاثیہ پ ۲۵)

ایک موقع پر حضور پرنور کو مخاطب فرما کر پوری امت کو یہ حکم دیا گیا کہ خواہشات نفسانی کی پیروی سے بچتے رہیں دوسرے راستے سے حق کو نہ ٹالیں۔ ارشاد ہے۔ ولا تتبع اھوائھم فیضلک عن سبیل اللہ اور خواہشات نفسانی کی پیروی مت کرنا (آیا ایسا کرنے سے) وہ تم کو خدا کے رستہ سے بہکا دیں گے۔

(سورہ ص پ ۲۳)

ایک جگہ ارشاد ہے۔ فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھواءھم اگر وہ آپ کی اطاعت سے انکار کریں تو یقین کیجئے کہ وہ محض اپنی خواہشات نفس کی اتباع کر رہے ہیں۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ جو لوگ وحی کے موافق عمل نہ کریں وہ اجماع متفق (خواہشات کے بندے) ہیں اور خواہش مانی کرتے ہیں سب سے زیادہ

کرے وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ومن احسن من اتبع هواه بغير هدى من الله (اور اپنی خواہش سے زیادہ گمراہ ہوگا جو اپنی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ اللہ کی طرف سے کوئی دلیل اس کے پاس ہو) (سورۃ القصص پ ۲۰) امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (خواہشات نفسانی کا تابع ہونا اس امت کے مقلدین خاص کر ان جاہلوں کے موقع پر بھی ہے جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور ان کے امام کی فہم و بصیرت پر اعتماد کر کے تم میں اور ان کی اتباع کرتے ہیں اور فہم مقصد میں وہ جاہل اس کے کہ وہ عالم و مجتہد نہیں۔ ان کے منصوص و غیر منصوص پر عمل کرتے ہیں۔ پھر بھی وہ ان خواہشات نفسانی کو فہم و بصیرت پر مقدم نہیں کرتے اور اپنی خواہشات کے مطابق نصوص کو اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به۔ یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی تمام خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ انه سيخرج في امتي اقوام تتجارى بهم تلك الاهواء كما يتجارى الكلب لصاحبه لا يبقى منه عرق ولا مفصل الا دخله (یعنی میری امت میں آئندہ کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں یہ خواہشات اس طرح سرایت کی ہوئی ہوں گی۔ جیسا کہ کاٹنے ہوا کتا اپنے مالک کو کاٹتے ہے۔ اس شخص کے جسم پر کوئی رگ اور جوڑ ایسا باقی نہیں رہتا کہ اس میں کتے کے کاٹنے کی بیماری نہ پہنچ گئی ہو)
(مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

اس حدیث میں اس قسم کی بیماری جس کا ذکر کیا گیا ہے عموماً ہر ایک کو لاحق ہو جاتی ہے کہ کسی کو اس بیماری سے کوئی شخص بچا ہوا نہیں ہوتا ہے اس لئے اس بیماری کا سبب بن جاتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ مرض اس قدر سخت ہے کہ انسان دوست خطا ہے تو اس کی کبھی یہی حالت ہو جاتی ہے۔ نفسانی خواہشات پر چلنے والے کا بھی یہی حال ہے کہ پہلے تو اس کا ایمان موجبِ خلد سے نہیں آتا ہے پھر شخص اس کی صورت اختیار کرتا ہے اس کا بھی دینی نقصان ہوتا ہے۔

نفسانی خواہشات دو قسم کی پیدا ہوتی ہے اس پر عمل کرنا اس دیوار کو پار کرنے کے برابر ہے جو داخل ہونے سے پہلے تمہیں کی روایت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات (جنت کے ارد گرد مصائب و تکالیف اور شہوات کی چار دیواری کر دی گئی ہے۔ جنت کے خواہشات پر عمل کرنا اس دیوار کو پار کرنا ہے جو داخل ہونے سے پہلے ہے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ انكم اليوم في زمان الهوى فيه تبع للعلم وسيأتي عليكم زمان يكون العلم فيه تبعا للهوى۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۸۶)

یعنی آج تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جس میں خواہش علم کے تابع ہے اور تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں علم خواہش کے تابع ہوگا۔ (احیاء علوم الدین ص ۹۳ ج ۱)

مشہور بزرگ شیخ ابو محمد عبداللہ بن حامد (حضرت جنید بغدادی) فرماتے ہیں۔ كان السلف في الجاهلية ينهون ما تستحسنه نفوسهم وطباعهم فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فردهم الى الشريعة و

الدلیل فنعمل الصحیح الذی یستحسن ما یستحسنه الشرع ویستقبح ما یستقبحه الشرع یعنی ہم اس قول پر عمل کیا کرتے تھے جس کو ان کی عقلیں اچھا سمجھتی تھیں، عمل اللہ تعالیٰ نے آسان و ثریعت کا جو طریقہ مقرر فرمایا ہے اس کی طرف سے عقل ہی اس کو سمجھ سکتی ہے، دوسرے لوگوں کو اپنے عقل سے ثریعت کا اچھا سمجھنا بیکار ہے، اسی لئے ہر زمانہ کے لوگ اپنے عقل سے ثریعت پر حکم لگاتے رہے۔ (کتاب الاحکام ص ۱۷۰ ج ۲)

امام شافعی فرماتے ہیں: الشریعة موضوعة لاخراج المکلف عن داعیة هواه شریعت کی وضع اور غرض و غایت ہی یہ ہے کہ مکلف (یعنی انسان) کو اس کے خواہشات پر عمل کرنے کے دائرہ سے نکال دے۔ یعنی خواہشات کا بندہ بننے سے بچائے خدا کا بندہ بنائے۔ (الاحکام ۱۰)

یوان پیش نہاد الناظر جیسا کہ فرماتے ہیں۔ لیس الشرک عبادة الاصنام فحسب بل هو تابعک لهواک شرک صرف بت پرستی کا نام نہیں ہے بلکہ شرک یہ بھی ہے کہ تم اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنے لگو اسے اپنے اس شعر میں افرأیت من اتخذ الهه هواه کی تفسیر فرمائی ہے۔ (فتح الغیب ص ۱۱ ج ۱۰ تفسیر کبیر)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اعلم ان النفس مجبولة علی اتباع الشهوات لا تنزل علی ذلک الا ان یقهر هاو ترد الا بعنان یعنی جان لو کہ نفس کی جبلی بات یہ ہے کہ وہ خواہشات کی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ زبردستی اس میں داخل ہو۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۰۶ ج ۱)

حضرت شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں: افساد حس الفساد علی الخلق من سنة الشیاطین، صعب لیة تحمل الآخرة والفانی صارت اذهانهم مهینة شهواتهم والذات عندهم طول الامل مع قصر الاجل والرابع تزیین اتباع المخلوقین هوی رضاء الله والخامس تحسین اتباع الهوی هم وبئس ما فعلوا صلی الله علیه وسلم والسادس جعلوا زلات السلف حجة لانفسهم وقد کثر منا فیهم

یعنی چھ چیزوں کی وجہ سے مخلوق میں فساد آیا ہے (۱) آخرت کے متعلق انہوں نے ان کی زندگی میں شیطانی (۲) ان کے اذہان شہوتوں کے پیروکار بنے کے (۳) طول امل (لمبی لمبی امیدیں) اور قلت عمر (۴) اپنے علاوہ دوسروں کی بیجا تعریف (۵) مخلوق کی رضا جوئی اللہ کی رضا جوئی پر ترجیح دینے سے (۶) اپنی خواہشات کی تحسین کرنے سے اور اپنے نفس کی خاطر سلف کی لغزشوں کو اپنے اعمال بد کے لئے دلیل بنانے سے (حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۰۶ ج ۱ بحوالہ کتاب الاحکام ص ۲۰۰ ج ۲)

حاصل یہ ہے کہ خواہشات نفسانی پر عمل کرنے کی مذمت میں قرآن و حدیث بھرے پڑے ہیں علماء کرام نے بھی اس کی بہت مذمت کی ہے، جہاں کہیں کسی نے انسان کی خواہش کو راہنما بنانے کی بات کہی ہے کہ خواہش کو فیصلہ کرنے کے اندر حاکم کے تقوی و طہارت، دین کی خدمت و فہم و بصیرت پیدا کرتے ہوئے دیکھا ہے (جس کی تفصیل پر امت کا اتفاق ہو چکا ہے) کسی کی تقلید کرنے میں بھی نفسانی خواہشات کو دخل نہ ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ارشاد بالا پر غور کیجئے فرماتے ہیں: اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظیمة وفی الاعراض کلها مفسدة کبیرة۔ جاننا چاہئے کہ ان مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سب سے اعراض کرنے میں بڑا فساد ہے۔ (عقد الجید ص ۳۱)

فرماتے ہیں۔ وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم وانما تدور رحی الفتنہ فی الجماعۃ الا واحدۃ لا تزید کون الداخل فیھا فی النار یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سواد اعظم مذہب کی پیروی کرو اور فتنہ کی چکی جماعت میں گھومتی ہے مگر ایک جماعت نہیں گھومتی اس لئے کہ اس کی اتباع کرنے والا جہنم میں جائے گا۔ اتبعوا السواد الاعظم سواد اعظم کی اتباع کرو۔ سواد اعظم (بڑے گروہ) کی اتباع کرتے ہے اور ان سے باہر نکلنا سواد اعظم سے باہر نکلنا ہے۔ (عقد الجید ص ۳)

حضرت سید احمد شہید بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔ واما اتباع مذہب اربعہ کہ ان رضی اللہ عنہم ائمہ اسلام اند خوب است۔ مجتہدان کے مسند مذاہب ایشاں مدون و مروج جمیع مسلمانوں میں رائج ہے نہایت مفید اور پسندیدہ ہے۔ (صراط مستقیم ص ۹۹ فارسی)

لہذا صحیح طور پر شریعت کی اتباع کرنے کے لئے خواہش سے تقلید کی طرف سے گھومنا ہوگا۔ جب تک کسی نے کسی کی اتباع نہ کی ہو تو اس کا اس پر اعتراض و طعن زبان میں کہ جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا ہے فسمع النکاب یعنی کتے بھونکتے رہیں قافلہ ان کے بعد آگے چل جائے گا۔

درحقیقت دل سے اگر تکبر نکل جائے تو صحیح ہوگا کہ تقلید ایک امر فطری ہے اور ایک قدرتی تاثیر ہے جو انسان کے ساتھ شامل ہے۔ دنیا کی ہر چیز ہے ہمارے لئے مقلدین بھائی بھی اس سے بے نیاز نہیں ان کے گھروں میں چھوٹے بچے گھر کے بڑوں کی تقلید کرتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں ان سے کوئی بات محمد شاہ اور ظل سبحانی کے متعلق پوچھو تو پوچھا نقل کرتے ہیں اس پر کچھ پوچھو تو نقل کرنے کو موجود ہیں کھا جانا ان کو ترک عادت نہ دیکھیں بلکہ جانا اور معمولی صنعت و حرفت میں بھی بغیر تقلید کے کام نہیں چلتا جب مدرسہ کی مطالعہ کرنے والوں کی زبان تیز نہیں ہوتی ہے تو ان کو نالائق سمجھا جاتا ہے مثل مشہور ہے کہ تیز زبان ہونا ہاتھ ہونا ہے جو کہ ہر جگہ دنیا کے ہر کام میں تقلید کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن دین کے معاملہ میں چند حدیث کی کتابوں کا ترجمہ پڑھ لینے سے اپنے کو مجتہد آن حدیث کا سمجھنے لگتا اور اجتہادی و استنباط احکام کے ساتھ بدنامی کرنا اس کی جس میں ہزار بائی اور ہزار خرابی ہے تقلید کو ترک کر دینا اور اپنی ناقص فہم پر عمل کرنا اور دوسرے تسانی کی اتباع کو عین توحید سمجھنا یہ کس کا انصاف ہے۔ ہر ایک عقل رکھنے والا آدمی ہے اگر ہمارے غیر مقلدین بھائی ہماری اس تحریر کو تحمل اور غصہ کو چھوڑ کر دیانتداری سے غور فرمائیں تو ضرور اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ تقلید کے متعلق ہم جو کچھ لکھتے ہیں۔

خمس تقلید قرآن وحدیث سے ثابت ہے:

اور خمس تقلید کا جواز بلکہ وجوب قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ ہم یہاں پر دو آیت و دو حدیث پیش کرتے ہیں

قرآن میں ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے

دریافت کرو۔

(۲) اولئک الذین ھداھم اللہ فبھدٰھم اقتدہ۔ یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو آپ بھی انہی کے طریقے پر چلیے۔ (سورۃ انعام پ ۷)

اس آیت میں اگلے انبیاء کی اتباع کا حکم فرمایا گیا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا ملت ابراہیمی کا اتباع کیجئے۔ جس میں ان کی کوئی ہے۔

(۳) یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۔ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو رسول کی اور الوالامر کی۔ (الوالامر سے اللہ تعالیٰ کے خصوصاً اور رسول اللہ کے عموماً احکام مراد ہیں)

(۴) ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔ اگر یہ لوگ اس امر کو رسول کے اور ان میں سے اولوالامر کے حوالہ کرتے تو ہوگوں میں جو اہل فقہ و اہل استنباط ہیں وہ بھی ان کو خوب سمجھ لیتے کہ ان کی تہ تک کون پہنچ سکتا ہے اور کون نہیں پہنچ سکتا۔ اس آیت سے بھی صراحتاً اجتہاد کی اتباع کا ثبوت ملتا ہے۔

(۵) فلو لا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون ۔ یعنی کیوں نہ نکلے ہر فرقہ میں سے ایک جماعت تاکہ فقہ دین حاصل کریں اور جب واپس آئے اپنی قوم کو ہوشیار کریں تاکہ وہ بھی ان کی باتوں کو سمجھ کر ان کی اتباع کریں (سورۃ توبہ پ ۱)

(۶) وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون اور ہم نے ان میں پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے راہ بتاتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے

(سورۃ السجدہ پ ۲۱)

(۷) واتبع سبیل من اناب الی ۔ اس شخص کے راستہ کی پیروی کر جو میری طرف رجوع لے آئے ہے

(۸) یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ (سورۃ توبہ پ ۱)

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اتباع کا حکم فرمایا ہے اور ان سے تقلید مطلق کا ثبوت ہوتا ہے۔ اب اس سلسلہ کی چند احادیث ملاحظہ کیجئے۔

(۱) عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم نہیں میں کب تک تم لوگوں میں رہوں گا لہٰذا میرے بعد ان دو شخصوں کی اقتداء کرنا ابی بکر و عمر کی اقتداء کرنا (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹ باب مناقب ابی بکر و عمر)

(۲) علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین الخ ۔ تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے تم اس سے تمسک کرو (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ اعتصام بالکتاب والسنۃ)

(۳) لما بعث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن

قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتھد برایی ولا آلو فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما یرضی رسول اللہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپ نے فرمایا تم کس طرح فیصلہ کرو گے جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوگا؟ عرض کیا میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر اس میں نہ ملے؟ عرض کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملے؟ عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوشش میں کمی نہیں کروں گا۔ یہ سن کر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو رسول اللہ ﷺ کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔ (ابوداؤد، باب اجتہاد الرای فی القضاء، ص ۱۵۰ ج ۲) (ابوداؤد، ترمذی، دارمی، مسند احمد، ص ۲۳۰ ج ۵)

حضرت معاذ کی اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ

(۱) حدیث سے مسائل کا استنباط کرنا اور حدیث میں ان کا حکم تلاش کرنا قرآن سے تلاش کرنے کے بعد ہے۔

(۲) جو شخص مسائل میں اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرنا چاہے اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے قرآن و حدیث میں تلاش کرے۔

(۳) قرآن و حدیث میں تلاش کرنے کے بعد اجتہاد کرنا چاہیے۔ اجتہاد کے لیے قرآن و حدیث کا علم ضروری ہے۔ اجتہاد کرنے والے کو اپنی رائے پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنی رائے کو قرآن و حدیث کی روشنی میں جانچنا چاہیے۔

(۴) حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ یمن کے لوگ عرب اور حالات و معاملات کی نوعیت بھی وہی ہے جو حجاز کی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے ان کو جو ہدایات دیں وہ ان تمام علاقوں کے لیے ہیں جہاں کے حالات و معاملات یمن کے حالات سے ملتے جلتے ہوں۔ آپ نے ان کو اجتہاد کی اجازت دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کے علماء کو اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق اجتہاد کا حق حاصل ہے۔

(۵) الحدیث رواہ احمد وابوداؤد والترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۳ کتاب العلم)

علماء دین نے لکھا ہے کہ جس طرح دین کی حفاظت فرض ہے اسی طرح دین کی اشاعت بھی فرض ہے (یعنی ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق دین کی تبلیغ بھی لازم اور ضروری ہے۔ اسی لیے ہر زمانہ کے علماء کو اجتہاد کا حق دیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر زمانہ کے علماء کو اجتہاد کا حق حاصل ہو۔

(۶) کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون (مسلم باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الاول فالاول ج ۲ ص ۱۲۶) بنی اسرائیل کی سیاست حکومت ان کے انبیاء کرتے تھے۔ جب کسی نبی کا وقت پورا ہو جاتا تو دوسرا نبی آ جاتا تھا۔ [illegible]

بعد سے بعد کوئی نہ کوئی بات ایسی ہوئی ہے جس کی وجہ سے بعد خیر القرون کے اہل علم کو اجتہاد کرنا پڑا ہے۔ (نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ کی تمام تر پیش آمدہ ضروریات کی تکمیل اور ہر ایک کے لئے ضروری احکام کا استنباط اسی قرن اول کے علماء سے ہوا)

(از معارف القرآن حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ج ۱ ص ۱۸۵)

مندرجہ بالا آیت واحادیث سے تقلید شخصی کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔ کچھ اس تقلید کی وہ صورتیں ہیں جن کو آج تقلید کے لئے کسی خاص امام مجتہد کو متعین نہ کیا جائے بلکہ کسی امام کے مسلک کو اختیار کرلیا تو بھی دوسرے امام کے قول پر عمل کرلینا اسے تقلید مطلق کہا جاتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ تقلید کے لئے کسی ایک مجتہد کو متعین رکھا جائے۔ ہر مسئلہ میں اسی کی اتباع کی جائے اسے تقلید شخصی کہا جاتا ہے۔ بعد کے علماء نے تعین میں تقلید کی ان دونوں صورتوں پر عمل درآمد رہا ہے اور بلاشبہ اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ اس عہد مبارک میں یہ بات بالکل واضح تھی کہ جو حضرات مجتہد نہ تھے وہ اکثر یا بعض مسائل میں کسی سے پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے اور جس سے جواب میں جیسا سنتے ویسا ہی عمل کرتے یا بلا دلیل سائل آس پر عمل کرتا ہو اور نہ مسائل کی صورت میں سائل کا اطمینان ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

"صحابہ کرام سے لے کر امام ابوحنیفہ کے زمانہ تک یہی دستور رہا کہ کوئی عالم مجتہد بلا تامل کسی کی تقلید نہ کرتے تھے اگر کسی معتبر اور مستند شخصیت نے اس پر فتویٰ دیا اور تقلید باطل ہوتی تو وہ حضرات اس پر ضرور تنبیہ فرماتے (عقد الجید ص ۲۹ مترجم)

حضرت شاہ صاحب کے اس بیان سے عہد صحابہ وتابعین میں تقلید مطلق کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے۔ اس قرن ان حضرات کے یہاں تقلید مطلق کا رواج تھا ایک طرف تو بعض حضرات تقلید شخصی پر بھی عمل پیرا تھے دین پر اتنا کہ مسائل خلافیہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو ترجیح دیتے تھے اور اسی کے قول پر عمل کرتے تھے اور اہل یمن حضرت زید بن ثابت کے قول پر عمل کرتے تھے اور اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوی کو ترجیح دیتے اور اسی کی اتباع کرتے تھے۔

(۱) بخاری و مسلم اور ابوداؤد میں ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا جس مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا جواب حضرت ابوموسیٰ اشعری کے جواب کے خلاف تھا۔ جب ابوموسیٰ اشعری کو اس کا علم ہوا تو پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا جواب اور فتویٰ کیا ہے ان کے بعد ارشاد فرمایا "لا تسألوني ما دام هذا الحبر فيكم" جب تک یہ عالم (یعنی ابن مسعود) تم میں موجود ہیں تم مسائل نہ پوچھو۔ دریافت کیا کرو اور وہ جو فتویٰ دیں اسی پر عمل کرو مجھ سے دریافت نہ کرو۔ اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔ اس کا ثبوت اس روایت سے واضح طور پر ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۵)

(۱) سوال ابوموسیٰ اشعری نے کئی نے پوچھا کہ فرائض کے بارے میں ایک بیٹی ایک پوتی اور ایک بہن ہو تو ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔
جواب: بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف ملے گا۔ جاؤ ابن مسعود سے پوچھو۔ ابن مسعود نے بھی یہی جواب دیا کہ ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ اب میں تمہارے درمیان سے نہیں جاؤں گا جب تک ابن مسعود موجود ہیں۔ ابن مسعود نے جواب دیا کہ بیٹی کو نصف ملے گا اور پوتی کو چھٹا اور بہن کو نصف۔ اس نے فیصلہ دیا ہے میں تو آپ کا وہی جواب دوں گا جو انہوں نے دیا ہے۔ ابن مسعود نے کہا کہ اب تم میرے درمیان سے نہ جاؤ جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۴)

(۲) صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ و لفظ حدیثہ عن ابن عباس عن امرأۃ طافت ثم حاضت، قال لھم تنفر قال لا (ملخصاً) و بلفظ ھو لکم (زید بن ثابت) و حدیث امرأۃ بعد ما افاضت صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳ کتاب الحیض)

(۱) مدینہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس عورت کے متعلق سوال کیا جو طواف فرض کے بعد حیض سے ہوئی ہو تو آپ وہ طواف وداع کئے بغیر واپس جا سکتی ہے یا نہیں؟ ابن عباس نے فرمایا وہ جا سکتی ہے واپس جا سکتی ہے۔ اس حدیث سے ابن عباس آپ کے قول یا فتویٰ پر عمل کرنے سے زید بن ثابت کے قول (فتویٰ) کو ترک نہیں کریں گے (بخاری شریف)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ زید بن ثابت کی تقلید نہیں کرتے تھے ان روایت سے اس بات پر استدلال کرنا کہ ھو لکم بھو لکم و بدیع قول زید ہی کو ہوتے تھے۔ درست نہیں کیونکہ ابن عباس کی روایات کئی قرائن میں ان سے پر نہیں کی جاتی ہیں (شرح تقلید ص ۱۰۷) ایک قرینہ تو یہ ہے کہ ابن عباس کا زید بن ثابت کے ترک حدیث کے مرتکب ہوتے ہوئے تقلید نہیں کرنا (بلکہ حدیث کو ترجیح دینا) اور دوسرا قرینہ ابن عباس کا خود تقلید فرمانا۔

(۳) حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ ہر بات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول معلوم ہوتا ہے چاہے کسی اور نے قول کی نسبت کیوں (فاروق ص ۱۹)

(۴) جب تک نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر نے علامہ مالک نے فوق نہیں دیا (تذکرہ الحفاظ ج ص ۱۹۹) معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات پہلے گزر چکی ہیں اور اق میں ملاحظہ ہو۔ یہ روایات تقلید نہیں ہیں اتباع ہیں۔ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں بھی مسائل پوچھنے کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتی تھیں۔ یہ صرف معاذ اللہ شوہروں کی شکایت کرنے کے لئے نہیں جاتی تھیں بلکہ دینی مسائل دریافت کرنے کے لئے بھی جاتی تھیں۔ اس لئے ہر عورت کو اپنے شوہر کی شکایت کرنے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری نہیں اور حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے قرآن و حدیث میں کوئی شرط نہیں ہے کہ آپ کے بعد اس میں کوئی تقلید نہیں کی جا سکتی ہے بلکہ ہر عالم کے پاس جا کر مسائل دریافت کئے جا سکتے ہیں۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ بعض عورتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی ایسی تھیں جو روایات کو بھول جاتی تھیں ان کو بھی تقلید مطلق یا تقلید شخصی دونوں کا رواج تھا کہ ہر بات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتی ہیں۔ ان کا مقصد حضرات سے پوچھنا ان کی تقلید کا نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد ہوتا کہ ان لوگوں میں تقریر اور حدیث کی روایات ہیں ان کو بھی سنیں اور ان کو بھی یاد کریں تاکہ ان کی تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں پر عمل ہو سکے جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے بعد ہوتا کیا اور شرف خدا اور اکابر صحابہ کی صحبت سے کم ہونے کی وجہ سے ان کو بھی روایات کی ضرورت آتی تھی تاکہ ان کو بھی تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں کا موقع ملے اور ان کو بھی روایات کی ضرورت آتی تھی تاکہ ان کو بھی تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں کا موقع ملے اور ان کو بھی روایات کی ضرورت آتی تھی تاکہ ان کو بھی تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں کا موقع ملے

امت کا اجماع ہو گیا کہ ایسا ہونا چاہئے تو اجماع مثل شریعت مقبول ہوجاتے اور ہر ایک اپنے اپنے مطلب اور خواہش کے موافق عمل کرتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں **وبعد المائتین ظہر فیہم التمذہب للمحصلین اعنی بہم و قل من کان لا یعتمد علی مذہب معین وکان ہو الواجب فی ذالک الزمان** یعنی دوسری صدی ہجری کے بعد لوگوں میں تحقیق مجتہدوں کی پیروی کا رواج ہوگیا اور اہل کمال ایسے تھے جو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس زمانہ میں یہی ضروری تھا۔ (انصاف ص ۳۴)

نمبر ۱۱ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العلی "تقلید شخصی کے ضروری نہ لابدی ہونے" کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"کوئی شخص یہ بھی جانتا ہے کہ مختلف لوگوں کا تجارت ہو مثلاً کسی شیخ سے کوئی شغل پوچھا یا اور کسی دوسرے سے اور کوئی شغل پوچھا یا تو اس صریح متعدد کا انہاں میں فی دسہ بارہ ہے۔ اور سلف کی یہی عادت تھی کہ کبھی امام ابوحنیفہ سے پوچھا یا کبھی اوزاعی سے اور مختلف کی ایسی عادت دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ لازم ہوتا ہے۔ سو ایسی نسبت تو یہ ہے جیسے ایک عارض کی وجہ سے ممنوع ہوگیا اس کے چھوڑنے کے لئے ایک قاعدہ سن لیجئے وہ یہ کہ عادت غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے سو عادت غلبہ کے اعتبار سے آج کل اور اس وقت میں یہ فرق ہے کہ اس وقت کے لوگوں میں دین غالب تھا۔ ان کا مختلف لوگوں سے پوچھنا یا تو تحقیق غور کرتا تھا اور اس نے کہ جس کے قول میں زیادہ احتیاط ہوگی اس پر عمل کریں گے یہ میں اگر تدین کی اب بھی یہی حالت ہوتی تو ایک حد تک اور اس کی تقلید کرنے کی ضرورت نہ ہوتی مگر اب تو وہ حالت ہی نہیں رہی اور کیسے رہتی کہ حدیث میں ہے **تم یفشو الکذاب** کہ غیر القرون کے بعد کذب پھیل جائے گا اور لوگوں کی عادت مل جائے گی سو بعد خیر القرون سے بعد سرتا کیا۔ آج ان لوگوں کی حالت ابتر ہوتی گئی۔ اب تو وہ حالت ہے کہ عام طور پر غرض پرستی غالب ہے مختلف لوگوں سے اس لئے پوچھتا ہے کہ جس میں اپنی غرض سمجھتا ہو اس پر عمل کریں گے۔ **الی قولہ**۔ علامہ شامی نے یہاں ایک حکایت لکھی ہے۔ یہ فقیہ نے ایک محدث کے یہاں اس کی لڑکی کے نکاح کا پیغام بھیجا۔ محدث نے کہا میں شرط کرتا ہوں کہ تم رفع یدین اور آمین بالجہر کرو۔ فقیہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور نکاح ہوگیا۔ اس واقعہ کو ایک بزرگ کے پاس ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس کو سن کر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا سمجھے اس شخص نے ایمان جانے رہنے کا خوف ہے اس واسطے کہ وہ جس بات کو سنت سمجھ کر کرتا تھا یہاں اس نے اس کی زندگی ذلیل ترین۔ بہرحال ہر مصنف کہنا کے لئے سے چھوڑ دینا اس کی یہ حالت دنیا طلبی کی ہوگئی ہے ایسے وقت میں اگر تقلید شخصی نہ ہو تو یہ ہوگا کہ ہر مذہب میں سے جو صورت اپنے مطلب کی پائیں گے اسے اختیار کر لیں گے۔ مثلاً اگر وضو کرنے کے بعد اس کے خون نکل آیا تو اب امام ابوحنیفہ نے مذہب پر تو وضو ٹوٹ گیا اور امام شافعی کے مذہب پر نہیں ٹوٹا سو یہاں تو یہ شخص امام شافعی کا مذہب اختیار کرے گا اور پھر اس نے بیوی کو بھی ہاتھ لگایا تو اب امام شافعی کے مذہب پر تو وضو ٹوٹ گیا اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر نہیں تو ایسا نہ ہو کہ یہاں امام ابوحنیفہ کا مذہب لے لے تو بہرحال اس صورت میں کسی امام کے نزدیک اس کا وضو نہیں رہا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو خون نکلنے کی وجہ سے ٹوٹ گیا اور امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے کی وجہ سے۔ مگر اس شخص کو زبردستی پر عادت ہوگئی۔ وہ تو ہر امام کے مذہب میں اپنے مطلب ہی کی ڈھونڈ لے گا اور جو امر کہ مطلب کے خلاف ہے اس کو نہ مانے گا۔ سو دین تو مذہب کا

تحقیق غلط اور گمراہی پر مبنی ہے کیونکہ یہ تقلید شخصی کی ضرورت نہ تھی بلکہ تقلید مطلق کی ضرورت تھی اور تقلید مطلق کے قائل تمام مسلمان ہیں اور مخالف سے کہ ہم شخص پر فرض نہیں کہتے بلکہ ہم جہلاء اور عوام کے لئے فرض کہتے ہیں اس لئے ہمارے اوپر یہ اعتراض ہے ہی نہیں اس لئے تقلید شخصی ہم نہ تو فرض کہتے ہیں نہ واجب بلکہ ہم فرض کہتے ہیں کہ تقلید شخصی میں دین کا تحفظ ہوتا ہے اور اگر کسی تقلید میں یہ تحفظ نہ ہو تو اس تقلید شخصی میں اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

(الانصاف للشیخ ولی اللہ صفحہ ۸۹ تا ۹۰ ملخصاً)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی فرماتے ہیں۔ فی وقت یفتون من بقصد النکاح وفی وقت بخلافہ من بتحققہ بحسب الغرض والمیل فلا یجوز۔

یعنی یہ کہ کبھی اس بات پر فتویٰ دیتے ہیں کہ تین طلاق سے عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور کبھی اس بات پر فتویٰ دیتے ہیں کہ تین طلاق سے عورت رجعیہ ہو جاتی ہے یہ اختلاف محض نکاح کے مقصد کی وجہ سے ہے اور اس کا اختلاف جائز ہے۔ (فتاویٰ ابن نجیم ص ۲۲۹)

نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ مذہب حنفی کے مسائل دو قسم کے ہوتے ہیں بعض مسائل اہل حدیث کے بھی موافق ہوتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ نے جو مسائل حنفیہ کے خلاف لکھے ہیں اور فرمایا ہے کہ ہم حنفی المذہب ہیں وہ بیان فرمایا ہے جو فرماتے ہیں۔

فنحن وللہ الحمد متبعون لا مقلدون علی مذھب الامام احمد بن حنبل ہم لوگ الحمد للہ مذہب کے تابع ہیں مقلد نہیں ہیں اور مذہب حنبلی کے ماننے والے ہیں اور امام احمد بن حنبل حنفی المذہب تھے یہ ہیں اس لئے اب امام احمد بن حنبل کی یہ رائے ہے جس کو آپ نے کتاب میں لکھا ہے آپ فرماتے ہیں۔ الی وللہ الحمد متبع سنت ومتبع غیر ہذا فی دینی الذی ادین اللہ بہ الخ یعنی الحمد للہ میں سنت کا تابع ہوں (یعنی میں نے سنت کو اختیار کیا ہے) اور میرا دین جس کو میں اللہ کی عبادت سمجھتا ہوں وہ سنت کی اتباع ہے اس کے علاوہ دوسرا طریقہ میرا نہیں ہے (الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۰۰)

ان کے علاوہ شیخ ابن تیمیہ اپنا ذاتی مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اصل دین (یعنی دین کی بنیاد) تو ثابت ہے اور اسلام میں سنت والجماعت کا مسلک ہے اور ہر امام کی اتباع ہوتی ہے (یعنی ہر امام کی بات مانی جاتی ہے) اس لئے ہم مذاہب اربعہ حنفی شافعی مالکی حنبلی کے مذاہب پر ہیں اور ان کو ان مذاہب اربعہ میں سے کسی کی بھی تقلید کرنے سے منع نہیں کرتے۔ (الفتاویٰ ص ۳۰ ج ۲)

(نوٹ) غیر مقلدین حضرات علامہ ابن تیمیہ کی اس عبارت کو بنیاد بنا کر تقلید کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے اپنی تصنیف "مختصر السیرۃ" میں شیخ ابن تیمیہ کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔

علامہ ابن نجیم اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی جس کا حنبلی مذہب ہونا ظاہر ہے۔ غیر مقلدین بھائیوں کو بھی تسلیم ہے۔ آپ نے علماء بالا میں ان دونوں حضرات کے اقوال کو ذکر فرمایا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان حضرات نے

یہاں بھی تقلید گمراہی یا شرک نہیں ہے بلکہ وہ بھی اس کے ضروری ہونے کے قائل ہیں۔ اور یہ غیر مقلدین ائمہ ہدیٰ کی تقلید کو حرام، شرک، بدعت اور گناہ کہتے ہیں چنانچہ غیر مقلدوں کی کتاب "فتاویٰ نذیریہ" کے ابتداء میں ہے "اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس سے ہم کو کشف پے نفس، کرم سے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مذاہب کی تقلید سے جن میں ایک جہاں پھنس رہا ہے۔ اور وہ سب آیت قرآنی اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ اور حدیث عدی بن حاتم کے کہ مخالف حکم خدا اور رسول کے اور کسی کا حکم ماننا شرک ہے، شرک سے بچایا۔" (فتاویٰ نذیریہ طریقہ محمدیہ ص ۲)

صاحب فتاویٰ نذیریہ نے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مذاہب کی تقلید کو "شرک" کہا ہے اور استدلال میں قرآنی آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ۔ اور حدیث عدی بن حاتم کو پیش کر دیا، حالانکہ آیت کا تعلق یہود و نصاریٰ سے ہے کہ انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو "خدا" بنا رکھا تھا اور وہ اس طرح کہ ان کی شریعت میں بعض چیزیں حرام تھیں ان کو ان کے علماء اور مذہبی پیشواؤں، پادریوں نے حلال کر دیا حالانکہ وہ چیزیں بعض صریح ان کے مذہب میں حرام تھیں اور اس سے قبل ان اشیاء کے حرام ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے تھے مگر پادریوں نے حلال کرنے سے حلال سمجھنے لگے۔ اسی طرح یہود نے اپنے علماء کے متعلق یہی عقیدہ بنا رکھا تھا۔ یہ صورت یقیناً مذموم اور شرک ہے چنانچہ جب یہ آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا "کہ وہ یہود و نصاریٰ اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے پھر ارباباً من دون اللہ کیا کہنا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نعم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلوا لھم شیئاً استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئاً حرموہ۔ یعنی بیشک وہ ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ لیکن وہ لوگ (علماء) جس چیز کو حلال کر دیتے یہ لوگ اس کو حلال سمجھتے اور جس چیز کو حرام کہہ دیتے اس کو حرام جانتے (ترمذی وغیرہ)

اس تقریر سے ایک بات واضح ہو گئی کہ مقلدین احکام فقہیہ میں ائمہ مجتہدین کے فتاویٰ کی تقلید اور اتباع تو کرتے ہیں مگر ان میں اور یہود و نصاریٰ کی قباحت میں بین فرق ہے وہ یہ کہ یہود و نصاریٰ تحلیل و تحریم میں احبار و رہبان ان کے لئے مستقل اختیار ثابت کرتے تھے گویا انہیں قانون ساز سمجھتے تھے اور مقلدین ائمہ و علماء مجتہدین کے لئے شرعاً برابر اختیار و تشریعی تسلیم اور ثابت نہیں کرتے اصل حکم خدا ہی کا سمجھتے ہیں اور "ان الحکم الا للہ" ہی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ہاں رسول کا بیان چونکہ دلیل قطعی ہے اللہ کی طرف سے چیزوں کے حلال و حرام ہونے پر اس لئے رسول کی اتباع کرتے ہیں۔ اب رہا تقلید کا مسئلہ تو اس کی حیثیت (جیسا کہ گذشتہ اوراق سے واضح ہو گیا) صرف یہ ہے کہ ہم ائمہ کو شارح قانون سمجھتے ہیں اور ان کی فہم و بصیرت پر اعتماد کرتے ہیں نہ کہ انہیں قانون ساز گردانتے ہیں اس لئے اس تقلید کو یہود و نصاریٰ کی تقلید سے کوئی مناسبت نہیں اور نہ ہی کی تقلید کی مذمت اس آیت کریمہ سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ سے متعلق ایک واضح اور قطعی بات لکھی ہے کہ اصل حکم تو اللہ ہی کا ہے، اور وہ تحلیل، تحریم جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جاتی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضور ﷺ قول اللہ کی تحلیل و تحریم کے لئے علامت قطعی ہے۔ اور اس تحلیل و تحریم کو مجتہدین امت کی طرف منسوب کرنے کا مقصد

یہ ہے کہ یہ حضرات اس حکم کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں یا اس کے کلام سے استنباط کرتے ہیں۔ واما نسبة التحليل والتحريم الى النبي صلى الله عليه وسلم فبمعنى ان قوله امارة قطعية لتحليل الله وتحريمه واما نسبتها الى مجتهدين من امته فبمعنى روايتهم ذلك عن الشارع او استنباط من كلامه.

حجة الله البالغة مع ترجمه نعمة الله السابغة (ج ۱ ص ۱۲۷ باب الصيام المشروع)

غیر مقلدین کے چند اشکالات اور ان کے جوابات:

پہلا اشکال:

ان حضرات کا ایک اشکال یہ ہے کہ مسائل فقہ اور اسلامی احکام حضور اکرم ﷺ کے دور حیات میں مدون اور جمع نہ تھے یہ بعد کی ایجاد ہے اس لئے یہ بدعت سیئہ ہے۔ یہ اعتراض سراسر ان کی جہالت کورانہ اور انتہائی غلامت ہے قرآن کریم بھی حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں یکجا جمع نہ تھا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے جمع کیا گیا۔ جس کے لئے ابتداءً حضرت ابوبکر صدیق تیار نہ تھے اور فرمارہے تھے۔ كيف تفعل شيئاً لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم "کہ جو کام حضور اکرم ﷺ نے نہیں کیا وہ آپ کیسے کرسکتے ہیں" حضرت عمر فاروق نے فرمایا "هذا والله خير" "قسم بخدا یہ کام اچھا ہے۔ ان دونوں حضرات میں بحث اور گفتگو ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ نے صدیق اکبر کو اس بارے میں شرح صدر فرمادیا اور وہ اس مبارک کام کے کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ خود صدیق اکبر کا بیان ہے۔ فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك. ورايت في ذلك الذي رأى عمر. یعنی عمر مجھ سے الٹ پھیر (بحث) کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ بھی اس کام کے لئے شرح صدر عطا فرمادیا اور میری بھی اس بارے میں وہی رائے ہوگئی جو حضرت فاروق کی تھی ان دونوں حضرات کی رائے متفق ہوگئی تو پھر کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کرنے کے لئے طلب فرمایا اور قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے بھی یہی سوال کیا۔ كيف تفعلون شيئاً لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم آپ حضرات وہ کام کیسے کرسکتے ہیں جو آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو مطمئن بنانے کی یہاں تک کوشش کی کہ ان کے قلب مبارک میں اللہ نے یہ بات اتار دی اور وہ بھی اس کام کے لئے آمادہ ہوگئے حضرت زید فرماتے ہیں فلم يزل ابو بكر يراجعني حتى شرح الله صدري لذي شرح له صدر ابي بكر و عمر حضرت ابوبکر مجھ سے سوال وجواب (الٹ پھیر) کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لئے کھول دیا جس کے لئے ابوبکر و عمر کا شرح صدر ہو چکا تھا۔ اس کے بعد حضرت زید بن ثابت نے نہایت احتیاط اور پورے اہتمام کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور قرآن کریم کا نسخہ مرتب فرمادیا۔ اگر فقہ کے مسائل اور احکام حضور اکرم ﷺ کے بعد مدون ہوتے اور جمع ہوئے تو اعتراض ہے اور اسے بدعت (یا جائز کہا جاتا ہے تو جمع قرآن کے متعلق کیا کہو گے؟

احادیث کی تدوین تیسری صدی کے وسط سے شروع ہوئی ہے اور کتب احادیث بعد میں مرتب ہوئی ہیں۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ تو بہت بعد میں تصنیف کی گئی ہیں کیا ان کو بھی بدعت کہا جائے گا؟ اور اس سے اعتراض کیا جائے گا؟ اور کتب احادیث سے استناد و ترک کر دیا جائے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ لفظ تدوین اور بدعت سے متعلق کتب احادیث کو مرتب کرنا بدعت اور ترک قرآن و بدعت کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ دینی بات کو بدعت کہنا نادانی اور نرا وہم اور جہل کا کام ہے۔ جو کام نام اور دینی بات بدعت مستحسنہ کہلائی جائے جو علم فی الدین کہلائی۔ دین کے اندر بطور اضافہ قواعد کی تدوین کے ہو اور وہ دین قرآن سے کرو عبادات وغیرہ دینی امور کے طرح ثواب آخرت اور رضائے الٰہی کا وسیلہ سمجھ کر کیا جائے حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو نہ قرآن و سنت سے نہ قیاس و اجتہاد سے جیسے میلاد کی نماز میں اور اس واقعہ میں "اضافہ" پایا جائے اور جو یہ کام "فضیلت" ہو یعنی دین کے اتباع کا ہو، فضولی اور دنیاوی مقاصد کی تکمیل و تحصیل کے لئے نہ ہو بدعت "سیئہ" نہیں کہلا جاتا جیسے ترجمہ قرآن کا مسئلہ قرآن میں اعراب و نقاط لگانا۔ کتب احادیث کی تالیف، ان کی شرحیں لکھنا، دوران کتابوں کا صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ نام رکھنا ان تمام امور کو بدعت نہیں کہہ سکتے اسی طرح ائمہ مجتہدین و مرتب کرنا اور مذاہب اربعہ کی شرحیں اور ان کا تقابلی مطالعہ، فقہی اور اصول کا مرتب کرنا یہ بھی بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ غرض تمام مروجہ علوم دینیہ جو ہمارے سامنے ہیں کہ ان کو بدعت کہنا درست نہیں ہے۔ اگر قرآن سمجھنے کے لئے ان کی ضرورت ہو تو ان کی حیثیت مستقل ہو جائے گی۔ اگر ان پر اعراب نہ لگائے جائے تو صحیح پڑھنا دشوار ہو جائے۔ اجتہاد و فقہ

داؤد وغیرہ کتب احادیث کتب معتبرہ ہیں کہ قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث میں ان کے معتبر ہونے کی وضاحت آئی ہے "ان کتب کے معتبر و صحیح ہونے کی سند یہ ہے کہ امت کے علماء و صلحاء کی جانب سے ان کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور تلقی بالقبول کسی چیز کے صحیح و معتبر ہونے کی بہت مضبوط قوی سند ہے چنانچہ امام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ "اتفاق سلف و توارث بیشان اصل عظیم است در فقہ" سلف کا اتفاق اور ان کا توارث فقہ میں اصل عظیم ہے۔ (ازالۃ الخفاء طبع دہلی ص ۸۵)

چار ہی کیوں رہے تین یا پانچ نہ ہوئے اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ اگر پانچ مذاہب ہوتے تب بھی یہ سوال ہوتا کہ پانچ کیوں ہوئے؟ چار میں منحصر ہو جانا اس کی مصلحت تو خدا بہتر جانتا ہے۔ لیکن ظاہری طور پر آج اس قدر تفصیل کے ساتھ ہر باب اور ہر فصل کے مسائل کتاب الطہارت سے لے کر کتاب الفرائض تک ائمہ اربعہ کے مذہب میں مدون اور مجتمع ہیں ان کے علاوہ کسی اور مجتہد کے مسائل مدون اور مجتمع نہیں ہیں۔ حال خال ان بزرگوں کے اقوال مذاہب اربعہ کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ جب یہ صورت حال ہے تو بجز ائمہ اربعہ کو چھوڑ کر کسی اور ولی کی تقلید کی بنا کس طرح کی جائے اس لئے امت نے تقلید کو ائمہ اربعہ ہی میں منحصر کر دیا ہے۔ شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون تفسیرات احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ والانصاف ان انحصار المذاهب في الاربعة وتناهيها فضل الهي وقبوله من عند الله لا مجال فيه للوجوهات و الادلة۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ مذہب کا چار ہی میں منحصر ہو جانا اور انہی چار مذاہب کی اتباع کا مقبول الٰہی ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل الٰہی ہے اور اس میں دلائل اور توجیہات کی کوئی ضرورت نہیں (تفسیرات احمدیہ ص ۳۴۶)

اور یہ حقیقت ہے کہ ان چار اماموں کو اللہ نے قرآن و حدیث کا تفصیلی علم اور روایت و استنباط کی مہارت تامہ عنایت فرمائی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "باختصاص این چار امام اکمل عالم اعظم ایشاں احاطہ کردہ است امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد رحمہم اللہ یعنی چار امام ایسے ہیں کہ ان کا علم سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے وہ چار امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد ہیں۔ (شرح تراجم ص ۱)

اور اس کی مصلحت خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ چار کے عدد میں کچھ ایسی خصوصیت ہے کہ بہت سی چیزیں چار کے عدد میں مشہور ہوئیں دیکھئے انبیاء و رسل بہت ہوئے مگر جلیل القدر انبیاء چار ہیں (۱) حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ آسمانی کتابیں بہت نازل ہوئیں مگر ان میں چار بہت مشہور ہیں (۱) قرآن مجید (۲) تورات (۳) زبور (۴) انجیل۔ ملائکہ ان گنت اور بے شمار ہیں مگر جلیل القدر ملائکہ چار ہیں۔ (۱) حضرت جبرائیل، (۲) حضرت میکائیل، (۳) حضرت عزرائیل، (۴) حضرت اسرافیل۔ صحابہ بہت ہیں مگر چار بڑی خصوصیت کے حامل ہیں۔ (۱) حضرت ابوبکر صدیق، (۲) حضرت عمر ابن خطاب، (۳) حضرت عثمان بن عفان، (۴) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ متقین صوفیاء و مشائخ طریقت بہت ہوئے مگر چار سلسلے مشہور ہوئے۔ (۱) چشتیہ، (۲) نقشبندیہ، (۳) قادریہ، (۴) سہروردیہ۔ اللہ کی قدرت کی نشانیاں بے شمار ہیں۔ مگر سورۂ غاشیہ میں اللہ نے چار چیزوں کو پیش کیا ہے۔ (ابل، سماء، جبال، ارض) فرماتے ہیں افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی

لاؤں تب سطحت کیا ہوا ہے اس کی کیفیت کس طرح (کیسے) ہے اپنا ایمان ہے اور آسمان و
زمین دیکھتے ہیں کہ کس طرح بلند کیا ہے اور پہاڑوں (کو) کس طرح کھڑا کیا ہے اور زمین کس طرح بچھائی گئی ہے
(سورہ غاشیہ ۱۷-۲۰) ان طریق کے مختلفین میں سے چار مشہور ہوئے قرآن
میں نوں کی ابتدا ہوئی۔ بلند اس چار میں سے کسی کی اتباع میں ہوئی ہے اور ان چار میں سے
عبدالقادر جیلانی حنبلی المذہب تھے اور آپ پر تاثر کرتے تھے اور اس قول کو اختیار کیا ہے اور مذہب حنبلی کو قائم رکھا ہے اور
میں اس شریف کی کہ مرد میں مذہب حنبلی کو اختیار کیا ہے۔ اما نسا حنبلی مذھبہ اصلا و فرعا
و حسبہ فی دھرہ (یعنی اس لئے کہ میں نے اصلاً اور فرعاً مذہب حنبلی کو اختیار کیا ہے اور اس لئے کہ میرا مدار
عمل اسی پر ہے۔ (غایۃ الاختصار ص ۲۹۹ جزء ۱)

خلاصہ کلام یہ کہ اگر ہم آج کل کے مروجہ مذاہب کے مذہب ہونے کی شرائط پر غور کریں تو ان میں صرف ان چار کے
مذاہب ہونے کی ایک شرط ہی نہیں بلکہ ان کے مذہب ہونے کی بہت سی شرائط پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں۔ ولیس اصار بسبب المذاھب الحقۃ الا عدد الاربعۃ الاربعۃ کان المذھب انما کان الا الاعظم
والسواد الاعظم خصوصا عن السواد الاعظم (یعنی سب مذاہب میں سے مذاہب حقہ کا عدد صرف چار ہے
کیونکہ مذاہب حقہ کے لئے مذاہب اربعہ کا اتباع ہونا ضروری ہے۔ اور ان مذاہب اربعہ کا اتباع ہونا اس لئے ضروری ہے کہ
یہ مذاہب سواد اعظم (جمہور) کے مذاہب ہیں۔ (الانصاف ص ۳۱)

اور فرماتے ہیں۔ ولیس مذھب فی عدۃ الازمنۃ المتاخرۃ بعدہ المذھب الاربعۃ
المذاھب الاربعۃ۔ (اس آخری زمانے میں اس وقت سے (کہ جس میں ہر شخص کے لئے مذاہب اربعہ کے سوا دوسرے مذاہب
اربعہ ہیں۔

تیسرا اشکال:

غیر مقلدین کا ایک اشکال یہ بھی ہے کہ قرآن ایک ہے اور سب کا رب ایک ہے پھر ائمہ اربعہ کے درمیان مسائل میں
اختلاف کیوں ہے؟ اس اختلاف کی وجہ سے امت کو مشکلات میں مبتلا ہونا پڑتا ہے کہ کس کا قول مانیں کس پر عمل کریں۔

جواب یہ ہے کہ قرآن و حدیث نے ائمہ مجتہدین کو اختلافات کے وقت اختیار دیا ہے اور ان کے اختلاف کو
فیض و رحمت قرار دیا ہے اس لئے وہ حضرات قرآن و حدیث کی روشنی میں جو کچھ سمجھ سکے ہیں اس کے مطابق انہوں نے
مذاہب کے معیار پر عمل کیا ہے اور قرآن و رسول کے ایک ہوتے ہوئے حضرات ائمہ کے اجتہاد سے مسائل
میں اختلاف تھا۔ ائمہ اربعہ نے چونکہ ان ہی حضرات اور ان سے فیض یافتہ حضرات (یعنی تابعین) کی فہم بصیرت پر
اعتماد کیا ہے اور ان ہی کے اقوال مذاہب کو اختیار کیا ہے اس لئے ائمہ اربعہ میں بھی مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔
جیسا کہ پہلی اختلاف کے متعلق حدیث میں ہے۔ سئلت ربی عن اختلاف اصحابی الخ (میری امت
کے علماء کرام جیسے فرماتے ہیں میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے باہمی اختلاف کے متعلق پوچھا تو اللہ نے مجھے یہ
جواب عنایت فرمایا کہ اے محمد (ﷺ) تمہارے صحابہ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے کہ ان میں بعض بعض سے

بعض سے زیادہ ہے (مگر روش ہر ایک میں ضرور ہوتی ہے) بوجہ اس آپ کے صحابہ کے مسائل مختلفہ میں سے کسی مسئلہ کو اختیار کرے تو وہ بھی سے نہ ایک ہدایت پر ہوگا (مکتوبات شیخ دفتر سوم ص ۱۵۴ مکتوب ۱۰۱ باب مناقب الصحابہ) اور یہ اختلاف بھی اخلاص ہوتا ہے اس نے مذموم نہیں بلکہ محمود اور باعث رحمت ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف امتی رحمۃ کی حدیث کو اختلاف صحابہ پر محمول فرمایا ہے اس کا مصداق یہی صحابہ والا مقام کا اختلاف ہے۔ صحابہ کے باہمی اختلاف کی بے شمار مثالیں حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صحابہ کے اختلاف کے چند نمونے ذکر فرماتے ہیں۔ وقد کان ھذا فی الصحابۃ و تابعیھم و من بعدھم من بقراء البسملۃ ومن لا یقرء الخ ترجمہ۔ صحابہ تابعین اور ان کے بعد والوں میں بعض ایسے تھے جو زور سے بسم اللہ جھر آپڑھتے تھے اور بعض جہر آنہیں پڑھتے تھے۔ اور بعض فجر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض پچھنا لگانے کے بعد وضو کرتے اور بعض نہ کرتے تھے۔ بعض عورت کو شہوت سے چھونے کے بعد وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے اور بعض اس کو نہیں سمجھتے تھے۔ بعض لوگ مس ذکر اور عورتوں کو شہوت سے چھونے کو ناقض وضو سمجھ کر وضو کرتے تھے اور بعض لوگ نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگ آگ سے پکی ہوئی اشیاء کھانے کے بعد وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔ بعض اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ مترجم ج ۱ ص ۱۰۳ باب اختلاف الصحابہ فی الاحکام کثیر)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہ

" " اختلاف فی مراتب العمل میں صحابہ کے باہمی اختلاف کی چند مثالیں بیان فرمائے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ کے مجموعے سے حضرت علی نے وضو ایک مرتبہ دھویا ہے اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس سے دو دو بار دھونا ثابت ہے۔

(۲) سمندر کے پانی سے وضو کرنا جمہور صحابہ کے نزدیک جائز ہے حضرت عبداللہ بن عمرو کے نزدیک مکروہ ہے۔

(۳) جمعہ کے دن خوشبو کا استعمال کرنا جمہور صحابہ کے نزدیک مستحب ہے حضرت ابوہریرہ کے نزدیک واجب ہے۔

(۴) حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر کے نزدیک زندوں کے رونے سے مردے کو عذاب ہوتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار فرماتی ہیں۔

(۵) امام زہری لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ میں اختلاف تھا کہ رمضان سے روزہ کی قضا کا کیا حکم ہے (متصل ہے یا الگ الگ) تحقیق نہیں ہو سکا۔

(۶) ایک بڑی مشہور کتاب میں ہے کہ مذہب یہ تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس میں حضرت ابن عباس اور ابوہریرہ عبداللہ بن عمر حضرت عائشہ وغیرہ تھی ہیں لیکن خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر کا مذہب ہے کہ تیمم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا ضروری ہے حضرت علی، عبداللہ

(۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب دیا کہ اس نے کہا کہ ہم نے کہا کہ ہم نے کہا کہ ہم

[illegible] کے لئے [illegible] ہوجائے کا [illegible] کہ [illegible] نکلے [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible]

(۹) مولوی شیر محمد کہتے ہیں کہ اذان و اقامت میں کلمات کے درمیان کلام کرنا جائز ہے (عرف الجادی ص ۱۱۳) مگر مولوی وحید الزمان غیر مقلد کہتے ہیں کہ اذان و اقامت میں کلام کرنا جائز نہیں (وحید الزمان ص ۲۰ ج ۱)

(۱۰) نواب صدیق حسن خان صاحب کہتے ہیں کہ اس وقت میں اذان و اقامت سے پہلے درود پڑھنا جائز نہیں۔ اور حضرت بلال کی اذان شب میں ایقاظ نائمین و رجوع قائمین کے لئے ہوتی تھی اور آج کل یہ بات نہیں (بدور الاہلہ ص ۱۳۱) لیکن مولوی وحید الزمان غیر مقلد اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اذان سے پہلے درود پڑھنا جائز ہونی چاہئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں صحیح ہے (ہدیۃ المہدی ص ۶۳)

(۱۱) مولوی وحید الزمان یہ مسئلہ لکھتے ہیں کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے تارک کو تنبیہ کرنے کے لئے تکلف نہیں ہے (وحید الزمان ص ۲۰ ج ۱) مگر مولوی شیر محمد لکھتے ہیں کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے (عرف الجادی ص ۱۱۳) نواب صدیق حسن خان صاحب یہ مسئلہ لکھتے ہیں کہ مؤذن کا جواب دینا مستحب ہے (بدور الاہلہ ص ۱۳۱)

(۱۲) مولوی وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں تین سے زیادہ تکبیر نہیں (یعنی چار تکبیر سے زیادہ نہیں) (ہدیۃ المہدی ص ۲۲) اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ جمہور علماء سے اور آخر حدیث سے اور آخر حدیث سے ثابت ہے (بدور الاہلہ ص ۲۹)

(۱۳) نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں کہ زانی زانیہ سے نکاح کرنا جائز ہے (عرف الجادی ص ۱۱۳) لیکن مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ زانیہ محصنہ کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اس کا ذکر نہیں (لغات الطیبین ص ۱۵۳)

(۱۴) مولوی وحید الزمان اہل حدیث کہتے ہیں کہ عورتوں کا جماعت میں جانا جائز نہیں (بدور الاہلہ ص ۱۰۲) اور مولوی عبد الجلیل غیر مقلد کہتے ہیں کہ اول خلافت میں عورتیں مسجد میں حاضر ہوتی تھیں لیکن آج کل فتنہ کے ڈر سے نہیں (عرف الجادی ص ۲۹۰)

(۱۵) مولوی وحید الزمان اہل حدیث فرماتے ہیں کہ آیۃ کی تفسیر میں مروی حدیث کا انکار جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸) لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب اہل حدیث فرماتے ہیں کہ حدیث سے آیت کی تفسیر ثابت ہے (اہل حدیث کا مذہب ص ۳۲)

(۱۶) نواب صدیق حسن خان اس حدیث کے کہ لیلۃ یہ تلاوی ہونے سے زیادہ ثابت نہیں ہوتا ہے نواب صاحب کہتے ہیں (بدور الاہلہ ص ۱۰۱) لیکن مولوی وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں اہل حدیث کا اعتماد ہے نواب صاحب کے قول پر ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۵ ج ۱)

(۱۷) نواب صدیق حسن خان صاحب اہل حدیث فرماتے ہیں قبل از ۱۲۸ھ کے کتب ایمان ۱۲۸ھ سے زیادہ قدیم ہونے سے قاضی شوکانی ۱۲۵۰ھ سے (یا ہزار سال سے) (ہدیۃ المہدی ص ۲۴ ج ۱) (الحق الصریح ص ۲۷ ج ۱) لیکن مولوی ثناء اللہ امرتسری اس کو ہزار سال سے متروک قرار دیتے ہیں (اہل حدیث کا مذہب ص ۱۷ ج ۱۲)

(۱۸) نواب صدیق حسن خان صاحب اہل حدیث قسم اول کے کتب لکھنا جائز لکھتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں قسم اول سے شروع ہے لیکن مولوی وحید الزمان صاحب غیر مقلد اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ (لغات الطیبین ص ۱۰۰)

(۱۹) مولوی شیر محمد کہتے ہیں کہ قرآن کے بعد بخاری کا درجہ ہے اور صاحب ہدیۃ المہدی مولوی وحید الزمان

فرماتے ہیں کو نہیں کرنا چاہئے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۴۶)

(۲۰) مولوی عبدالجلیل صاحب۔ مولوی غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام اعظم کے چھ سو حدیثیں ہیں (الحق الصریح ص ۱۷) لیکن مولوی حسن خان غیر مقلد فرماتے ہیں کہ ہزار احادیث کے قریب ہونا چاہیں دو سو میں شریک ہو۔ (الجیان المرصوص ص ۱۲۳)

(۲۱) نور الحسن غیر مقلد کہتے ہیں صفت زنی جائز ہے (عرف الجادی ص ۳۱۶) لیکن مولوی عبدالجلیل صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ شہوت زنی جائز نہیں۔ (الحق الصریح ص ۵۲)

(۲۲) مولوی وحید الزماں غیر مقلد فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کو ندا کرنا مطلقاً جائز ہے (ہدیۃ المہدی ص ۲۳) اور مولوی ثناء اللہ اس کو شرک فرماتے ہیں۔ (اہل حدیث کا مذہب ص ۱۶)

(۲۳) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ غسل میں بدن کا ملنا مستحب ہے (ہدیۃ المہدی ص ۲۱) اور نواب صاحب اہل حدیث فرماتے ہیں کہ واجب ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۳۱)

(۲۴) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں چار پانچ سے زیادہ تکبیریں کہنا جائز ہے (ہدیۃ المہدی ص ۲۷) نواب صاحب اہل حدیث فرماتے ہیں کہ چار تکبیروں سے صدا کم و بیش کرنا بدعت ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۹۱)

چوتھا اشکال:

غیر مقلدین کا اوپر سے ملا جلا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ چاروں مذہب کس طرح حق ہو سکتے ہیں اس لئے کہ حق متعدد نہیں ہوتا صرف ایک ہی ہوتا ہے لہٰذا اس کی باتیں غلط ہیں اور بہتر یہی ہے کہ تقلید کا قلادہ گردن سے نکال کر براہ راست قرآن و حدیث پر اپنی فہم اور سمجھ کے مطابق عمل کیا جائے۔

جواب یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کا ماخذ اور مرجع ایک ہی ہے۔ اس لئے ان کو متناقض نہیں کہہ سکتے یا قرآن و حدیث ہی کی موجب ضلالت و گمراہی قرار دینا ہے (معاذ اللہ) اس لئے یہ خیال بالکل گمراہ کن ہے۔ جیسے اللہ کی چار کتابیں ہیں (مشرق، مغرب، شمال و جنوب) ان چار سمتوں میں بسنے والے لوگ اپنی اپنی سمت کے اعتبار سے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر ایک کی سمت دوسرے سمت والے کے اعتبار سے مخالف ہے مگر اس کے باوجود سب کی نماز صحیح ہو جاتی ہے جبکہ یہ ہے کہ بظاہر مختلف ہیں مگر سب کا مرکز ایک ہی کعبۃ اللہ ہے۔ اسی طرح متداول مذاہب اربعہ کا مرجع و ماخذ ایک ہی ہے وہ سب قرآن و حدیث پر ہی عمل کرتے ہیں۔ اس لئے ان مذاہب اربعہ کو صحیح کہا گیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ ایک امام کسی آیات مختلف المعانی میں سے ایک معنی کو بقرائن واضحہ راجح قرار دے کر اس پر عمل کرتا ہے اور دوسرا اس معنی کو مرجوح قرار دے کر ترک کرتا ہے اسی طرح دو احادیث جو بظاہر متعارض ہیں ایک امام اپنی تحقیق و تفتیش کے مطابق حسب قواعد و ضوابط ایک حدیث کو ترجیح دے کر اس کو معمول بہ قرار دیتا ہے اور دوسرا امام اس حدیث کو اپنے اصول و قواعد اور اپنی تحقیق و اجتہاد سے مرجوح قرار دیتا ہے اور دوسری حدیث کو راجح قرار دے کر اس کو اپنے مستدل بنیاد بناتا ہے۔ کبھی ایک امام حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتا ہے تو دوسرا امام دوسرے نصوص کو سامنے

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

جب شرعی حکم لگانے والا کوشش کرتا ہے اور صحیح بات کو جان کر لیتا ہے تو اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے اور جب کوشش کرتا ہے اور حق کو نہ پاتا تو اس کو اکہرا ثواب ملتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ثواب کا ملنا کم از کم اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ عند اللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا ایسا ہر مذہب عند اللہ مقبول ہے اور حق جس کو حاصل ہوا اس کا علم خدا ہی کو ہے۔ تعین وتحقیق ہر ایک امام نے سعادت حق کی سعی کی ہے اس لئے ہر ایک کا اپنے کو حق پر لینا بھی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

پانچواں اشکال:

ان کا ایک کھسیانا استدلال یہ بھی ہے کہ جب چاروں مذہب حق ہیں تو ایک ہی کا پابند رہنا کیوں ضروری ہے؟ اس کا جواب اوراق سابقہ میں تقلید کی ثبوت میں ضمناً مفصل گذر چکا ہے۔ مختصر یہ کہ ہر ایک شخص کو یہ اجازت ہو جاتی کہ جب چاہے عمل کرنے کے لئے کسی امام کا قول اختیار کر لے اور دوسرے مجتہد کسی اور کے قول پر عمل کرے تو اس صورت میں احکام شرع کی پابندی نہ ہوئی جس کا اتباع ہوگا اور جس کا جس جو پسند کرے گا اس پر عمل کرے گا اور مسائل شریعت بازیچۂ اطفال بن جائیں گے۔ یہ مسائل اجتہادیہ ہیں مثلاً اگر وہ ایک سیال امام شافعی کی پیروی کرتے ہوئے سینگ وغیرہ کو حلال جانے اور اس کو کھائے اور اس کے بعد امام شافعی کی اس مسئلہ میں پیروی چھوڑ کر امام ابوحنیفہ کا مقلد بن کر سینگ وغیرہ کو حرام کہے تو اس آیت کا مصداق ہوگا "خلطوا عملاً صالحاً وآخر سیئاً" کہ ایک سیال کھا حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سیال حرام بتاتے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح خلط ملط کرنے کے لئے ہوگا اور اس خلط ملط کو اصطلاح شرع میں "تلفیق" کہتے ہیں اور تلفیق جمہور متقدمین کے نزدیک مذکورہ آیت کے پیش نظر حرام ہے علاوہ ازیں جب مسائل اجتہادیہ اختلافیہ میں کچھ دن امام شافعی کے مذہب پر عمل کیا تو اس کے پس اس کے حق ہونے کی دلیل اور ثبوت شرع تھی؟ اس کے بعد اسے چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کیا تو جس مسلک کو چھوڑا اس میں کیا نقص اور خرابی تھی؟ اور علم نہ ہوتے ہوئے اس کے باطل ہونے پر کون سی دلیل شرعی قائم ہوئی؟ اگر کسی شخص نے سمجھ لینے سے تبدیل مذہب کیا ہے تو یہ تقلید ہے پانچوں مذہب کی جس کے حق ہونے پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ہے اور ایسی صورت دین کا کھلونا بنانا ہے اس لئے پوری امت نے ایک ہی مذہب کی پابندی (یعنی تقلید شخصی) کو ضروری قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲) ضرورت تدوین فقہ:

(۳) ہندو پاک میں مذہب حنفی کا رواج:

امام الائمہ سراج الامۃ سید الفقہاء والمجتہدین حافظ حدیث حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ الکوفی رحمۃ اللہ علیہ۔ محدث، فقیہ، صدوق، زاہد، عابد، ورع، اتقی اور متورع تھے ان کے مناقب وفضائل میں کبار محدثین اور علماء حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ رطب اللسان ہیں اور ہزار ہا رسائل تصنیف فرما چکے ہیں (مثلاً الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم۔ ابی حنیفۃ النعمان تالیف ابن حجر الہیتمی مکی، مناقب الامام الاعظم، تالیف موفق بن احمد مکی، مناقب الامام الاعظم تالیف ابی البزار الکردری، عقود الجمان تالیف حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی، الصحیفہ تالیف علامہ سیوطی، الانتصار الامام

نام صاحب کے متعلق بشارت

جواب (۱) (۱۲ ص ۱۲ ص ۱۲ ص

(۲) امام فقہ ربال یحیی بن سعید قطان متوفی ۱۹۸ھ

(۱) اما سمعت احسن من هذا حديثا ومن كان يذهب عن الصوى الى قول ابي حنيفة وكان يحيى بن سعيد القطان يفتي بقول ابي حنيفة ويأخذ به (الانتقاء ص ۱۴۹)

(۲) حدثنا وكيع قال سمعت سفيان وسمعته يقول كنت اذا نظرت الى هؤلاء في وجوههم ففي الله عز وجل ان لا اكذب (الانتقاء ص ۱۴۹)

(۳) قال يحيى القطان عن ابي حنيفة في مسائل عويصة قال وكان في اول امره يتكلم فاذا دلك سئل عن مثله قال ذلك وعظه (الانتقاء ص ۱۴۹)

(۳) امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ

(۱) كان احفظ لاحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم وسمع من الائمة الكثير وكان يحب الناس على اتباعه قال كنا نختلف الى مشايخ الحجاز والعراق فلم نكن مجلس عطوف تركه ولا اكثر نفعا من مجلس الامام

(۲) قال ابن المبارك لولا ان الله اغاثني بابي حنيفة وسفيان كنت كسائر الناس

(۲) قال الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ میں نے ان سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا۔

(۳) قال الخطیب فی تاریخہ کان ابو حنیفہ یصون الحلال والحرام حتی لفظہ۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں کہا کہ امام ابو حنیفہ حلال و حرام کے الفاظ کی حفاظت کرتے تھے۔

(۴) قال الخطیب فی تاریخہ کان ابو حنیفہ اعلم بالفقہ من جمیع من رأیناہ۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں کہا کہ ابو حنیفہ فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے جن کو ہم نے دیکھا۔

(۵) قال ابن عبد البر لا نعلم احدا من الفقہاء اکثر تفقدا لنفسہ من ابی حنیفہ۔ ابن عبد البر نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ کسی فقیہ نے ابو حنیفہ سے زیادہ اپنے نفس کا محاسبہ کیا ہو۔

(۶) کان ابو حنیفہ یحفظ علی الناس بالحفظ والعلم والتقدم فی الدین۔ ابو حنیفہ لوگوں پر حفظ و علم اور دین میں تقدم کی وجہ سے فوقیت رکھتے تھے۔

(۷) کان ابو حنیفہ اعلم اھل زمانہ۔ ابو حنیفہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔

(۸) کان الفقہ الناس فی دہرہ کان ابو حنیفہ۔ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ ابو حنیفہ تھے۔

(۹) ان جمیع العلم فی الارض مالک وسفیان وابی حنیفۃ وھو الفقیہ فی جمیعھم وان فقہ جمیعھم علی الفقہ۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ علم مالک، سفیان اور ابو حنیفہ کے پاس تھا اور ابو حنیفہ ان سب سے بڑے فقیہ تھے اور ان کا فقہ ان سب کے فقہ پر غالب تھا۔

(۱۰) یقیس احمد حسن بن یقیس بن ابی حنیفہ لا اعلم کان فی زمانہ اقیس منہ ولا اعلم احدا اقیس منہ۔ احمد بن حسن کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ ابو حنیفہ کے زمانہ میں ان سے بڑا کوئی قیاس کرنے والا تھا اور نہ ہی میں کسی کو ان سے بڑا قیاس کرنے والا جانتا ہوں۔

(۱۱) قال ابن عیینہ ما رأیت احدا اعقل من ابی حنیفہ۔ ابن عیینہ نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہ سے بڑا عقلمند کسی کو نہیں دیکھا۔

۴) امام اعمش کوفی متوفی ۱۴۸ھ

محدثین کے استاذ اور بہت سے محدثین کے شیخ تھے۔ امام صاحب کے شیخ تھے۔ امام صاحب نے ان سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ ایک مرتبہ امام صاحب نے ان سے کچھ مسائل پوچھے تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ فقہ میں ہمارے عطار ہو۔

میں خیال کرتا ہوں کہ خدا نے ان سے علم میں برکت نہ دی ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۳)

(۴) ایک بار امام صاحب سے چند مسائل میں گفتگو کی۔ آپ نے جواب دیا تو میں نے عرض کیا یہ تو آپ نے کس دلیل سے دیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا ان احادیث سے جو آپ کے سامنے بیان کی گئیں۔ میں نے عرض کیا اگر ایسا ہے تو آپ نے فلاں فلاں حدیث کو کیوں ترک کر دیا ہے جو ان احادیث کے معارض ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اے نوجوان! تم نے جو حدیث سنی ہے وہ ہمارے سامنے بھی تھی اور ہم نے اس پر عمل بھی کیا ہے لیکن ہم نے دیکھا کہ آپ ان احادیث پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ اس لیے ہم نے بھی ترک کر دیا ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۶۱ فصل ۳۰)

(۵) امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج متوفی ۱۶۰ھ

شعبہ کے حالات راقم نے تہذیب التہذیب سے لیے ہیں۔ سفیان ثوری نے امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔ شعبہ امام صاحب کے ہم عصر تھے۔ امام صاحب سے خاص تعلق رکھتے تھے۔ وفات ۱۶۰ھ میں ہے۔

(۱) کان شعبۃ اذا سئل عن ابی حنیفۃ اطنب فی مدحہ وکان یقدمہ الی کل عدو طرقہ

جب امام شعبہ سے امام ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا جاتا تو امام صاحب کی تعریف کرتے تھے اور ہر دشمن کے مقابلہ میں امام صاحب کے لیے پیش کیا جاتا تھا۔ (مناقب ج ۱ ص ۴۷)

(۲) جب آپ سے امام صاحب کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ نے انا للہ پڑھا اور فرمایا علیکم بھذا الشیخ فجالسوہ فانہ کان احفظنا للاثر وابصرنا بالفقہ وانہ کان لا یحدث بحدیث الا عن ثقۃ وانہ لقد جاءنا بعلم کثیر فما رأیناہ یقول بشیء قط الا تابعناہ علیہ۔ (الخیرات الحسان ص ۶۱ فصل ۳۲)

(۶) امام حدیث علی بن مدینی متوفی ۲۳۴ھ

علی بن مدینی وہ امام ہیں جن کی نسبت امام بخاری امام ابوداؤد وغیرہ اساتذہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے علی سے بڑا عالم حدیث نہیں دیکھا۔ آپ کی سند میں مذہب الحنفیہ ہیں۔ آپ امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وھشام وروح وجعد بن العوام وجعفر بن عیسیٰ وھو ثقۃ لا بأس بہ۔ (یعنی ابوحنیفہ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، روح، جعد بن عوام اور جعفر بن عیسیٰ نے روایت کی ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ ان میں کوئی حرج نہیں) (یہ سب سے بڑے ثقہ محدثین اور جلیل القدر راوی ہیں۔ امام صاحب سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی روایت کو قبول کرتے ہیں۔ امام صاحب کی روایت کو قبول کرنے والے ان جیسے ثقہ محدثین ہیں۔ (الخیرات الحسان ص ۶۱ فصل ۳۳)

(۷) امام حدیث سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ

آپ نہایت جلیل القدر محدث ہیں۔ اپنے زمانے کے بڑے زبردست محدث تھے۔ خطیب نے امام صاحب کے حالات میں بڑی بڑی تعریفیں لکھی ہیں۔ زہد و تقویٰ پر بھی اتفاق ہے۔ امام صاحب کے معاصرین میں سے آپ سے بڑے جلیل القدر محدث کوئی نہیں تھے۔ آپ امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے

ین (۱) کان واقد ضعیف الاخذ للحدیث وکان علی القضاء ولایة ابی جعفر الاسد ضیع عند باب الشماسیة فی الجانب الشرقی ثم ترک القضاء وتنسک وکان یطلب احادیث الغلاب وکان خیرا من ان یعمل فی شیء من القضاء فی الاسلام۔"

یعنی امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے تھے اور ان سے مسائل سنتے تھے اور ان سے روایت کرتے تھے۔ ان کے بارے میں ابوبکر محمد بن خلف وکیع کہتے ہیں کہ واقد حدیث میں ضعیف تھے اور ان کا شمار بھی فقہاء میں کیا جاتا تھا۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ واقد نے ابوجعفر کے زمانہ میں قضاء کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ وہ شماسیہ کے علاقہ میں مسجد کے دروازہ پر بیٹھتے تھے۔ پھر انہوں نے قضاء کو چھوڑ دیا اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ وہ غلاب کی حدیثیں تلاش کرتے تھے۔ وہ قاضی بننے سے بہتر تھا کہ وہ اسلام کے کسی شعبہ میں کام کرتے۔

(۱) تاریخ بغداد ص ۱۰ ج ۱۳ تاریخ بغداد ص ۱۳۰

(۲) اخبر محمد بن الحسن الصفار قال کنت احسن الفہما اذا جلس لابی حنیفہ قال لی مرۃ من اقبلت قلت من عند شیبان فیقول جلست من عند رجل وکان علمہ ولا سود حبرا ذا حدثا فاذا قلت من عند شیبان قال لی جلست عند من ان تکلمت جلست من عندہ وکان ابو حنیفہ یقول حدثنا شیبان وکان من الفقہ الاوس

(۳) ثم ان ابن خلفون ذکر فی کتابہ ان واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ الانصاری الاوسی کان قاضیا بالجانب الشرقی من بغداد ایام ابی جعفر المنصور ثم ترک القضاء وتنسک وکان یطلب احادیث الغلاب وکان یقول ان یکون الرجل فی شیء من اعمال السوء خیر من ان یکون قاضیا۔ (تاریخ بغداد ص ۱۰ ج ۱۳)

(۴) کان الورع الغالب علیہ دقیقۃ یقول ما کان احد یحسن ان یحکم فی ہذا الامر الا رجل قد جلس مجلس اصحاب ابی حنیفہ فاما قول ابی حنیفہ فاقول فیہ کذا وکذا فاحفظ الجواب ثم یقول ان کان قول ابی حنیفہ کذا وکذا

میں نے ہزار اشیوخ سے علم حاصل کیا لیکن خدا کی قسم میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو فقیہ اور زبان دان نہیں پایا۔ (موفق ج ۱ ص ۱۹۵)

(۲) انبا محمد بن سعد ان مسعدۃ من حضر یزید بن ھارون وعندہ یحیی بن معین وعلی بن المدینی واحمد بن حنبل وزھیر بن حرب وجماعۃ آخرون ادجاء ہ مستفتی فسالہ عن مسئلۃ قال فقال لہ یزید اذھب الی اھل العلم قال فقال لہ ابن المدینی ایش اھل العلم والحدیث عندک قال: اھل لعلم اصحاب ابی حنیفۃ وانتم صیادلۃ۔

یعنی ایک دن یزید بن ہارون کی مجلس میں یحیی بن معین اور امام احمد وغیرہ موجود تھے ایک شخص نے آکر مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اہل علم سے پوچھ لو۔ وہ دریافت کرلو۔ یحیی بن مدینی بولے کیا آپ کے پاس اہل علم نہیں ہیں فرمایا اہل علم تو اصحاب ابوحنیفہ ہیں تم تو عطار (دوا فروش) ہو۔ (موفق ج ۱ ص ۱۹۲)

(۳) ابو سلیمان متی یحل للرجل ان یفتی فقال اذا کان مثل ابی حنیفۃ الخ کسی نے پوچھا ایک عالم فتوی دینے کے قابل کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب وہ امام ابوحنیفہ جیسا ہو جائے۔ ان سے کہا گیا آپ تو ایسی بات کہتے ہو؟ فرمایا ہاں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ میں آپ کی تعریف کرتا ہوں۔ میں نے ان سے بڑا کسی کو عالم فقیہ اور متورع نہیں دیکھا ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ ایک شخص کے دروازے کے سامنے وضو میں بیٹھے ہیں میں نے عرض کیا آپ سامنے جس مسجد میں چاہیں فرمایا۔ اس گھر والے نے یہ مجھ سے پوچھے بغیر مجھے یہ فرش دیا ہے اس نے اس گھر کے سامنے میں بیٹھنا مجھے ناپسند ہوا۔ یزید بن ہارون نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا۔ رایی ورع اکثر من ھذا؟ اس سے بڑا ورع بھی دیکھا ہوگا کسی نے؟ (موفق ج ۱ ص ۱۹۱)

(۹) امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ:

امام شافعی، امام احمد اور اسحاق رحمہ اللہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔ امام صاحب سے بہت حسن ظن رکھتے تھے اور آپ کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں کوئی حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا وہ کھڑے ہوئے اور غصہ کی سانس بھر کر کہا اب ندامت سے لیا فائدہ وہ شخص یعنی ابوحنیفہ کہاں ہیں جن سے یہ اشکال حل ہوتا۔ انہ قد وقع بیدی ھذا حدیث فیہ عشر عوارض فوقف وتنفس الصعداء وقال لا تنفع الندامۃ الا بالسمع فیفرح عنا (مکردونی ج ۱ ص ۹۷)

(۲) کسی نے کسی شخص سے کہا ابوحنیفہ سے ملاقات نہ کرو اچھی طرح نماز پڑھنے والا ہو ملاقات نہیں کی جاتی حنیفہ سے۔ (۸)

(۱۰) حافظ حدیث امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ:

امام ابو یوسف علم حدیث میں امام احمد علی بن مدینی، یحیی بن معین وغیرہ کا رجال حدیث کے استاد ہیں یہ تمام امام بخاری وغیرہ محدثین کے شیوخ میں سے ہے۔ امام ابو یوسف امام ابوحنیفہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں۔

(۱) کان ھو البصیر بالحدیث الصحیح میں آپ زیادہ تر صحیح احادیث کے بہت زیادہ جاننے والے تھے۔ (الخیرات الحسان ص ۱۱ فصل معبر ۳)

(۲) یقول ما رویت احدا اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفۃ وکنا نختلف فی المسئلۃ فنأتی ابا حنیفۃ فکان یخرجھا من کتاب بعینہ فقہ لینا آپ فرماتے تھے میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ حدیث کی تفسیر کا عالم نہیں دیکھا۔ ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو ہم امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ اس کا فوراً حل پیش کر دیتے تھے۔ (موفق بن ۲ ص ۴۳)

(۳) محمد بن یوسف قلت لابی یوسف رحمہ اللہ اجمع الناس علی انہ لا یقدمک احد فی المعرفۃ والفقہ فقال ما رأیت احدا اعلم عند معرفتی عند معرفتی ابا حنیفۃ لا کثیر صحبۃ عدنہ الفرات احمد بن یوسف کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسف سے پوچھا کہ علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑا علم حدیث وفقہ میں کوئی عالم نہیں ہے۔ تو فرمایا میرا علم امام صاحب کے علم کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے ایسا کیوں نہ ہو میں نے فرات کے پانی ایسے بہتوں کی صحبت اٹھائی ہے۔ (موفق بن ۱ ص ۴۲)

(۱۱) امام مالک متوفی ۱۷۹ھ

ایک مرتبہ امام شافعی نے امام مالک سے چند مسائل دریافت کیے۔ امام مالک نے ان کے اقوال کا بیان فرمائے۔ پھر امام ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا۔ سبحان اللہ قلم از مشکہ سبحان اللہ وہ عجیب شخص تھے۔ مثل خدا میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان ص ۲۹ فصل نمبر ۱۳)

(۱۲) امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ

فرماتے ہیں۔ الناس عیال فی الفقہ علی ابی حنیفۃ ما رأیت ای عصمت احد افقہ منہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ کیونکہ میں نے ان سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔

(۲) من لم ینظر فی کتبہ لم یتبحر فی العلم ولا یتفقہ۔ جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ علم میں تبحر نہ ہوگا۔ اور نہ فقیہ بنے گا۔ (الخیرات الحسان ص ۲۹ فصل نمبر ۱۳)

(۱۳) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

فرماتے ہیں۔ انہ من اھل الورع والزھد والایثار الاخرۃ بمحل لا یدرکہ احد الخ امام ابو حنیفہ علم وتقویٰ، زہد اور آخرت کو ایثار کرنے میں اس درجہ پر تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکا۔

(الخیرات الحسان ص ۲۹ فصل نمبر ۱۳) (مناقب ج ۱ ص ۵۹)

(۱۴) امام حدیث سفیان بن سعید بن مسروق متوفی سنہ

صحاح ستہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ اور محدثین کے پیشوا ہیں ان کی عدالت تمام کے متفق علیہ ہے۔ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک معترف ہیں۔ سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے

۲ ساتھ مل سکتے ہیں۔ باوجود اس جلالت شان کے امام ابو حنیفہ سے استفادہ فرماتے تھے عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے رایت مسعرا فی حلقۃ ابی حنیفۃ یسئلہ ویستفید منہ۔ میں نے مسعر کو امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں دیکھا کہ وہ آپ سے سوالات کرتے ہیں اور استفادہ فرما رہے ہیں۔ (خیرات حسان ص ۳۹) آپ امام ابو حنیفہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابو حنیفہ کو وسیلہ بنائے اور ان کے مذہب پر چلے میں امید کرتا ہوں کہ اس کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

حسبی من الخیرات ما اعددتہ یوم القیامۃ فی رضی الرحمن دین النبی محمد خیر الوری ثم اعتقادی ملہب النعمان (حدائق ص ۹ ج ۱)

(۲) عن مسعر بن کدام بابی حنیفۃ و صحابہ فو جدتہم قد رفعت اصواتہم فاقام علیاتہم فقال ہولاء افضل من الشہداء الصابر المجتہدین ہولاء یجتہدون فی احیاء سنۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویجتہدون فی اخراج الجہال من جہلہم الخ

یعنی ایک مرتبہ مسعر بن کدام امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کی مجلس کی پاس سے گذرے دیکھا کہ مسائل فقہ کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ اور خوب بلند آواز سے بحث و تمحیص ہو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر کھڑے رہے پھر فرمایا کہ یہ لوگ شہداء صابرین اور تہجد گذاروں سے افضل ہیں یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرتے ہیں اور جہلاء کو ان کے جہل سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (موفق ج ۱ ص ۲۳۹)

(۱۵) محدث شہیر امام اوزاعی متوفی ۱۵۷ھ

جلیل القدر محدث فقیہ اور مجتہد تھے۔ ایک مرتبہ امام اوزاعی نے عبداللہ بن مبارک سے کہا۔ ما ہذا المبتدع الذی خرج بالکوفۃ یکنی ابا حنیفۃ۔ یہ کون مبتدع کوفہ میں پیدا ہوا ہے جس کی کنیت ابو حنیفہ ہے؟ ابن مبارک فرماتے ہیں میں نے کہا کہ ابو حنیفہ نے بالعموم جب کسی مسئلہ پر غور و خوض کیا ہے تو ان مسائل کو لکھ لیا ہے۔ جب انہوں نے ان مسائل کو پڑھا تو کہا کہ یہ مسائل تمہارے ہی ثابت کی طرف منسوب ہیں تو فرمایا من ہذا؟ تمہارے ہی ثابت والے ہیں۔ میں نے کہا ایک شیخ ہیں جن سے عراق میں ملاقات ہوئی قال ہذا رجل من المشائخ فاستکثر منہ فرمایا یہ تو مشائخ میں بڑی قابل قدر شخصیت معلوم ہوتی ہے تم جاؤ اور ان سے زیادہ علم حاصل کرو۔ قلت ہذا ابو حنیفۃ الذی نہیت عنہ میں نے کہا یہ وہی ابو حنیفہ ہیں جن سے کچھ تو آپ نے روکا تھا۔ پھر امام اوزاعی اور امام صاحب مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور ملاقات ہوئی تو کچھ مسائل میں آپ سے گفتگو کی۔ امام ابو حنیفہ نے ان مسائل کو بڑی عمدہ تنقیح کے ساتھ بیان کیا۔ جب دونوں حضرات جدا ہونے تو امام اوزاعی نے ابن مبارک سے فرمایا علیک بطلب الرحل مکثرۃ علمہ و وفور عقلہ واستغفر اللہ ان کنت فی غلط ظاہر الزم الرجل فانہ بخلاف ما بلغنی عنہ۔ مجھے اس شخص کے کثرت علم اور وفور عقل پر تعجب ہوا اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں ان کے بارے میں جو کچھ کہا۔ اس بارے میں میں کلی غلطی پر تھا جاؤ ان کی صحبت کو لازم کرو۔ کیونکہ

طرح ان کا ساتھ نہ چھوڑ، کیونکہ ان کے بارے میں جو چیزیں مجھ کو پہنچی تھیں۔ میں نے ان کو ان سے بالکل خلاف پایا۔ (الخیرات الحسان ص ۴۰ فصل نمبر ۱۳) (مناقب کردری ص ۳۹ ج ۱)

(۱۶) محدث کبیر مکی بن ابراہیم متوفی ۲۱۵ھ:

جنہیں الشدر حافظ حدیث وفقیہ ہیں۔ امام بخاری، ابن معین وغیرہ کے استاد ہیں۔ فرماتے ہیں۔ "کان ابو حنیفۃ اعلم اھل زمانہ" امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (الخیرات الحسان ص ۲۹)

(۱۷) محدث شہیر شقیق بلخی متوفی ۱۹۴ھ:

بڑے پایہ کے محدث، زاہد، عارف اور متوکل تھے۔ فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اعلم الناس، اورع الناس، اعبد الناس اکرم الناس اور زین میں بڑی اچھا بات کرنے والے تھے۔ (حدائق حنفیہ ص ۴۰۷)

علاوہ ازیں صدر باصد تحسین نے امام ابوحنیفہ کی تعریف، توثیق اور تعدیل فرمائی ہے اور آپ کو حافظ حدیث اور فقیہ تسلیم فرمایا ہے۔ اور آپ کی جلالت قدر اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نے شیخ محمد شین عظام کے شیخ ہیں اور صحاح ستہ کے مصنفین امام بخاری، امام مسلم وغیرہ وغیرہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

امام اعظم کے شاگردوں کے ہیں شاگرد بھی ارشد
بخاری، شافعی، مسلم، نسائی، ترمذی، احمد

ان مناقب کے باوجود بھی اگر کوئی متعصب اور شیر وہنم امام ابوحنیفہ کو غیروں اور ضعیف کہے اور ان کی روایات کو قابل اقتباس نہ سمجھے۔ بایں کہ آپ کو صرف ۱۷ یا ۱۸ حدیثیں یاد تھیں تو اس سے زیادہ کون عقل متعصب اور حقائق کا منکر کون ہوگا؟

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام اعظم نے خواب دیکھا کہ آپ حضور اکرم ﷺ کے مرقد شریف کو کھود رہے ہیں اور آپ کی مبارک مطہر ہڈیوں کو جمع کر رہے ہیں۔ امام صاحب نے خواب کی تعبیر دریافت کرنے کے لئے ایک شخص کو امام ابن سیرین کی خدمت میں بھیجا امام ممدوح نے جب خواب سنا تو سوال کیا کہ اس خواب کا دیکھنے والا کون ہے؟ قرستادہ نے جواب نہ دیا۔ اس شخص نے پھر دوسری مرتبہ خواب کی تعبیر دریافت کی آپ نے پھر وہی سوال کیا کہ کس شخص نے یہ خواب دیکھا ہے؟ اس نے سکوت کیا اور نام ظاہر نہیں کیا اور تیسری مرتبہ تعبیر دریافت کی تو امام ابن سیرین نے تعبیر ارشاد فرمائی۔ هذا الرؤيا يبرز علما لم يسبقه احد الیہ مسس قبلہ اس خواب کا دیکھنے والا علم کو اتنا واضح کرے گا۔ (یعنی جمع کرے گا) کہ ان سے پہلے کسی نے اس طرح جمع نہیں کی ہوگی (اس سے علم فقہ کی تدوین اور قرآن وسنت کے علوم کو جمع کرنے کی طرف اشارہ ہے) مرقاۃ المفاتیح میں ہے۔

ذكر ابو حنيفة في النوم كأنه ينبش قبر النبي صلى الله عليه وسلم فجمع من مائل محمد بن سيرين فقال من صاحب هذه الرؤيا ولم يجب عنها ثم سئله الثانية فقال مثل ذلك ثم سئله الثالثة فقال صاحب هذه الرؤيا يبرز علما لم يسبقه احد. ومرقاة المفاتيح ج ۱ ص ۲۸ مطبوعه

ملفوظ عقیدہ عرفت

[illegible] ان [illegible] ہجویری [illegible] (متوفی 465ھ) [illegible] کا شمار [illegible] کے [illegible] میں [illegible] تصانیف [illegible] "کشف المحجوب" [illegible] مصنف [illegible] امام ابو حنیفہ [illegible] خاص [illegible] ان کا [illegible] ان [illegible] شرف [illegible] علم [illegible] حیثیت [illegible] اس [illegible] میں [illegible] ابو حنیفہ [illegible] [illegible] [illegible]

ضرورت تدوین فقہ:

جب تک دنیا میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین رہے ان میں بہت حضرات فقیہ اور مجتہد تھے، انہی کا کام تھا کہ وہ پوری اسلامی حکومت میں پھیلے ہوئے تھے اور پیش آمدہ مسائل کا حل کرتے تھے ۱۱ھ میں جب جماعت صحابہ کے آخری فرد حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک نے دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کے بعد مستقل احکام کی نشر و اشاعت کا کام ان کے شاگردوں (یعنی تابعین) نے شروع کر دیا اس وقت سات مقامات ایسے تھے جو علوم نبویہ کا مرکز تھے اور وہاں دارالافتاء قائم تھے ان مقامات میں بڑے بڑے جید تابعی موجود تھے۔ وہ سات مقامات یہ ہیں (۱) مدینہ منورہ، (۲) مکہ معظمہ، (۳) کوفہ، (۴) بصرہ، (۵) دمشق (شام)، (۶) مصر، (۷) یمن۔ کوفہ میں مخصوصیات کا حامل تھا ہزاروں صحابہ کا یہاں قیام رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے ہزاروں تلامذہ یہاں موجود تھے۔ اس لئے کوفہ علم حدیث و فقہ میں مرجع خلائق بنا ہوا تھا ۱۲۰ھ سے پہلے تک امام ابوحنیفہ کوفہ کے مشہور محدث و فقیہ امام حمادؒ کے حلقہ درس کے ایک ممتاز طالب علم تھے۔ امام حمادؒ کے انتقال کے بعد ان درس گاہ کے صدر نشین اور ایک مستقل معلم و مفتی ہوئے۔ امام صاحب کو نبوت کی تعلیم سے بہت گہرا تعلق تھا۔ آپ نے اطراف عالم پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ احادیث احکام جو ان کی وجہ سے ایک عظیم خزانہ میں تھا اس میں بہت سی غلطیاں راہ پا چکی ہے اور آئندہ بھی ان میں غلطیاں رہ نہیں سکتیں۔ راوی حدیث نے وضع حدیث کا نتیجہ اختیار کیا ہے اور دوسرے لوگ بھی سر اٹھا رہے ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ کتاب علم ایک جگہ اور ایک فرد کے پاس نہیں ہے بلکہ وہ اطراف عالم میں پھیل چکا ہے اس لئے آپ نے خیال فرمایا کہ اس کو یکجا جمع نہ کیا گیا تو یہ علم ضائع ہو جائے گا، نیز امام صاحب کے پیش نظر یہ بھی تھا کہ قرآن سے پہلے فرقے تھے آج نہیں ہیں، امت نحوہا کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے لہٰذا ان جو جہاں العموم ہیں ان سے استفادہ کرنا چاہئے اور اس علم کو ایک جگہ جمع کر دینا چاہئے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے ایسا دستور العمل مرتب کرنا چاہئے جو زندگی کے ہر موڑ پر ان کے لئے مشعل راہ ہو، جس میں تمام چیزوں کی رعایت ہو ان اسباب کی بنا پر امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تدوین کا کام شروع کر دیا۔

کیفیت تدوین فقہ:

اس اہم کام کو انجام دینے کے لئے آپ نے اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے چالیس ماہرین استنباط منتخب فرمائے اور ایک کمیٹی کی تشکیل کی جن کے ممبرک اسماء یہ ہیں۔

(۱) امام زفرؒ	متوفی	۱۵۸ھ
(۲) امام داؤد طائیؒ	متوفی	۱۵۹ھ
(۳) امام یوسف بن خالدؒ	متوفی	۱۶۰ھ
(۴) امام عبداللہ بن مبارکؒ	متوفی	۱۶۸ھ
(۵) امام نضر بن عبدالکریمؒ	متوفی	۱۶۹ھ
(۶) امام عبدالرحمان بن میمونؒ	متوفی	۱۷۱ھ

(۷) امام [illegible]	متوفی	۱۴۷ھ
(۸) امام [illegible]	متوفی	۱۵۳ھ
(۹) امام ربیع بن حبان	متوفی	۱۶۰ھ
(۱۰) امام [illegible]	متوفی	۱۶۴ھ
(۱۱) امام [illegible]	متوفی	۱۷۶ھ
(۱۲) امام [illegible]	متوفی	۱۷۷ھ
(۱۳) امام جریر بن عبد [illegible]	متوفی	۱۷۸ھ
(۱۴) امام [illegible]	متوفی	۱۸۰ھ
(۱۵) امام عبداللہ بن مبارک	متوفی	۱۸۱ھ
(۱۶) امام [illegible]	متوفی	۱۸۲ھ
(۱۷) امام محمد بن [illegible]	متوفی	۱۸۲ھ
(۱۸) امام [illegible]	متوفی	۱۸۳ھ
(۱۹) امام [illegible]	متوفی	۱۸۴ھ
(۲۰) امام فضل بن [illegible]	متوفی	۱۸۶ھ
(۲۱) امام [illegible]	متوفی	۱۸۸ھ
(۲۲) امام محمد بن [illegible]	متوفی	۱۸۹ھ
(۲۳) امام [illegible]	متوفی	۱۸۹ھ
(۲۴) امام [illegible]	متوفی	۱۸۹ھ
(۲۵) امام عبداللہ بن [illegible]	متوفی	۱۹۲ھ
(۲۶) امام فضل بن [illegible]	متوفی	۱۹۲ھ
(۲۷) امام [illegible]	متوفی	۱۹۲ھ
(۲۸) امام [illegible]	متوفی	۱۹۳ھ
(۲۹) امام [illegible]	متوفی	۱۹۰ھ
(۳۰) امام [illegible]	متوفی	۱۹۴ھ
(۳۱) امام [illegible]	متوفی	۱۹۸ھ
(۳۲) امام [illegible]	متوفی	۱۹۹ھ
(۳۳) امام [illegible]	متوفی	۱۹۹ھ
(۳۴) امام [illegible]	متوفی	۱۹۹ھ
(۳۵) امام [illegible]	متوفی	۱۹۹ھ

(۳۶) امام عبدالحمید	متوفی	۲۰۳ھ
(۳۷) امام حسن بن زیاد	متوفی	۲۰۴ھ
(۳۸) امام ابو عاصم نبیل	متوفی	۲۱۲ھ
(۳۹) امام بکر بن ابراہیم	متوفی	۲۱۵ھ
(۴۰) امام عمار بن مفضل	متوفی	۲۱۵ھ

یہ حضرات سب کے سب درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ پھر ان پانچ میں سے زیادہ حضرات کی ایک اور مخصوص مجلس تھی جس کے رکن امام ابو یوسف، امام زفر، داؤد طائی، یوسف بن خالد، یحییٰ بن زکریا بن ابائدہ، امام محمد، عبداللہ بن مبارک، اور خود امام ابوحنیفہ تھے۔ (الخیرات الحسان ص ۱۲ بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ ص ۷۸)

اس مجلس تدوین فقہ کے متعلق امام وکیع بن جراح مشہور محدث امام شافعی کے استاذ فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے کلام میں کس طرح تہمت کی بات ہو سکتی ہے۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ابو یوسف، حفص بن غیاث، حبان، مہدی جیسے وہ بین حدیث ان کے ساتھ تھے۔ اور لغت و عربیت کے ماہر قاسم بن معن یعنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کے ماجزادے جیسے شریک تھے۔ اور داؤد بن نصیر طائی، فضیل بن عیاض زہد اور تقویٰ اور پرہیزگاری رکھنے والے حضرات موجود تھے۔ لہٰذا جس کے رجحان کا راوی، امین شخص ایسے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ غلطی کی صورت میں صحیح امر کی طرف واپس کرنے والے لوگ موجود تھے۔

(جامع المسانید ص ۳۳ بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۷۶)

امام ابوحنیفہ نے استنباط مسائل کا یہ طریقہ مقرر کیا کہ اولاً کتاب اللہ پھر سنت نبویہ پھر آثار صحابہ اور اس کے بعد قیاس۔ امام صاحب کی نظر احادیث کے بارے میں بہت وسیع تھی۔ وہ حدیث کے قوی، ضعیف، مشہور، آحاد کے علاوہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ آخری امر جس پر عمل رسول اللہ ﷺ کا رہا ہے وہ کیا تھا۔ اور مسائل کے استنباط میں امام صاحب سوچ سوچ کر اس قسم کی جزئیات پر بھی بحث کرتے تھے جن کا ہونا ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ اسی وجہ سے امام صاحب نے بحیثیت مدوّن فقہ میں ان تمام مسائل پر بحث فرمائی کہ ان کے وقوع کا امکان ہو سکتا تھا۔ آپ نے ہر کرہ خانہ کا بحیثیت مجتہد ہونا اور ہر شخص کو احادیث آثار، اجماع و قیاس کی روشنی میں آزادی سے استنباط بحث کا موقع دیا تھا۔ اور امام صاحب کے سامنے سب ہی لوگ اپنے اپنے دلائل بیان کرتے اور بحث میں بسا اوقات ان کی آواز بھی بلند ہو جاتی تھی۔ بحث کے دوران خود امام صاحب سے (جو سب کے مسلم شیخ اور استاذ تھے) بھی بعض حضرات اختلاف کر لیتے اور یہاں تک کہہ دیتے کہ آپ غلطی پر ہیں۔ فلاں دلیل میں خطا کی ہے۔ بعض اوقات لوگ امام صاحب سے کہتے کہ آپ تو ہی ہے بات کرنے والوں کو کیوں نہیں روکتے؟ تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خود ان کو آزادی دی ہے اور ان کو اس امر کا عادی بنایا ہے کہ کسی سے مرعوب نہ ہوں اور یہ لوگ ہر ایک کے حق کی میرے سامنے بھی نکتہ چینی کریں تاکہ مسئلہ بات پہلو منقح ہو کر سامنے آجائے بہر حال اس طرح آپ جزئیات پیش فرماتے اور جواب مسل کرتے اگر سب کا جواب ایک بنتی ہوتا تو مسئلہ اسی وقت تسلیم بند کر لیا جاتا۔ ورنہ پھر بحث کا سلسلہ جاری رہتا

(۱) بلوغ الاماني (جواهر المضية بحواله امام اعظم ابو حنيفه ص ۱۸۳ هر ۸۳ : مصنف مفتي عزيز الرحمان مد ظله)

دن جو بھی آخر میں فیصلہ ہوتا وہی بات قرار پاجاتی کبھی کبھی ایک مسئلہ پر کئی کئی دن گذر جاتے جب کلام بہت طویل ہو جاتا تو آخر میں امام صاحب بحیثیت صدر مجلس تقریر شروع فرماتے اور سب دم بخود ہو کر ہمہ تن گوش ہو کر امام صاحب کے فرمودات سنتے اور آپ ایسا محکم فیصلہ فرماتے کہ سب نے تسلیم کر لیتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض اراکین اپنی رائے پر قائم رہتے تو اس صورت میں سب نے اتفاق قلم بند کر لئے جاتے تھے۔ تقریباً بائیس ۲۲ سال کی مدت میں امام صاحب نے قانون اسلامی کو مدون کر لیا۔ یہ کتابیں کتب ظاہر الروایۃ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ یہ مجموعہ ۸۳ ہزار روایات پر مشتمل تھا جس میں ۳۸ ہزار مسائل عبادات کے متعلق تھے۔ باقی ۴۵ ہزار مسائل کا تعلق معاملات اور عقوبات سے تھا۔ (امام اعظم ابو حنیفہ النعمان بن ثابت حیاتہ وعصرہ ص ۲۰۰)

عزیز الرحمن بجنوری مدظلہ، (انوار الباری شرح بخاری مصنفہ حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری راست برکاتہم)

امام صاحب کا یہ مدون شدہ قانون اس وقت کے تمام علماء اور ارکان ریاست کے نام آیا۔ عدالتوں میں سرکاری طور پر داخل کر لیا گیا اور اسی کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ یحکم بہ ان آئمہ فرماتے ہیں قضی بہ الخلفاء والائمۃ والحکام واستقر علیہ الامر خلفاء وائمہ امام صاحب کے مدون کردہ فقہ کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے بالآخری پر عمل ہونے لگا۔ (توفیق ج ۲ ص ۱۴)

وقال محمد بن اسحاق النديم في "الفهرست" والعلم براً وبحراً ومشرقاً ومغرباً بعد اوفر بما سطره رضي الله عنه۔ یعنی بر و بحر، مشرق و مغرب، دور اور نزدیک ہر جگہ کا علم امام ابو حنیفہ کی تدوین کا ثمرہ ہے۔ (بحوالہ فقہ اہل العراق وحدیثہم للعلامہ زاہد الکوثری۔ متوفی ۱۳۷۱ھ ص ۵۷)

وقال بعض الائمة لم يظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورين مثل ما ظهر لابي حنيفة من الاصحاب والتلاميذ ولم ينتفع العلماء وجميع الناس بمثل ما انتفعوا به وباصحابه في تفسير الاحاديث المشكلة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضاء والاحكام

"یعنی اسلام کے مشہور اماموں میں سے کسی امام کو اتنے زیادہ رفقاء و تلامذہ نصیب نہیں ہوئے جتنے امام ابو حنیفہ کو ہوئے اور علماء اور تمام لوگوں نے مشکل احادیث کی تشریح اور مستنبط مسائل کی تخریج اور احکام کے سلسلہ میں جتنا ان سے اور ان کے تلامذہ سے فائدہ اٹھایا اتنا کسی اور سے مستفید نہیں ہوئے۔ (النکت الحسان بحوالہ فقہ اہل العراق وحدیثہم ص ۵۷)

قدیم زمانہ سے لے کر آج تک امت کا ایک بڑا حصہ مذہب حنفی کا پیرو رہا ہے چنانچہ محدث جلیل ابن اثیر جزری شافعی جامع الاصول کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ لو لم يكن لله سر خفي لما كان شطر هذه الامة من اقدم عهد الى يومنا هذا يصلون الله سبحانه على مذهب الامام الجليل (ابی حنیفہ) یعنی اس میں خدا کا کوئی خفی راز ہے کہ اس امت کا نصف سے زیادہ حصہ قدیم زمانہ سے لے کر آج تک امام اعظم کے طریقہ پر خدا کی عبادت کر رہا ہے (یعنی مسلک حنفی کا پیرو ہے) (بحوالہ فقہ اہل العراق وحدیثہم ص ۵۷)

محدث طاہر کاملی قادری فرماتے ہیں:۔ وبالجملة فاتباعه اكثر من اتباع جميع الائمة من علماء الامة كما ان اتباع النبي صلى الله عليه وسلم اكثر من اتباع سائر الانبياء وفدوده انهم ثلثا اهل الجنة والحنفية ايضا تحيى ثلثي المؤمنين ۔ یعنی حاصل کلام امام ابوحنیفہ کے متبعین دیگر ائمہ کے متبعین سے زیادہ ہیں۔ جس طرح آقا حضور اقدس ﷺ کے متبعین دیگر انبیاء کے متبعین سے بہت زیادہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اہل جنت کے دو ثلث ۲/۳ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے ہوں گے۔ اسی طرح امت محمدی کے دو ثلث ۲/۳ حنفی ہیں۔ (عرفاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۷) فذكرة الائمة الاعظم ابي حنيفه مطلوعه طهران پاکستان)

امام ابوحنیفہ کو اور آپ کے متبعین کو مغفرت کی بشارت بھی دی گئی ہے۔ مناقب امام اعظم للعلامہ کردری میں ہے۔ واستدعاه الكعبة فقام على رجله وقرء نصف السبع الثاني ، ثم قام على رجله الاخرى وختم النصف الثاني وقال يارب ما عرفناك حق المعرفة وما عبدناك حق العبادة فهب لي نقصان الخدمة بكمال المعرفة فوحي من زاوية البيت عرفت فاحسنت المعرفة وخدمت فاخلصت الخدمة ۔ غفرنا لك ولمن كان على مذهبك الى قيام الساعة

یعنی امام ابوحنیفہ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے اور ایک پیر پر کھڑے ہو کر نصف قرآن، اور دوسرے پیر پر کھڑے ہو کر دوسرا نصف پڑھ کر قرآن ختم کیا اور دعا فرمائی۔ اے پروردگار! جیسا تجھے پہچاننے کا حق ہے میں نے تجھے نہیں پہچانا اور جیسا تیری عبادت کرنے کا حق ہے میں نے تیری عبادت نہیں کی۔ مجھے جو خدمت کے نقصان کی کمال معرفت عطا فرما۔ کعبۃ اللہ کے ایک کونے سے ندا آئی تم کو بہت اچھی معرفت حاصل ہے اور تم نے خالص عبادت کی۔ ہم نے تمہاری اور اس شخص کی جو تمہارے مذہب پر چلے مغفرت کر دی۔

(کردری ج ۱ ص ۵۵)

حاصل کلام یہ کہ امت مرحومہ کا ایک بڑا طبقہ مذہب حنفی پر عمل پیرا رہا ہے اور ہندو پاک میں بھی جب سے اسلام آیا ہے اور مسلمان غازیوں، مجاہدوں نے اس کو فتح کیا ہے اس وقت سے ہندو پاک میں مذہب حنفی رائج ہے امراء و حکام سے لے کر عوام الناس تک سب کے سب مقلد خصوصاً حنفی تھے۔ مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ کراچی نے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے:۔ "آپ کشور ہند کے تمام فاتحوں اور غازیوں کی تاریخ اور ان کے حالات پر نظر ڈالئے۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلوی علیہ الرحمہ تک کوئی غیر حنفی فاتح اور غازی نہیں ملے گا اس زمانہ میں عوام تو عوام خواص سب کے سب عقیدہ و عمل کے لحاظ سے حنفی مذہب کے پیرو تھے چنانچہ کشمیر کے بارے میں محمد قاسم فرشتہ کے الفاظ ہیں۔ رعایای آں ملک کلہم الحنفیین حنفی مذہب اند (تاریخ فرشتہ ص ۲۳۷ طبع نولکشور)

(یعنی اس ملک کے تمام رعایا حنفی تھے) اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالہ سے ناقل ہے" مرزا حیدر در کتاب۔ رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند۔" (تاریخ فرشتہ ص ۲۳۶) (یعنی تاریخ رشیدی میں مرزا حیدر نے تحریر کیا ہے کہ کشمیر کے لوگ حنفی مذہب کے پیرو تھے) اور حضرت مجدد الف ثانی مغل بادشاہ کے فرمانروا کے بارے میں رقم

طرز میں "سلطان وقت خوشنودی کی بات" (اہل سنت بدانند) یعنی بادشاہ وقت خوارج سنت اور حنفی ہے) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی "تحصیل المعرف فی الفقہ والتصوف" میں فرماتے ہیں "واہل الروم وہند ویمن ہمہ حنفیہ" اہل روم اور ہند و یمن سب حنفی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمایہ فرماتے ہیں

راقم کہتا ہے حدیث لو کان الدین عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ہولاء یعنی اہل فارس وفی روایۃ لنالہ رجال من ہولاء یا الفاظ کہ کوئی نہ کوئی ہوگا۔

فقیر کہتا ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم اور ان کا مذہب ایسا ہے جسے شائع ہونا اور جمع اہل اسلام کا اس پر متفق ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ ان کی روایت تمام مذاہب سے زیادہ اور اصح ہے۔ اور تمام بلدان و جمیع اقالیم اور شاہان حنفی المذہب اور قضاۃ و اکثر مدرسان و اکثر حکام حنفی ہیں۔

آپ نے اس حدیث پر غور کیا ہے جس کے کہ کرویں ٹریز بھی ہو تو اس کو ان سے یعنی اہل فارس میں سے کچھ لوگ یا ان میں سے ایک شخص ضرور حاصل کر لے گا۔ اور ایک روایت میں بغیر شک کے ہوگا۔ ان الفاظ مذکورات سے یعنی اہل فارس سے کچھ لوگ ضرور حاصل کر لیں گے۔

فقیر (یعنی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب) کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اس حکم میں داخل ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے ہاتھ اشاعت علم دین اسلام کی ایک جماعت دین کے ذریعہ آسان فرمایا۔ خصوصاً پچھلے دور میں کہ اس میں یہی مذہب ہی مدار ہے۔ جس پر اکثر ملکوں میں بادشاہ حنفی ہیں قاضی اور اکثر مدرسین عوام حنفی ہیں۔

(کلمات طیبات مکتوب حضرت شاہ ولی اللہ مکتوب یازدہم مطبع مطبع العلوم مراد آباد ۱۳۰۸ھ حرف آپ کتاب اتمام میں تحریر فرماتے ہیں۔

وجمہور الملوک وعامۃ البلدان منتحلین بمذہب ابی حنیفۃ

عام بادشاہان اور تمام ممالک (کے بیشتر) ابوحنیفہ کے مذہب کے پیرو کار ہیں۔

(تفہیمات الہیہ ص ۲۱۴ شائع کردہ مجلس علمی ۱۳۵۳ھ)

ایک طرف ہندوستان میں فاتحین و تاجروں کی آمد ہوئی تو انہیں کے ساتھ ساتھ اس سرزمین ہندوستان میں مشائخ طریقت کے قدوم میمنت لزوم سے شرف ہوتا رہا۔ ہر دو گروہ میں ان بزرگوں کی آمد کا یہ اہتمام تھا کہ اہل حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ کا بتاتا ہوا سیدھا راستہ اختیار کرتے ہوئے حضرت علی ہجویری صاحب کشف المحجوب کا داخلہ ہو رہا تھا۔ غوریہ کے عہد میں جب دہلی پہنچا تو اول کا دارالملک بنا تو پھر اس حضرت کی آمد میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ مشائخ سہروردیہ، نقشبندیہ، بزرگان قادریہ حضرت چشت اہل بہشت سب کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ ان حضرات کی آمد سے اخلاص کا نور پھیلا اور تفریق زدہ ہندستان میں اسلام کو وہ فروغ ہوا کہ ہندوستان کے وہ باشندے جو اپنے آپ کو پوتر سمجھتے تھے ان کے برادیک دوسروں کے مذہب قبول فرمانا تو بڑی بات ہے ان سے ہاتھ ملانے تک و گوارا نہ کرتے تھے آپ سے طوع و رغبت داخل اسلام ہوتے چلے گئے اور آج ہندوستان و پاکستان اپنگلہ دیش میں جو بفضلہ تعالیٰ اس اسلام کی اکثریت ہے اور اکثر اخلاص کیش لوگ ہیں یہ سب انہی بزرگوں کی مساعی جمیلہ کا صدقہ اور انہی کی اخلاص کی برکت ہے۔ یہ سب کے سب مشائخ حنفی تھے اور ان کے مریدین بھی حنفی تھے جیسا کہ سطور بالا سے معلوم ہوا۔

یہ ہے اس ہندوستان میں شیخ اسماعیل رحمہ اللہ کی آمد کے وقت اس کی مختصر تاریخ۔ اس وقت اس سرزمین پر اپنے بھی تھے جن میں ذرہ برابر بھی شیخ اور ان کے ساتھیوں کو خاطر میں نہ لائے اور اہل دل نے اپنی آنکھیں سے اب تک روشن راستہ نہ دیکھا تھا۔ ہندوستان کی تاریخ میں ایک نئی راہ کی تلاش اور اس کی تعمیر کا سہرا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کے سر ہے۔ انہوں نے اپنی ذہانت بالغہ سے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی علمی کاوشوں کے ذریعہ اس کی بنیاد رکھی۔ جس کے متعلق شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اور دیگر اکابر مسلمین نے اور سرسید احمد نے اپنی علمی کاوشوں سے اس ملک میں اسلام کی روشنی کو پھیلایا۔ اس ملک سے اسلام اور مسلمانوں کے اقتدار کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ اور ہر طرف سے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جانے لگی۔ طرح طرح کے فتنوں نے سر اٹھایا۔ لادینیت (یعنی نیچریت، تعلیمیت (یعنی عیسائیت اور قادیانیت نے تمام اہل بدعت نے زور پکڑا۔ ان سب کے مقابلہ میں اسلام اور مسلمانوں پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ لیکن حق تعالیٰ کو بھی اس ملک میں اسلام کو باقی رکھنا منظور تھا۔ وہی کچھ عربی کالج سے دو طالب علموں کی بدولت کالج کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ تھے شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ اور دوسرے مولانا احمد علی سہسوانی رحمہ اللہ۔ حضرت محدث دہلوی سید احمد شہید رحمہ اللہ اور حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی سے سند حدیث لے کر آئے تھے۔ ان کے پہلے کرام نے دل میں ایک پیدا ہوا کہ ایک ایسی درس گاہ کی بنیاد رکھی جائے جہاں دور دور سے طالب علم مسلمانوں کے دینی علوم کی اشاعت اور ان کی علمی و دینی تربیت کا مرکز ہو۔ چنانچہ یہ بندہ خدا سنہ ۱۸۶۷ء میں مسجد چونہ میں انار کلی کے درخت کے نیچے دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ اس درسگاہ سے حدیث، تفسیر، فقہ اور مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور سب پر یہ دل اور انہیں کی محنت ہے۔ اور اس علمی چمن سے ہزاروں کی تعداد میں علماء و صلحاء پیدا ہوئے۔ وہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، نومبر ۱۹۸۰ء تلخیص)

الغرض تیرہویں صدی کے آخر میں مسلمانان ہند کی اپنی زندگی کی وہ حالت کہ جو شدید خطرہ فتنہ غیر مقلدیت (لامذہبیت) کے طوفان کی وجہ سے پیش آیا تھا اور جس کی پیش رفت دلی اور دور کے علماء حق نے اپنی جان توڑ مساعی جمیلہ سے روک دیا۔ اس فتنہ (یعنی غیر مقلدیت) کا اثر گجرات کی سرزمین پر بھی پہنچا اور صورت ضلع کی ایک بستی [illegible] میں ایک غیر مقلد عالم [illegible] نامی پیدا ہوئے اور غیر مقلدیت کی اشاعت اور اس کی ترویج و ترویج شروع کی اور لوگوں میں فتنہ کھڑا کر دیا۔ ان سے اتحاد ورزہ پہنچا اور حنفی علماء کو موقع دیا کہ اپنی دلائل و براہین سے اپنی ارسالی شروع کی اور طرح طرح کے وعظ و ارشاد کرنے لگے۔ تو ان کو علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی (صاحب تفسیر حقانی) کے ساتھ مقام [illegible] (ضلع سورت گجرات) [illegible] ۱۳۰۳ھ میں [illegible] ۱۳۰۳ھ میں [illegible] مقام سورت [illegible] ۱۳۰۳ھ جناب [illegible] کل عید [illegible] نقدس سرہ العزیز کے آستانہ مبارک پر [illegible] میں ہوا (یہ الفاظ منظور حسین کے ہیں۔ ناقل) تمام صاحب پولیس [illegible] (جہاں تک میں سمجھا ہوں) کہ سیاسی طور پر بندوبست کیا تھا۔ انہوں نے طے کر دیا تھا۔ اس کے پاس محفوظ ہیں) مولانا محمد عبدالحق صاحب مناظر کو بھیج کر [illegible] دعوتی کرتے تھے۔ کہ کسی نے اپنی دین کا دعویٰ کیا ہے۔ مجھ سے بحث و مناظرہ کرے یا یہاں تو میرے سامنے آ جائے اور کبھی ہمالک دعوت پیش کرتے اور میرے مقابلہ میں ہرگز کوئی نہیں آ سکتا۔ [illegible] اور جس عالم میں چاہے بحث کرے گا۔ ان باتوں سے ان لوگوں کے دل بہت پریشان تھے۔ مجبور ہو کر جب حنفیوں نے ان کے دعوت و قبول [illegible] اور ان کو مناظرہ

کی وضاحت کی آیت کا مفہوم [illegible] اور [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

پر ان دونوں کی خوابیں ہوئیں اور صداقت و کذب ظاہر ہو گیا۔ آخر مولانا عبدالحق صاحب نے سب حاضرین مجلس سے دریافت فرمایا کہ مولانا صاحب آخر آپ کیوں نہیں جاتے؟ حضرت کیوں نہیں ہوتے اور بے فائدہ بحث کیوں کرتے ہو؟ غیر حاضر نے قسم کھا کر معاف کیا۔ اب بندہ نے تقریر علمی و دلائل عقلی و نقلی سے احترام و وجوب تعظیم و عدم جواز ترک اس مجلس کے روبرو آپ کو ثابت کرتا ہے۔ لیکن انصاف چاہئے اور خود سے سنتے ہیں کہ کیا جناب مولانا عبدالحق صاحب کچھ زیادہ سمجھنے تک بحث علمی و دلائل عقلی و نقلی بیان فرمائے رہے جتنے صاحبان مجلس سے خدا جانے کیا کیا تعریفیں آتی تھیں اور سب کی نگاہ و گمان انہی کی طرف لگے تھے پس یہ بین کر یہ مقلدین سے خصوص کہ کانوں سے اندھے ہیں توبہ کی اور تقلید کے قائل بدل و زبان ہوئے اور مذہب حنفی قبول کیا۔ حق تعالیٰ قبول فرمائے اور باقی ماندوں کو بھی توبہ کرے۔ مولوی سراج الدین صاحب نے آخر انصاف کیا اور نہ سمجھے بلکہ خود میں آخر تک مناظرہ باقی کرنے لگے اس پر بھی مولوی عبدالحق صاحب نے سر بسکوت فرمایا۔ انتہی

مقدمہ باب الاقتباس سے واضح ہو گیا کہ مولوی محمد سلیمان ندوی صاحب مناظرہ میں بالکل لاجواب ہونے کو نہیں نے اپنی شکست تسلیم نہیں کی۔ لیکن اہل مناظرہ کا اثر سمجھنے کے بعد میں غیر مقلدین سے شیخ عبدالقادر جیلانی اور اس زمانہ کے مشہور معروف ولی کامل بلند پایہ بزرگ حضرت مولانا شاہ فضل اللہ صاحب پیر سوی کی تحریر کی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت ہوئے اور شیخ کی عقیدت دل میں اس طرح گھر کر گئی کہ ان کے بعد انہی کے ہو کر رہ گئے اور اپنے شیخ کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا جو قصیدہ کرامات موسویہ (جس میں شیخ پیر سوی کی سوانح اور کمالات و کرامات کا ذکر ہے امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی تائید سے) میں شائع ہو چکا ہے۔ اسی کرامات موسویہ کے دیباچہ میں ہے "قصیدہ کے مصنف ممدوح پہلے غیر مقلد تھے اور عدم تقلید میں نہایت غلو متعصب تھے حضرات صوفیہ سے دیباچی کنار شدید رکھتے تھے جیسا کہ اس فرقہ میں ہوتا ہے اپنی جماعت کے امام اور سلفاً و خلفاً بس سمجھتے تھے مگر حضرت ولی مرشد (پیر سوی رحمۃ اللہ) کے فضائل و کمالات کا لمعہ (نور) جوان کے کانوں میں پہنچا اور معجزات اولیاء سے ان کی دشمنی کی تہوں میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ بچشم خود جا کر دیکھیں کہ اس ملفوظی الطبیعت کہاں تک ہے اور جس چیز کو اب تک مستبعد و منکر سمجھتے تھے اس کی حقیقت کیا ہے چنانچہ حاضر ہوئے دیکھا تو اس معاملہ سے نہیں زیادہ ان کی حالت پائی جیسا کہ اپنے اس قصیدہ میں انہوں نے لکھا ہے۔

فذکرت من بعد سمعت صفاته فوجدت فیه اضعاف وصف فخاه

اور میں متاخر اور سے ان کے صفات کو۔ پھر میں نے ان صفت کو پایا وہ چند در چند اوصاف کا ان سے

ورایته علما دلیلا حجة ونسالکی المصباح حبر امه

اور میں نے نبی و یکھا ان کی نشانی اور راہنما اور حجت اور ان طریقت کے لئے بہترین پیشوا۔

خوارق عادت کا مشاہدہ کیا مجملہ ان کے یہ کہ حضرت ولی مرشد نے ان کو کشف قبور کرایا۔ غیر ذالک۔ المختصر وہ انکار اور نفرت جو حضرات اولیاء اللہ کی طرف سے قلب میں مخمر تھی ان کرامات و کیفیت سے متقلب ہو گئی اور بے اختیار دل اسی طرف کھنچنے لگا جس طرف کھنچا ہوا ہے حضرت ولی مرشد کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے اور جو حق تعالیٰ نے چاہا پایا اسی حالت جذب و خروش میں یہ قصیدہ تالیف فرمایا اس انقلاب عظیم کی بدولت ان کی جماعت ان سے متنفر ہو گئی اور

(کرامات صوبہ بیر ص ۵، ۶)

اس کے بعد مولانا محمد عارفی کی جس میں ایک شخص مولوی عبدالجلیل سرحدی پیدا ہوئے جن کے متعلق مولانا محمد عارفی کے بعد نجے بتایا ہے محمد عارفی کا مقولہ کرامات صوبہ میں منقول ہے "اور ان کے (مولانا محمد عارفی صاحب کے) دو پوتے آج کل موجود ہیں ان میں ایک مولوی عبدالجلیل صاحب آجوان عالم ہیں کچھ فنون علوم سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے صرف کچھ دینیات عربی فارسی پڑھے ہیں۔ الخ (ص ۹)

یہ مولوی عبدالجلیل سابق مولوی عالی وہابی غیر مقلد تھے اور انہوں نے اپنی فطرتی طبیعت کی وجہ سے صحت سے زیادہ تشدد پیدا کیا اور اندھا دھند (غیر مقلدیت) کی اشاعت میں اور مذہب حنفی کو بدنام کرنے اور کتب فقہ سے عوام الناس کو بدظن کرنے کی جان توڑ کوشش کی۔ ان کا بھی بہت مرتبہ الجلیل مکتبہ محمدیہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے ساتھ مناظرہ ہوا جس نے دیکھنے والے آج بھی بکثرت بقید حیات ہیں خود احقر بھی اس مناظرہ میں شریک تھا۔

سابق مولوی صاحب بڑے اکھڑ مزاج تھے۔ اور بڑے طمطراق کے ساتھ نیل کانڈی میں کتابیں لے کر داخیل پہنچے تھے مگر اس مناظرہ میں مجمع عام میں ایک لفظ نہ کہہ سکے۔ اور بالکل لاجواب ہو کر وہاں سے نکلے۔

مگر اس کے بعد بھی اپنی ناپاک حرکتوں سے باز نہ آئے اور ایک پمفلٹ شائع کیا جو ان کی طرف منسوب تھا۔ اور آخر میں ان کا نام درج تھا۔ جو انہوں نے کتب فقہ سے بدظن کرنے اور ان کتابوں کو مشکوک بنانے کی غرض سے مسئلہ اور روزے وغیرہ کے متعلق چند فروعی عبارتوں کا (مثلاً ولو وطی میتہ او بھیمۃ وھو التصحیح او قبل او لمس ان انزل فضی ولا فلا وضوح او قایہ ج ۱ ص ۲۱۲ مانع یبطل بہ الصوم۔ او انزل بنظر او فکر او دام النظر والفکر (نور الایضاح ص ۱۶۸ باب ما یفسد الصوم) اذا ادخل ذکرہ فی بھیمۃ او میتۃ من غیر انزال او مس فرج بھیمۃ او لمسھا فانزل او القطر فی احلیہ ماءً او دھناً وان وصل الی المثانۃ علی المذھب وما فی قبلھا فمفسد اجماعاً لانہ کالحقنۃ (در مختار مع الشامی ج ۲ ص ۴۱۷ ص ۴۱۸) وانزان الیس بوطی میتۃ او بھیمۃ ووجود مانع رقیق بعد الوطی اذا لم یکن ذکرہ منتشراً قبل الوطی (نور الایضاح ص ۲۲ فصل فیما یوجب الاغتسال) وغیرہ کتابوں اور ان کی عبارتوں کا ترجمہ کیا کیا تھا اور ترجمہ کو بدل کر لیا تھا کہ یہ کتابیں مذہب حق کی نہیں ہوسکتیں کہ ان میں ایسی گندی اور فحش باتیں درج ہیں۔ بعد میں ان الفاظ کو بدل کر اور نئے مضامین شائع کرنے کی بناء پر نمبر ۲۹۲ کے تحت جب اس کے نام سے پیش ہوا تو اس کو دفعہ ۲۹۲ کی پہلی شق میں پہنچا تھا اس کے مالک کو گرفتار کر لیا اور اس پر سرکاری مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایس۔ ڈی۔ او شہر کے سب انسپکٹر جناب حاجی ایم۔ گوہر نے اخیر کا کافی ان حاصل کرنا چاہا۔ اخیر نے الفاظ پر اعتراض کرتے ہوئے کہ یہ الفاظ کتب فقہ میں ہیں اور پمفلٹ میں جن عبارتوں کا ترجمہ پیش کیا گیا تھا ان کی حقیقت دریافت کیا کہ یہ الفاظ کن کتب فقہ میں درج ہیں۔ تو ان کا جو ترجمہ کیا گیا ہے یہ صحیح نہیں ہے ان کا دوسرا صحیح ترجمہ ہو سکتا ہے اور احقر نے ایک مثال سے ان کو واضح کیا کہ کوئی شخص اپنی ماں کو "ماں" کہنے کے بجائے "باپ کی جورو" کہے تو

اعتبار سے یہ مسئلہ کیسا ہے؟ اس کا جواب دینے سے پہلے ہم ایک اور مسئلہ کو لیتے ہیں جس حال ان کا ہے اس کو سامنے رکھ کر ہم اس کا جواب دیں گے۔ ہمارے ہاں بعض لوگ ایسے ہیں جو تعصب کی وجہ سے اپنی تحقیق سے کام لینے کی بجائے اپنے مقتدا کی تقلید پر قانع ہو جاتے ہیں اور اس کے اجتہاد کو اپنا اجتہاد بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جواب تو یہ تھا کہ ان کے سامنے دلائل پیش کیے جاتے اور ان کو غور کرنے کی دعوت دی جاتی۔ لیکن ہمارے سامنے ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے مقتدا کی تقلید میں اس قدر غلو کرتے تھے کہ اگر ان کے سامنے ان کے مقتدا کی کوئی بات پیش کی جاتی جو بظاہر ان کے مقتدا کی بات کے خلاف ہوتی تو وہ اس کو ماننے سے انکار کر دیتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لیے ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان کے مقتدا کی بات کو ان کے سامنے پیش کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے مقتدا کی بات کو بھی پیش کرتے اور ان سے کہتے کہ آپ ان دونوں باتوں میں غور کریں اور ان میں سے جو بات آپ کو صحیح معلوم ہو اس کو اختیار کر لیں۔ اس طریقہ سے ہم نے بہت سے لوگوں کو راہ راست پر لایا ہے۔ اس مسئلہ میں بھی ہم نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ ہم نے ان کے سامنے ان کے مقتدا کی بات پیش کی اور ان سے کہا کہ آپ ان دونوں باتوں میں غور کریں اور

مودودی صاحب کی بے باکی و جرأت

اسی سوال کے ضمن میں آپ نے اپنا اور خطیب صاحب کا مودودی جماعت کی طرف میلان اور رجحان رکھنے کی بات کہی ہے۔ اس کے متعلق ان سے پوچھنے کا موقع ملے تو پوچھ لیجیے گا۔ میں نے مودودی صاحب کے نظریات سے متعلق صرف پڑھا ہے۔ کبھی ان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ نہ ہی میرا علم اطلاع کا ذریعہ صرف یہ مضامین ہیں۔ ان مضامین کی بنا پر میں نے کبھی بھی مودودی صاحب کی جماعت کو اپنی جماعت نہیں سمجھا۔ اور نہ ہی کبھی ان کی جماعت میں شامل ہونے کا خیال میرے دل میں آیا۔ اس لیے کہ مجھے ان کی جماعت کے طریقۂ کار سے اختلاف ہے۔ (محمد اسحٰق صدیقی، ۲۰ مارچ ۱۹۸۰ء)

(۲) خطیب صاحب کو مودودی جماعت کا رکن سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے اجتماعات میں شرکت کرتے رہے ہیں۔ اس کے ارکان کو اپنے ہاں مدعو کرتے رہے ہیں۔ اس کے لٹریچر کو پڑھتے اور پڑھاتے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ تعاون کرتے رہے ہیں۔ اور اس کی جماعت کے ارکان ان کو اپنی جماعت کا رکن سمجھتے رہے ہیں۔ (ادارہ)

(۳) اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی (یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرکھ لیا ہے تقویٰ کے لیے) نیز فرمایا: اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ (یہی لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں) اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِرُوْنَ بِشَرِّھِمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ (یہی لوگ ہیں جن کے حق میں بشارت ہے اپنے رب کی طرف سے رحمت اور خوشنودی کی) اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ (یہی لوگ راہِ راست پر ہیں) اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ حَقًّا لَّھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ (یہ وہ لوگ ہیں جو واقعی کامیاب ہونے والے ہیں ان کے لیے مغفرت اور رزقِ کریم ہے) وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی پاکیزگی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دی ہے۔ ان کے بعد بھی ان پر تنقید کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا (جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو باز رہو) اور فرمایا: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے راہ پا جاؤ گے) (مشکوٰۃ) اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے فرمان لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُکُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ (میرے اصحاب کو برا نہ کہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر ڈالے تو وہ ان میں سے کسی کے ایک مُد (ایک پیمانہ) یا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا) (بخاری و مسلم) کے ذریعہ ان کے مقام و مرتبہ کو واضح فرما دیا ہے۔

اب ساتھ ہی قرآن نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ان میں سے بعض سے لغزشیں بھی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاللّٰہُ غَفَرَ لَھُمْ (اللہ نے ان کو معاف کر دیا) اور فرمایا: لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ (اللہ نے معاف کر دیا نبی کو اور مہاجرین و انصار کو) اور فرمایا: عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ (اللہ نے تجھ کو معاف کر دیا، تو نے ان کو رخصت کیوں دی) اب ان لغزشوں کی بنا پر ان کو مطعون کرنا یا ان پر تنقید کرنا کہاں تک درست ہے، اس کا فیصلہ ہر شخص خود کر سکتا ہے۔

(۴) اب رہا مودودی صاحب کا معاملہ تو ان کے متعلق میرا یہ تاثر قرآن ہی کے فرمان اللہ فی اصحابی (میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو) کی تعمیل میں ہے۔ میں نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کے بعض مضامین کو بھی پڑھا ہے۔ ان کی تقاریر بھی سنی ہیں۔ ان کے بارے میں اپنی رائے قائم کرنے کے لیے یہ کافی سمجھتا ہوں۔ ان کے ساتھ ملنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ اس لیے ان کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (محمد اسحٰق صدیقی، ۲۰ مارچ ۱۹۸۰ء)

(۵) مودودی صاحب کے بارے میں میرا تاثر یہ ہے کہ وہ ایک بے باک اور جرأت مند انسان ہیں۔ ان کی بے باکی اور جرأت کی بنا پر ہی میں نے ان کو اپنا رہنما نہیں سمجھا۔ اور نہ ہی کبھی ان کی جماعت میں شامل ہونے کا خیال میرے دل میں آیا۔ اس لیے کہ مجھے ان کی جماعت کے طریقۂ کار سے اختلاف ہے۔ (محمد اسحٰق صدیقی، ۲۰ مارچ ۱۹۸۰ء)

(۶) مودودی صاحب کو اپنا رہنما نہ سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی بعض باتوں سے اختلاف ہے۔ ان کی بعض باتوں سے اختلاف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی بعض باتیں قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔ مثلاً قرآن کی مودودی صاحب نے جو تفسیر کی ہے اس سے اختلاف ہے۔ قرآن کی تفسیر میں مودودی صاحب نے بعض جگہ اپنی رائے کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے پر ترجیح دی ہے۔ اس سے اختلاف ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی (یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرکھ لیا ہے تقویٰ کے لیے) نیز فرمایا: اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ (یہی لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں) اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِرُوْنَ بِشَرِّھِمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ (یہی لوگ ہیں جن کے حق میں بشارت ہے اپنے رب کی طرف سے رحمت اور خوشنودی کی) اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ (یہی لوگ راہِ راست پر ہیں) اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ حَقًّا لَّھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ (یہ وہ لوگ ہیں جو واقعی کامیاب ہونے والے ہیں ان کے لیے مغفرت اور رزقِ کریم ہے) وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی پاکیزگی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دی ہے۔ ان کے بعد بھی ان پر تنقید کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

ان سے نفس رکھے) سچے مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ ان دو شقوں میں سے پہلی شق کا مصداق بنے اور صحابہؓ سے محبت کا ثبوت دے مگر مودودی صاحب بنے اس کے برعکس کرام کش شان میں گستاخی کر کے دوسری شق کا مصداق بنے ہیں پھر آگے حضور پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ومن اذاھم فقد اذانی (جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی) کیا یہ معمولی بات ہے "ومن اذانی فقد اذی اللہ" (جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی) کیا اس سے بھی سخت وعید ہے آگے اور سنئے! ومن آذی اللہ فیوشک ان یاخذہ (اور جو اللہ کو ایذا پہنچائے قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے) کیا ایسی سخت وعید کے بعد بھی کوئی ذی رتبہ کا مسلمان صحابہ کی شان میں گستاخی کی جسارت کر سکتا ہے نا ہرگز نہیں کر سکتا! مگر مودودی صاحب نے خوب دل کھول کر جسارت کی ہے۔ اس کے کچھ نمونے آگے آتے ہیں۔ اس حدیث کی تائید میں ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا (بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے) نیز فرمان خداوندی ہے ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں)

ان آیتوں کے مضمون پر غور کیجئے کہ یہ کتنی سخت وعید ہے، کیا مودودی صاحب متعدد صحابہ کرامؓ پر تمتع کر کے اس وعید کے مستحق نہیں بنے؟

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم (جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو خدا کی لعنت ہے اس پر جو تم میں برا ہو) (ترمذی شریف باب فیمن یسب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحفۃ ج ۱۰ ص ۲۲۵ ج ۲ ص ۲۲۷) (مشکوۃ شریف ص ۵۵۴ باب مناقب الصحابہ)

ظاہر ہے کہ صحابی کے مقابلہ میں غیر صحابی ہی برا ہو سکتا ہے اور اس وعید کا وہی مستحق ہوگا۔

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی ومن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برا نہ کہو جس نے ان کو برا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۵۵۵ عربی)

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں من ابغض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیس لہ فی المسلمین حق جو صحابہ سے بغض رکھے اور ان کو برا کہے تو اس کا مسلمانوں میں کوئی حق نہیں۔ مظاہر حق ج ۳ ص ۵۰۷)

امام ابوزرعہ رازی جو امام مسلم کے استاذ شیوخ میں سے ہیں فرماتے ہیں

اذا رایت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق وذلک ان القرآن حق والرسول حق وما جاء بہ حق وما ادی ذلک الینا کلہ الا الصحابۃ فمن جرحھم انما اراد ابطال الکتاب والسنۃ فیکون الجرح بہ اولی والحکم علیہ بالزندقۃ والضلالۃ اقوم واحق۔

یعنی جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی بھی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے اس لئے کہ قرآن حق ہے، رسول ﷺ حق ہیں، اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ لائے ہیں وہ سب برحق ہے، اور یہ چیزیں ہم تک پہنچانے والے صحابہ ہی ہیں تو جو شخص ان کو مجروح کرتا ہے وہ کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے لہٰذا خود اسی کو مجروح کرنا زیادہ بہتر ہے اور اسی پر گمراہی و زندقہ کا حکم لگانا زیادہ مناسب ہے اور وہی اس تہمت کا زیادہ حق دار ہے۔ (شرح السنۃ ص ۲۷۵ مظاہر حق ج ۴ ص ۵۷۸)

شیخ طریقت حضرت شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ما امن برسول اللہ من لم یوقر اصحابہ جس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی توقیر نہیں کی وہ (گویا) حضور ﷺ پر ایمان ہی نہیں لایا (مکتوبات امام ربانی ج ۳ ص ۳۶ مکتوب نمبر ۳۴ فارسی)

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں من نطق فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکلمۃ فھو صاحب ھوی۔ جس نے صحابہؓ کے بارے میں ایک بات بھی کہی تو وہ بدعتی اور گمراہ ہے (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۵۵ مکتبہ قادریہ)

ان دو عبیدوں اور علماء حقہ کی ان ہدایات کے بعد بھی کیا کوئی شخص یہ جسارت کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں زبان درازی کرے اور ان کو برا بھلا کہے جس سے لوگوں کے دلوں سے ان کی عظمت اٹھ جائے مگر مودودی صاحب نے بڑی جسارت سے صحابہؓ کی شان میں زبان درازی کی ہے اور ان کا مقدس بیضہ کم کرنے کی ناکام سعی کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔

(۱) چونکہ لشکر میدان میں مسلمانوں کی شکست کا سبب یہی ہوا کہ ان کے افسر رہبر کی بھی کمی تھی اور ان کے افراد سے بعض ایسی غلطیاں بھی سرزد ہو گئی تھیں جو خود آپ ہی کے خلاف تھیں (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۲۲۶)

(۲) احد کی شکست کا بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان تیر اندازوں کا میدانی کی موقعہ پر مال کی طمع سے مغلوب ہو گئے اور اپنے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے بجائے غنیمت لوٹنے میں لگ گئے (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۲۸۷)

(۳) سود خواری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خواری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہو جاتے ہیں، سود لینے والوں میں حرص و طمع بخل اور خود غرضی، اور سود دینے والوں میں نفرت غصہ اور بغض و حسد۔ احد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۲۸۸)

مودودی صاحب کے ایک رفیق مولوی صدر الدین اصلاحی لکھتے ہیں :۔

برسوں کی تعلیم و تربیت کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کو میدان جنگ میں لائے اور باوجود یہ کہ ان کی ذہنیت میں انقلاب عظیم رونما ہو چکا تھا مگر پھر بھی اسلام کی ابتدائی لڑائیوں میں صحابہ کرام جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی اسپرٹ سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے تھے (ترجمان القرآن ص ۵۷ ج ۲۶ بحوالہ مودودی مذہب ص ۵۹)

(۴) امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے متعلق لکھا ہے "حضرت عثمانؓ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کا مرتکب حال خلط ہے خواہ کسی نے کیسی ہی تاویلوں کو خواہ مخواہ توجیہ سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا عقل و انصاف کے تقاضہ کے خلاف ہے" کسی تاویل کی غلطی کو غلطی نہ سمجھا جائے (خلافت و ملوکیت ص ۱۰۷ بار سوم)

کیا یہ لڑنا دنیوی ملک اللہ کی خاطر تھا ہے الخ سے ظاہر ہے۔

(۵) حضرت ابن معاویہ کے متعلق لکھا ہے "عیب اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ خطبہ والوں نے تمام تر برائیوں میں بڑھ چڑھ کر علی پر سب وشتم کی بوچھاڑ کر دی تھی یہ مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضور ﷺ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا دین واخلاق کے ساتھ کھلا مذاق تھا۔ (خلافت وملوکیت ص ۲۶۷ طبع دوم)

یہ حضرت معاویہؓ پر سراسر بہتان ہے (۱۲ منہ) مگر صاحب نے اس موقعہ پر پانچ حوالے دیئے ہیں کہ یہ بات ثابت چلا آتا ہے کہ مندرجہ بالا بات بالکل صحیح ہے، حالانکہ یہ حوالے قطعاً غلط ہیں، یہ کس قدر بددیانتی اور شدید بہتان ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ الفرقان بابت جون ۱۹۵۹ء مطابق رجب ۱۳۷۹ھ جلد نمبر ۲۷ شمارہ نمبر ۶)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بے بنیاد اور خلاف واقعہ باتیں حضرت معاویہؓ کی طرف منسوب کر کے ان پر سخت حملے کئے ہیں حالانکہ حضرت معاویہ جلیل القدر صحابی ہیں جناب نبی ﷺ حضور ﷺ نے ان کے لئے خصوصی طور پر دعا فرمائی ہے اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً واھد بہ (اے اللہ معاویہ کو ہادی (ہدایت دینے والا) اور ہدایت یافتہ بنا اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت نصیب فرما (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۵۵ مناقب معاویہ ابن ابی سفیان ج ۲ ص ۲۲۴) آپ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کے بھائی ہیں اس اعتبار سے آپ تمام مسلمانوں کے ماموں ہوئے، حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں "ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں ہر ماں کا بھائی ماموں ہوتا ہے اس لئے حضرت معاویہؓ خال المؤمنین ہوئے اور جس طرح اہل بیت ذوی القربیٰ سے محبت رکھنا مسلمانوں پر فرض اور لازم ہے اسی طرح حضرت نور بلاغ کے خسر اور برادر نسبتی اور سسرالی رشتہ داروں سے بھی محبت فرض اور لازم ہے (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۵۳)

ناظرین غور کریں! جو کچھ مودودی صاحب نے حضرت معاویہؓ کی شان میں لکھا ہے اس سے ذرہ برابر بھی نہیں نے محبت کا ثبوت دیا ہے یا توہین کا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

ومن یکون بطعن فی معاویۃ فذالک کلب من کلاب النھاویۃ.

ترجمہ:

جو شخص حضرت معاویہ پر طعن کرتا ہے تو وہ ھاویہ (یعنی جہنم) کے کتوں میں کا ایک کتا ہے (نسیم الریاض)

مودودی صاحب نے اسی پر بس نہیں کیا اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (جو کہ اس ذات و جماعت کے نزدیک معصوم ہیں) پر بھی رکیک حملے کئے ہیں اور ان کی شان میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں ملاحظہ ہو وہ فرماتے ہیں۔

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام نے قتل میں خواہ اتنی نفس کا کچھ قتل تھا اس کا کوئی اقرار نہ تھا مگر اسرائیلی سے بھی قتل متعلق تھا۔ داؤد نے اس قتل خطا جو حق کے ساتھ مقصوص تھا کہنے والے کی زبان سے سنا اور یہ سب کچھ ہوا۔ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۳۷)

(۲) اور آخر وہ ساعت بھی بہت جلد آ گئی جس کے بارے میں شریعت ربانی نے خبر دی تھی۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایسے موقعہ پر تنبیہ کی گئی کہ لا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ (خواہش نفس کی پیروی نہ کر ورنہ یہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی) (تفہیمات ص ۲۱۱ طبع ہفتم)

(۳) حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے "اصل بات یہ ہے کہ ابھی بھی انسان نہ بدلے ہیں نہ کوئی انسان بھی اس پر قدرت ہوا کہ وہ اپنے اندر سے معیار خیال و قدر کو ختم کر دے۔ تمام لوگوں نے ہے قدر کیا ہے۔ بہت سے کسی نہ کسی کے پاس قدر تھا۔ بعض بعض اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو جاتے ہیں جیسا کہ آدم کے متعلق ہے فنسی ولم نجد لہ عزما۔ اس لئے ہے قدر کیا ہے کہ اس نے قصداً خدا کی نافرمانی کی بلکہ اس لئے کہ اس کا ارادہ کمزور تھا۔ اس کے اندر ایسی قوت نہ تھی جو اس کو ہر موقعہ پر ثابت قدم رکھتی۔ اس لئے اس کا ارادہ کمزور تھا۔ اس لئے اس کا ارادہ کمزور تھا۔ اس لئے اس کا ارادہ کمزور تھا

لیا جائے تو آدمی ایسا ہو جائے جس کے متعلق کہا جا سکے کہ اس نے قرآن پڑھا ہے۔ جو شخص قرآن کے ساتھ اس طرح کا تعلق پیدا کر لیتا ہے اس کے ذہن میں طہارتِ قلب اور عقیدہ کی درستی اور اخلاق کی پختگی ہو جاتی ہے۔ اس طرح وہ ایک بلند سے بلند تر شخصیت کی تعمیر میں جا گزیں ہو جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۳۴)

۔ ورود ما فوق وجود ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم البشر ہونے کے باوجود بشری کمزوریوں سے بالاتر ہیں اس پہلو سے کہ وہ فوق البشر ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۷۶، ۱۷۷) اسلام کس چیز کا نام ہے؟ (خطبات مودودی ص ۲۹)

علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہیں۔ آپ جنت میں بھی بشر تھے، فرشتے نہیں بنے تھے اور بشر جنت میں بھی اسی طرح بشر رہتا ہے جس طرح دنیا میں۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۷۶)

(ب) ایک جگہ مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں یہ حیثیت رکھتے تھے کہ شاید دنیا کے آپ کے بعد آج تک کسی شخص کو نہ ہوئی ہو۔ آپ کی قیادت زمانہ میں تمام انبیاء کی قیادت سے بڑھ کر تھی۔ (خطبات مودودی ص ۲۹)

اس عبارت میں کئی باتیں کہی جا سکتی ہیں جو مودودی مذہب میں درج ہے۔ اس کے بعد بھی توہین کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ مودودی مذہب کا یہ بنیادی اصول ہے کہ صحابہ کے خطاء کی تحقیق کے لئے مودودی مذہب کا مطالعہ کیا جائے۔

مودودی صاحب کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے قرآن کی صحیح تعلیم دی ہے۔ انہوں نے دعویٰ یہ کیا کہ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات ہیں اور ان اصطلاحات کے اصل معنی اور مفہوم ان کی کسی مراد ایک مفہوم سے کوئی مختلف تھا۔ یہ چار اصطلاحات ہیں الٰہ، رب، عبادت اور دین۔ ان کے علاوہ ان کی کسی اور اصطلاح کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ چار اصطلاحات ہیں جن کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کے بعد قرآن کی تعلیم کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اور ان چار اصطلاحات پر ہی انہوں نے قرآن کی تعلیم کی بنیاد رکھی ہے۔ اور ان اصطلاحات کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کے بعد قرآن کی تعلیم کو سمجھنا ان کے نزدیک آسان ہو جاتا

امام شافعی رحمہ اللہ، ابن عیینہ رحمہ اللہ، عبدالقادر جیلانی ہوں یا خواجہ معین الدین چشتی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہوں یا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ، ان اپنے صدیوں بعد کے "متبعین" و "معتقدین" کو وہ دینی مناصب پر مکتشف ہوئی ہے۔ ماحظہ ہو وہ فرماتے ہیں۔

"عرب جس وقت قرآن پڑھتا یا سنتا تھا، اس وقت ہر شخص جانتا تھا کہ ان کے کیا معنی ہیں اور ہم کسے کہتے ہیں کیونکہ یہ الفاظ ان کی روز مرہ چال میں پھیلے ہوئے تھے۔ مستعمل تھے انہیں معلوم تھا کہ ان الفاظ کا اطلاق کس مفہوم پر ہوتا ہے اسی طرح عبادت اور دین کے الفاظ بھی ان کی بولی میں پھیلے ہوئے رائج تھے ان کو معلوم تھا کہ عبد کسے کہتے ہیں۔ عبودیت کس حالت کا نام ہے، عبادت سے کون سا رویہ مراد ہے اور دین کا کیا مفہوم ہے۔ لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصلی معنی جو زمانہ قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود اور یک رخ مفہومات کے لئے خاص ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کا اصلی مدعا ان کے سمجھنے والوں کے لئے مشکل ہو گیا۔ یہی یہ حقیقت ہے کہ تقریباً ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تفہیم چوتھائی سے زیادہ قدیم ہو گئی۔ اس کی فطری روح نگاہوں سے مستور ہو گئی۔ اور اسلام قبول کرنے والے جو لوگوں کی عقائد و اعمال میں جو خالص نظر آتے ہیں ان کا ایک بڑا سبب یہی ہے۔

(قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۸۔۹۔۱۰)

ان کے اس نظریہ اسلوبی رجحان کی تردید کرتے ہوئے حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔ ان الفاظ کے معنی و مفہوم متعین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان سے ان کی تشریح اور اپنے عمل سے ان کی تعیین کر دی ہے۔ یہ معنی و مفہوم امت میں نسلی و نقلی طور پر تواتر و تسلسل سے چلے آ رہے ہیں اور ساری امت اس کو جانتی اور مانتی ہے (عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح ص ۲۳)

نیز فرماتے ہیں۔ سورۂ حجر میں فرمایا گیا انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون اور ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت (قرآن مجید) اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ فضل و احسان جتانے کے موقعہ پر حفاظت کے وعدے کے اعلان میں اس کے مطالب کا فہم ان کی تشریح، اس کی تعلیمات پر عمل، اور زندگی میں ان کا انطباق بھی شامل ہے۔ اپنی کتاب کی کیا قدر و منزلت ہوتی ہے، اور اس کی حفاظت کا کیا تقاضا ہوتا ہے یہ طویل مدت تک متعلق پڑی رہے نہ سمجھی جائے، نہ اس پر عمل کیا جائے؟ نیز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ان علینا جمعه و قرآنه فاذا قرانا فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم اسے پڑھا کریں تو تم اس کو سنا کرو اور پھر اسی طرح پڑھا کرو پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔

ان عنایات ربانیہ کی تفسیر کرتے ہوئے حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی معرکۃ الآراء کتاب "الفوز الکبیر" میں لکھتے ہیں۔

اللہ فرماتا ہے کہ قرآن مجید کی توضیح ہمارے ذمہ ہے۔ ہم ہر زمانہ میں ایک جماعت کثیر اور قرآن مجید کی وضاحت طلب الفاظ کی تشریح اور اسباب نزول کے بیان کی توفیق دیتے رہیں گے تاکہ ان کا صحیح مصداق لوگوں کے سامنے آ جائے۔ اس کا نمبر ۱ طریقہ قرآن۔ تبلیغ قرآن کے بعد ہے، خود آنحضرت ﷺ قرآن مجید کی تشریح و تفسیر کرتے

والے تھے قرآن مجید کے مصاحف میں محفوظ و مدون ہو جانے اور اس کی تلاوت کا رواج عام ہو جانے کے بعد تفسیر کی باقاعدہ تدوین اصلی ضرورت یہ باقی رہی تھی کہ قرآن مجید کے اپنے کلیوں اللہ کا بیان کے بغیر اس کے مطالب و معانی احکام و مطالبات تک رسائی ممکن نہیں صدیوں تک متعلق اتفاقی رہے، آیت کے مفہوم مقتضائے خلاف ہے۔ (عصر حاضر میں دین کی تفہیم الشریعہ ص ۲۷ بحوالہ ۲۸ بحوالہ ۲۹)

ایسے فاسد اعتقاد والے اور ان کے متقدمین و متاخرین کو اہل حق سمجھنے والے اور ان کا بھرپور تعاون کرنے والے اس امت کا کیا حکم ہونا چاہئے۔ واضح ہے کہ ایسے بیان کا پورا متن اور مکمل مفہوم بھی جواب۔

گنبد خضرا کی توہین کے متعلق رضا خانیوں کا غلط پروپیگنڈہ:

(سوال ۸) محترم و مکرم حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم الحیدری صاحب مدظلہم دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ عرض ہے کہ آج کل رضا خانی علماء نے شور مچا رکھا ہے کہ سعودی حکومت گنبد خضرا کو گرانا چاہتی ہے اور وہابی حضرات بھی اس میں شریک ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ حکومت سعودیہ کی یہ اسکیم ہے یا نہیں؟ جو وہابی علماء وہابی حضرات کو بدنام کر رہے ہیں اور یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ان کے اور ان کے علماء کے دل میں رضا اطہر اور گنبد خضرا کی عظمت نہیں ہے، حتیٰ رسول ہیں اور اس سلسلہ میں ایک جلسہ کر رہے ہیں، چندہ بھی خوب ہو رہا ہے، آپ جناب صدارت جلسہ فرما رہے ہیں اور واضح فرمائیں کہ یہ حقیقت کیا ہے؟ اور رضا اطہر، گنبد خضرا، علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کے متعلق ہمارے اکابرین کی طرف جو باتیں منسوب کی جارہی ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟ جلد توجہ فرمائیں۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ گنبد خضرا کے متعلق اہل بدعت خصوصاً مقلدین وہابیہ نجدیہ کا عام طور پر یہ پروپیگنڈا ہے جسے وہ بلا وجہ بدنام کرنا چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے لگانے کے لئے شوشہ چھوڑ رہے ہیں کہ گنبد خضرا کو گرانا چاہتے ہیں یہ قطعاً غلط اور بہتان ہے۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم

مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کی توسیع کا تو پروگرام ہے مگر اس نئی اسکیم میں گنبد خضرا کو منہدم کرنے کا پروگرام قطعاً نہیں ہے۔ سعودی حکومت کے مذہبی حلقات سے انتظامی امور سے سربراہ جناب سلیمان عبید نے مسجد نبوی کی توسیع کے متعلق جو بیان دیا ہے اس میں انہوں نے واضح طور پر یہ بھی بتایا ہے کہ نئے پروجیکٹ کی تکمیل کے دوران گنبد خضرا کو ہاتھ نہیں لگایا جائے گا، روزنامہ انقلاب بمبئی، منڈے ایڈیشن میں جناب ہارون رشید حلیمہ نے اسلامی دنیا کے نام کے ساتھ جس عنوان سے یہ بیان شائع کیا ہے ملاحظہ ہو۔

مسجد نبوی کی توسیع

ایک لاکھ ۶۵ ہزار نمازیوں کے لئے تجویز

گذشتہ دنوں سلیمان عید نے جو سعودی عرب کے مذہبی امور کا وزیر ہے مدینہ منورہ میں یہ اعلان کیا ہے کہ مسجد نبوی کو جو توسیع ہو رہی ہے اس میں بیک وقت ایک لاکھ ۶۵ ہزار فرزندان توحید نماز ادا کر سکیں۔

اس وقت یہ دنیا کی سب سے بڑی مسجد ہے جو ۱۹۵۰۰ مربع میٹر میں پھیلی ہوئی ہے جس میں ۴۸ ہزار مسلمان بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اب نئے توسیعی منصوبے کے تحت جو تین ایک لاکھ مربع میٹر میں پھیل جائے گی۔

اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ توسیع کی تکمیل کے دوران کسی بھی حصہ کو بند نہیں کیا جائیگا۔ اور شدت محسوس ہونے پر توسیع والی عمارت کے لئے مسجد کی ایک منزل اور بڑھا دی جائے گی۔

مسجد کی توسیع کے ساتھ ہی مسجد کی حفاظت کے لئے مزید ۱۰۰ محافظ مقرر کئے جائیں گے جو مسجد میں حج اور زائرین کے لئے آنے والے ہر شخص کی تلاشی لیں گے۔

(روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۲۵ نومبر ۱۹۸۳ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۴۰۴ھ بروز منگل جلد نمبر ۴۷ شمارہ نمبر ۱۳۴)

اکابر علمائے دیوبند کے عقائد

راقم الحروف کو اکابر علمائے دیوبند کی مؤلفات اور ان کے بارے میں لکھے ہوئے مضامین کی کتابوں کی تلاش رہتی ہے اس سلسلہ میں ان کی بڑی خصوصیت جس پر میں نے بحث کی ہے وہ یہ ہے کہ ان حضرات نے اپنی کتابوں میں جن عقائد کو ثابت کیا ہے ان کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے چنانچہ علماء حرمین شریفین نے جو چھبیس ۲۶ سوالات مرتب کر کے ہندوستان کے علماء سے جوابات طلب کئے تھے ان کے جواب میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سابق مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے ۱۴۱ صفحات پر مشتمل جو جوابات تصدیقات لکھے ہیں وہ سوالات کے جوابات مع تصدیقات ۱۲۱ صفحات پر مشتمل ہیں جو مطبوعہ موجود ہیں اس کتاب کے صفحہ ۱۲۱ سے ۱۲۳ تک سوال نمبر ۱۲ کا جواب ہے جس میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

وهو مع ازيادة موجود في النسخة الذي في ايدينا النسخة الشريفة والرحمة الصيغة التي ضمنه الحسنة صلى الله عليه وسلم افضل معلقاً حتى من الكعبة ومن العرش والكرسي كما صرح به فقهاؤنا رضي الله عنهم

ترجمہ: اور یہ فضیلت زیادتی کے ساتھ اس نسخہ میں موجود ہے جو ہمارے پاس ہے اس نسخہ میں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مبارکہ کو مشتمل ہے اور ہمارے اکابر علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ نسخہ عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے جیسا کہ ہمارے فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(تصدیقات مدفع التسلیمات ص ۱۶)

راکس الحدیث حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ زبدۃ المناسک میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جب مدینہ منورہ کا قصد ہو تو بشرط یہ ہے کہ روضہ اطہر صلی اللہ علی سیدنا وعلیہ وسلم کی زیارت کی نیت کرے جا [illegible] اس مدینہ میں داخل ہوا ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ جو کوئی صرف میری زیارت کو آئے اس کی شفاعت کا مجھ پر حق ہو گیا۔

مدینہ منورہ روانگی کے آداب:

جس وقت مدینہ منورہ روانہ ہو تو راستہ میں کثرت کے ساتھ درود شریف کا ورد رکھے جب وہاں ایک منزل پہنچے کہ وہاں سے مدینہ کے درخت نظر آنے لگیں تو اور زیادہ درود کی کثرت کرے اور جب عمارت نظر آنے لگے تو درود پڑھ کر کہے۔

اللھم ھذا حرم نبیک فاجعلہ وقایۃ لی من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب

اے اللہ یہ تیرے نبی ﷺ کا حرم ہے لہٰذا تو اس کو میرے لئے جہنم سے بچاؤ بنا دے اور عذاب اور برے حساب سے امن رسانی بنا دے۔

مدینہ میں داخلے کے آداب:

مستحب یہ ہے کہ غسل کرے یا تو از قسم وضو اور کپڑے پاک و صاف اور عمدہ (حسب حیثیت) لباس زیب تن کرے نئے کپڑے ہوں تو اور اچھا ہے پھر خوشبو لگائے اور پیادہ پا داخل ہو جائے اور خشوع و خضوع اور تواضع جس قدر کر سکتا ہے کرے کوئی کوتاہی نہ رہنے دے۔ اور عظمت کا خیال کرتے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا وارد ہو اور مدینہ میں داخل ہوتا وقت۔

رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللھم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ رسولک صلی اللہ علیہ وسلم ما رزقت اولیاءک وامن طاعتک واعترلی وارحمنی یا خیر مسئول۔

اے اللہ مجھے خوبی کے ساتھ داخل فرما اور خوبی کے ساتھ نکالنا اور تو مجھے اپنے پاس سے غلبہ دے جس کے ساتھ مدد ہو اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور اپنے رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے جب تو اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں کو نوازتا ہے مجھے بھی نواز گناہوں کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اے بہترین درخواست سننے والے۔

حرمت مدینہ:

مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد پورے ادب اور حضور قلب کے ساتھ دعا اور درود شریف پڑھتا رہے۔ مدینہ منورہ کی بہت سی جگہوں میں آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک پڑے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ امام مالک مدینہ منورہ میں

داری پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے تھے کہ آپ کی آمد کی خوشی میں مدینہ کی بچیوں نے یہ مشہور گیت گایا تھا جسے ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

مسجد نبوی میں داخلہ:

جب مسجد نبوی میں داخل ہونے لگتے تو پہلے بایاں پیر داخل کرے اور یہ پڑھے جو داخلہ کے وقت پڑھنی چاہئے اور روضہ شریف کعبی اور باب جبرائیل سے داخل ہونا بہتر ہے پھر وہیں بیٹھ کر جو قبلہ شریف اور منبر شریف کے درمیان کی جگہ کا نام ہے اور جسے جنت کا ٹکڑا کہا گیا ہے تحیۃ المسجد پڑھے اس طرح کہ منبر شریف سے متصل رہے جس سعید ہیں وہ اور وہ ستون جس کے نیچے صندوق ہے سامنے رہے اس لئے کہ یہ آنحضرت ﷺ کا موقف ہے تحیۃ المسجد کے بعد جو چاہے شکر کرے کہ حق تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی اور جو دعائیں پڑھنی چاہئے خوب دل کھول کر کرے۔

روضۂ اطہر پر حاضری:

پھر روضۂ اطہر ﷺ کے پاس حاضر ہو کر سرہانے کی دیوار کے کونے میں جو ستون ہے اس سے تین ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرکے منہ کو میں طرف کر لے تاکہ چہرہ انور سے مواجہہ خوب اچھی طرح ہو جائے ادب اور خشوع کے ساتھ خبردار زیادہ قریب نہ ہو اور نہ دیوار کو ہاتھ لگائے کہ یہ ادب جمادات کی جگہ ہے اور پھر رحمت عالم ﷺ کو اپنی نماز میں پیٹھ نہ دیکر یہ تصور کرے کہ

السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا صفوۃ اللہ من خلق اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا سید ولد ادم السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا رسول اللہ انی اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد انک عبدہ ورسولہ واشھد انک قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ فجزاک اللہ عنا افضل ما جازی نبیا عن امتہ اللھم اعط لسیدنا محمد عبدک ورسولک محمد الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد وانزلہ المنزل المقرب عندک انک سمحک ذوالفضل العظیم۔

اے اللہ کے رسول آپ پر سلامتی ہو اے اللہ کی مخلوق کے بہترین فرد آپ پر سلامتی ہو اے منتخب مخلوق خدا میں سے برگزیدہ آپ پر سلامتی ہو اے اللہ کے محبوب آپ پر سلامتی ہو اے اولاد آدم کے سردار آپ پر سلامتی ہو اے نبی آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اے اللہ کے رسول میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کا کوئی شریک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے پیام خداوندی پہنچا دیا امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی فرمائی اور مصائب دور فرمائے پس اللہ آپ کو اس بہتر سے بہتر عطا فرمائے جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا ہوا ہے اے اللہ اپنے بندے اور اپنے رسول اور ہمارے سردار محمد ﷺ کو وسیلہ فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور مقام محمود میں ان کو اٹھا جس کا تو نے وعدہ کیا ہے بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا اور ان کو تا عرش مقرب منزل میں اپنے پاس بے شک آپ سب سے بڑے

فضل والا ہے۔

توسل رسول خدا ﷺ

پھر آنحضرت ﷺ کے وسیلہ سے حاجت اپنی شفاعت چاہے اور کہے اے اللہ کے رسول میں آپ سے سفارش کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں اس بات سے کہ میں آپ کی محبت اور آپ کی سنت پر مسلمان ہونے کی حالت میں جان دوں۔

اور جس التجا میں اور جتنا چاہے زیادہ کرسکتا ہے مگر وہ سب کلمات ادب اور عاجزی کے ہوں انہیں سلف فرماتے ہیں کہ اس موقعہ سے اخفاء بہتر ہے کم ہوں تحسین ہے اور بہت تیز آواز سے نہ بولے بلکہ آہستہ خشوع و ادب کے ساتھ عرض کرے۔ (زبدۃ المناسک ص ۱۳۳ تا ص ۱۳۷)

حضرت گنگوہی قدس سرہ کا مندرجہ بالا مضمون غور سے پڑھئے الفاظ سے عشق نبوی چھلک رہا ہے اور مدینہ منورہ کا احترام روضہ اقدس ﷺ حتی حاجیوں کی عظمت حق کہ مدینہ منورہ کے درخت اور غلاموں کا احترام الفاظ سے ٹپک رہا ہے پھر بھی اعتراض ہے کہ یہ بندگی مستلزم رسول ہیں۔ معاذ اللہ

پھر کہی تم نے یہ کہ کہ بندہ نہیں

حریم ناظرین زبدۃ المناسک مصنفہ مولانا الحاج شیخ محمد شاہ صاحب جو حضرت گنگوہی کی زبدۃ المناسک کی گویا شرح ہے ملاحظہ ہو اس میں مستند ہے۔

مسئلہ: حجرہ شریف کی طرف بہت نظر کرنا چاہیے قبر کی پشت سے کیونکہ حضرت ﷺ کے حجرہ مطہرہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے پس مسجد شریف میں ہو یا اور کہیں باہر جہاں سے حضرت کی پرنظر پڑے تو اس کی ہیبت و ادب اور دل سے حضور سے دیکھنا چاہیے پھر کھڑا ہو کر سلام عرض کرے (حیات الحیوان ج ۲ ص ۷۹۹ و زبدۃ المناسک ص ۱۳۷)

معلم الحجاج (از افادات حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب سابق مفتی اعظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) میں ہے۔

مسئلہ: جب قبہ خضراء پر نظر پڑے تو کمال تعظیم اور اس کے مجد و شرف کا استحضار کرے کیونکہ یہ بزرگ ترین مقام ہے۔ (معلم الحجاج ص ۳۴۵)

مسئلہ: روضہ شریفہ کی طرف دیکھنا ثواب ہے اور اگر مسجد کے باہر ہو تو قبہ کو دیکھنا بھی ثواب ہے۔ (معلم الحجاج ص ۳۵۰ و ص ۳۵۲)

مسئلہ: جب کبھی روضہ کے برابر سے گذرے حسب موقع تھوڑا بہت ٹھہر کر سلام پڑھے اگرچہ مسجد سے باہر ہی ہو۔ (معلم الحجاج ص ۳۵۱)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے لفظ کل حج میں اپنے فضل آداب زیارت کے عنوان سے تحریر فرمائی ہے اس میں زیارت کے آٹھ آداب تحریر فرمائے ہیں ان میں ادب نمبر ۱۳ میں ہے۔

ادب نمبر ۱۳:

جب قبہ خضراء پر نظر پڑے تو عظمت، ہیبت اور حضور ﷺ کی علو شان کا استحضار کرے اور یہ سوچے کہ اس

ہے ہم میں وہ صفات القدس ہے جو ساری کائنات سے افضل ہے انبیاء کی سردار ہے فرشتوں سے افضل ہے عرش کی تمام مخلوقات سے افضل ہے زمین و آسمان سے افضل ہے جس پر ملک سے حدا ہوتا ہے وہ کعبہ سے افضل ہے عرش سے افضل ہے کرسی سے افضل ہے تمام آسمان و زمین کی چیزوں سے افضل ہے (ادب)

(فضائل حج ص ۱۰۸ تا ص ۱۰۹)

ادب نمبر ۱۵:

میں نے مسجد شریف میں داخل ہوتے ہی حجرہ شریف کی طرف رخ کیا جب بام ہوا تو قبر شریف جہاں سے نظر آتا ہے وہاں پر اس کو بھی اس پر نظر رکھنا بھی افضل ہے اور اس کا بھی ادب ہے (شرح ادب المفرد ملک نوری) نہایت ادب و شوق کے ساتھ ادب و آداب کو ملحوظ رکھے۔

سکوت مشق و ترنج ہے حضور ادب پر
جری ادب رسا نکیں یہ ناے بے اثر نکلے

(فضائل حج ص ۱۰۰)

ادب نمبر ۱۶:

میں نے باحضرت شدید و قبر شریف کی طرف پشت نہ کرے نہ مدینہ میں نہ مکہ کے (شرح ادب) اگر نماز میں ایسی جگہ کھڑا ہونے کی سعی کرے کہ قبلہ میں جانب نہ ہو پشت اور بالخاصہ اس طرف پشت کرنے کی ولی ہے دوسری نہیں کہتی۔ (فضائل حج ص ۹۰)

ادب نمبر ۱۷:

میں نے اس کا التزام رکھا کہ جب قبر شریف کے مقابل سے گذرتا دور تو کھڑے ہو کر سلام کرتے آگے بڑھتا جس کو بعض نے لکھا ہے کہ جب مسجد سے باہر بھی قبر شریف کے مقابل سے گذرے تو کھڑے ہو کر سلام کرے آگے بڑھے حضرت ابو حازم سے روایت ہے ایک شخص ان کے پاس آیا اور یہ کہا کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں زیارت کی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو حازم تم کیا کرتے ہو کہ میرے پاس سے اکثر آمد و رفت کرتے ہو تم نے کہا کہ یا رسول اللہ کھڑے ہو کر سلام بھی نہیں کرتے اس نے بعد سے ابو حازم کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب ادھر سے گذرتے تو کھڑے ہو کر سلام پڑھ کے بڑھتے۔ (شرح ادب) (فضائل حج ص ۱۰۰)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے بیان فرمایا کہ امام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند کے سفر حج کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے اس واقعہ سے اندازہ ہوگا کہ حضرت قدس سرہ کا قلب عشق نبوی اور احترام مدینہ منورہ روضہ اطہر سے کس قدر لبریز تھا۔

"حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند جب حج کے لئے گئے ہیں تو مدینہ منورہ کے قریب ایک منزل آتی ہے جس کو بیر کہتے ہیں وہاں پر پہاڑی ہے اس پر جب اونٹ یا کاریں چڑھتی ہیں تو ایک دم سے

تو یف کے مزار سے نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ وہاں سے مدینہ منورہ تین چار منزل کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے۔ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو حضرت مولانا حافظ قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور سارے بزرگ جب مل چکے اور جس کی مزار سے نظر پڑی تو حضرت حافظ محمد صاحب سے جب ہوا کہ ایک عام اعلان ہے اور کچھ حاشیہ اشعار ہیں پڑھتے جاتے معلوم ہوتا کہ اپنے ہوش میں نہیں۔ حالانکہ وہاں کی خبریں اڑی ہیں۔ جب وہ پڑھتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پھریریاں پھہرا رہی ہوں۔ الی قولہ۔ چار پانچ میل اسی حسن کے ساتھ پاؤں چلے پھر بیہوش ہو گئے مگر انہیں کہ ہوش نہیں تھا۔

(خطبات حکیم الاسلام ص ۸۸ ج ۳ مئی ۸۹ء مطبوعہ لاہور)

حضرت اقدس مولانا نانوتوی قدس سرہ کا ایک مشہور قصیدہ بہاریہ ہے جو بہت ہوئیں سے مدینہ کی مناسبت سے اس میں سے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں جس سے معرفت قدس سرہ کی والہانہ محبت اور عشق جنوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

ذوق نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے
تو جس قدر ہے جلا میں ہوں اسی مقدر
یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اتنے گناہ کے انبوہ
گناہ کیا ہیں اگر کچھ گناہ کئے میں نے
تجھے شفیع تجھے کون کرے ہاں بدکار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
ہے کون اپنا تیرے سوا تم خود
تو بہترین خلائق میں بدترین جہاں
تو سرور دو جہاں میں کمینہ خدمت گار
بہت دنوں سے تمنا ہے کیجئے عرض حال
اگر ہو بندہ کسی سرح تیرے در تک رسد
مگر جہاں ہو فلک آستان سے بھی نیچ
وہاں ہو قاسم بے بال و پا کیونکر گذر
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی
کیا ہے سارے جہاں کے پھلوں کا تجھے ورد
رجا و خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ
کہ ہو مکان مدینہ میں میرا نام شہر

کیوں تو سلام ان کو کرے جن کے تیرے پھروں
صورت تو صاحبوں کی ہے پر بھید کچھ کو سومار
اس کے یہ جیبی مشت خاکے کو پھر مرے
کرے تصور سے روشن کے اس پہ نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاکے قاسم کا
کہ جس کے لوپے اطہر میں تیرے بن کے غبار
عرض نہیں کچھ اس سے بھی بڑھ کر سلیمان
خدا نے یہ تیری الفت سے میرا سید نثار
تمہارے عشق میں دورہ سے ہوں نحیف اتنا
کہ آنکھیں پلٹنا آپ سے ہاں دوران نہار
نبی سب درود اس پہ اور ان کی آل پہ تو
جو نوش دہ تجھ سے دور اس کی عشرت مآب
نبی سب پہ اور ان کی تمام آل پہ بھیج
وہ تعداد کہ نہ کر سکے نہ ان کو شمار

(تمام الاحباب بالصلوٰۃ علی الحبیب الاقرب، وافضل الصلوٰۃ)

فقط واللہ اعلم بالصواب وصلی اللہ علی النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ جمیعین وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا ۱۳ جمادی الاول ۱۳۱۰ھ۔

کوئی شخص حضور پرنور کو نور مسلم لکھے تو یہ کلمہ ہے؟

(سوال ۱۰۹) از مرسلہ محمد وحیرت حسین صاحب مدرس اجمیری بعد سلام مسنون۔

یہاں ایک اخبار کے ایڈیٹر نے حضور پرنور کے بیان کے متعلق لکھا ہے کہ آپ (معاذ اللہ) نور مسلم تھے۔ اس پر ہمیں یہ اخبار پہنچا ہے اس کا دفعیہ کیا مسلمان ہے جس شخص نے حضور پرنور کے متعلق یہ مضمون لکھا اور اس نے اسے چھاپا ان کے متعلق شرع کیا حکم ہے تحریر فرمائیں بینوا توجروا۔

الجواب: ھو الموفق للصواب آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ کہ آپ (معاذ اللہ) نور تھے ہندو آپ کی چالیس سال کی (معاذ اللہ) کافر اور مشرک عقائد و اعمال کے مطابق بھی چالیس سال اس میں تبدیلی نہ آئی یہ اسلام عقیدہ نہیں ہو سکتا بلکہ مسلمانوں اور دشمنان اسلام کا نظریہ ہے لہٰذا جس شخص نے یہ کوشش کرتے ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور مسلم تھے اور اخبار کے ذریعہ اپنے اس ناسد عقیدہ کی اشاعت کی ہے وہ اسلامی عقائد و تعلیمات کا مخالف اور خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا اور فسق و ضلالت (بقیہ)

نکاح اور دوسروں کو بھی کرنے کا (۱) کا مصداق ہے۔ اس پر توبہ واستغفار لازم ہے ورنہ ترک واجب کا تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا بھی حکم دیا جائے گا۔ وفی شرح التوھبانیۃ ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما یکون علی شرف الکفر یلزم بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح (درمختار) شامی میں ہے (قولہ والتوبۃ) ای تجدید الاسلام (قولہ وتجدید النکاح) ای احتیاطا (وقولہ احتیاطا) ای بامرہ المفتی بالتجدید لیکون وطؤہ حلالا باتفاق الخ (درمختار مع الشامی ج ۳ ص ۳۱۳ باب المرتد)

حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنا معمولی گناہ نہیں ہے ایسے فاسق العقیدہ اور گندہ ذہنیت والے شخص کو امام کا ایڈیٹر بنانا جائز نہیں ہے۔ ورنہ وہ اس قسم کے غلط مضامین شائع کرتے رہیں گے اور لوگ کفر تک پہنچ جائیں گے اور ان لوگوں نے اسے چھاپا ہے (ان کے علم میں یہ بات آئی تو وہ بھی ذمہ دار ہوں گے ان پر بھی توبہ لازم ہے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی نور کے ٹکڑے سے نور محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا۔ (نشر الطیب ص ۵ مصنفہ حضرت تھانوی)

نیز حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آقائے نامدار ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو نبوت سے کب سرفراز کیا گیا فرمایا اس وقت سے مجھے نبی بنادیا گیا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور بدن کے مابین تھے یعنی ابھی صرف حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا تھا روح نہیں ڈالی گئی تھی۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسد رواہ الترمذی (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۱ ابواب المناقب)

(مشکوۃ شریف ص ۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ)

(مظاہر حق ج ۴ ص ۵۰۷)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سب سے پہلے صفت نبوت سے سرفراز فرمادیے گئے تھے کو کہ نبوت کا ظہور آپ کی عمر مبارک چالیس سال ہونے پر ہوا (جس طرح سرکاری عہدہ دار کا انتخاب پہلے ہوجاتا ہے مگر باقاعدہ چارج بعد میں دیا جاتا ہے)

شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا اس وقت روح اور جسد کے درمیان تھے جب کہ مجھ سے میثاق (نبوت کا) لیا گیا (کما قال تعالیٰ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح الآیۃ) (نشر الطیب ص ۲۰ فصل نور محمد کے بیان میں)

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ آپ کے لئے نبوت کا ثبوت سب سے پہلے ہو چکا تھا اور اس کا ظہور آپ کی پیدائش کے بعد چالیس سال کی عمر میں ہوا۔

جب حضور پاک ﷺ کی عمر مبارک بارہ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب اور مشائخ قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کی طرف گئے راستہ میں ایک جگہ شہر بصریٰ کے قریب پڑاؤ ڈالا وہاں ایک راہب رہتا تھا (جو بحیرا راہب کے نام سے مشہور تھا نام

سے پہلے بھی بارہا کئی لوگوں کا وہاں گذر ہوتا تھا مگر وہ کبھی متعلقات نہ ہوتا تھا۔ اس مرتبہ قریش کا کاروان تجارت جب وہاں پہنچا تو راہب خلاف معمول اپنے صومعہ سے نکل کر ان کے پاس آیا اور مجسمانہ نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ کہا ھذا سید العلمین ھذا رسول رب العلمین یبعثہ اللہ رحمۃ للعلمین یعنی یہ سردار جہانوں کا نبی ہے، رسول پروردگار عالم کا، جس کو اللہ جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا۔ سردارانِ قریش نے اس راہب سے کہا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ راہب نے کہا جس وقت آپ لوگ گھاٹی سے نکلے تو کوئی شجر و حجر ایسا باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو اور شجر و حجر نبی کے سوا کسی کے سجدہ نہ کرتے ہیں اور علاوہ ازیں میں آپ کو مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو سیب کے مشابہ آپ کے شانہ کے نیچے واقع ہے۔ راہب یہ کہہ کر واپس ہوگیا اور دعوت آپ کی وجہ سے تمام قافلہ کے لئے کھانا تیار کرایا کھانے کے لئے سب حاضر ہوئے مگر آپ موجود نہ تھے۔ راہب نے دریافت کیا کہ آپ کہاں رہ گئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ اونٹ چرانے گئے ہوئے ہیں، آدمی بھیج کر آپ کو بلوایا جس وقت آپ تشریف لائے تو ابر آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب آپ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لوگ آپ سے پہلے درخت کے سایہ میں جگہ لے چکے ہیں، اب کوئی جگہ سایہ کی باقی نہ رہی آپ ایک جانب کو بیٹھ گئے: جیسے ہی درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا درخت کے سایہ کو دیکھو کہ کس طرح آپ کی طرف مائل ہے۔ راہب نے پھر قریش کے قافلہ کو قسم دے کر یہ دریافت کیا کہ تم میں ان کا ولی کون ہے؟ لوگوں نے ابو طالب کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے ابو طالب سے کہا کہ آپ ان کو ہرگز واپس نہ بھیجیں۔ ابو طالب نے آپ کو واپس کر دیا اور بلال کے ہمراہ شام واپس بھیج دیا۔ راہب نے زاد راہ کے لئے روٹی اور زیتون کا تیل ساتھ کر دیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۶ باب ما جاء فی بدء نبوۃ النبی ﷺ)

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲ باب فی المعجزات۔ الفصل الثانی)

اسی طرح جب آپ ﷺ نے ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ کا تجارتی سامان لے کر شام کا دوسرا سفر کیا اور بصریٰ پہنچے اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے ٹھہرے، وہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا آپ کو دیکھ کر وہ آپ کے پاس آیا اور علامات دیکھ کر کہا ھو ھو نبی وھو آخر الانبیاء یہ وہی نبی ہیں یہ آخری نبی ہیں۔

ان دو واقعات اور ان کے مانند دیگر واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت علامات نبوت سے متصف تھے انہیں علامتوں کو دیکھ کر ان دونوں راہبوں نے ان کے نبی ہونے کی تشخیص کر لی تھی۔ جب آپ ﷺ کا علامات نبوت سے متصف ہونا ثابت ہوا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ پہلے ہی سے صفت نبوت سے متصف تھے اور آپ کے لئے نبوت ثابت اور متحقق تھی (کیونکہ اس کا ظہور چالیس سال کی عمر میں ہوا)

حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد ﷺ کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت کر دیجئے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا عرض کیا کہ اے رب میں نے اس طرح پہچانا۔ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سو میں نے معلوم کر لیا

کہ آپ نے اپنے نام مبارک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے پیارا ہوگا جس تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم سچے ہو واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے پیارا ہوگا اور جب تم نے مجھ سے کن سے واسطے سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کردی اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو کبھی پیدا نہ کرتا (تفسیر الطیب ص ۱۰۱ فصل نمبر ۲)

اگر آپ ﷺ نومسلم تھے اور اس سے پہلے آپ (معاذ اللہ) ایمان کے ساتھ متصف نہ تھے تو خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس نام کے ساتھ عرش کے پایوں پر آپ کا نام مبارک کیوں تحریر فرمایا؟

خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اس وقت سے صفت نبوت کے ساتھ متصف تھے جب کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن مبارک میں جان بھی نہیں پڑی تھی، نبوت اور کفر آپس میں ضد ہیں یہ دونوں ایک ذات میں جمع نہیں ہوسکتیں، لہٰذا جو نبی ہوگا وہ کسی حال میں کفر کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا اور جو کافر ہوگا وہ کسی حال میں نبی نہیں ہوسکتا، جب یہ ثابت شدہ ہے کہ حضور ﷺ پہلے ہی سے صفت نبوت کے ساتھ متصف ہیں تو آپ نومسلم کس طرح ہوں گے؟ نیز حضور پاک ﷺ بالذات وصف نبوۃ کے ساتھ متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالعرض متصف ہیں، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت آپ ﷺ کی نبوت کا فیض ہے، لیکن حضور ﷺ کی نبوت کسی اور کے فیض سے نہیں ہے، جس طرح آپ ﷺ اس امت کے نبی ہیں اسی طرح آپ نبی الانبیاء بھی ہیں، قرآنی آیت ہے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین ۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا تو کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے غیر نبی اور غیر مسلم پر ایمان لانے اور ان کی اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا؟

بدیں عقل و دانش بباید گریست

(فتاویٰ افریقہ مع یاقوت)۔

فاسق کس کو کہتے ہیں اور شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟
گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی مختصر فہرست:

(سوال ۲۰) فاسق کی کیا تعریف ہے؟ اور شریعت میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کن گناہوں کے مرتکب کو فاسق کہیں گے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو ایسا شخص فاسق ہے، اور فاسق مردود الشہادت ہوتا ہے یعنی اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی، گناہ کبیرہ و صغیرہ کی فہرست کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ایک رسالہ ہے "گناہ بے لذت" ہے، اس میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں سے بعض گناہ کبیرہ یہ ہیں، نماز چھوڑنا، نماز کو اپنے وقت سے مقدم یا مؤخر کرنا، زکوٰۃ نہ دینا، چوری کرنا، لوگوں کو گانے سنانا لوگوں کے سامنے ستر کھولنا (جیسے آج کل دریا کنارے سوئمنگ پول اور فٹبال وغیرہ کھیلوں میں عموماً ہوتا ہے) داڑھی بالکل منڈانا یا چار انگلیوں سے نیچے داڑھی کا نعیت کرنا، چغل خوری کرنا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی قسم کھانا، کسی کا

کیا نسل انسانی کی ابتدا ارتقاء سے ہے؟ قرآن و حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

(سوال ۲) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق چند [illegible] ہے کہ آپ [illegible] اور [illegible] پیدا ہوئے [illegible] قرآن کی [illegible] کیا [illegible] کیا [illegible] ہے؟ بینوا توجروا

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً

[illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] علیہ السلام کی تخلیق کی [illegible] قرآن مجید میں [illegible] بیان فرمائی ہے [illegible] وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝

ترجمہ:

اور بلاشبہ تحقیق ہے کہ ہم نے انسان کو [illegible] سے بنایا جو [illegible] ہے۔ قرآن مجید [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا

من طین ○

ترجمہ:

اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ نے مورد کار سے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں (اپنی طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا سو (جب اللہ نے اس کو بنایا) تو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدم کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آگیا اور کافروں میں سے ہو گیا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں بنایا ان کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون سی چیز مانع ہوئی کیا تو غرور میں آگیا (یا واقعی میں بلند) ہے کہ تو (واقعی میں بلند ہے) ان والوں میں ہے کہنے لگا کہ (شق ثانی واقع ہے بات) میں آدم سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

اس کے بعد اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا اور بعد میں حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور انہی دونوں سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش کے متعلق قرآن مجید میں ہے وخلق منها زوجها (اور اس جان سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا) اور اس کے بعد ارشاد فرمایا وبث منهما رجالا كثيرا ونساء (اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں) (قرآن مجید پ ۴ ع ۱ سورہ نساء)

بخاری شریف میں ہے انہ سیولد لہا نساء یعیرن اہل الطعوۃ خلقت من ضلع لیج عوجا ان کے ہاں عورتیں ہوں گی جو عورتوں کے ماتھ عیب لگائیں گی اور ٹیڑھی ہونے کی وجہ سے ان کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔

(بخاری شریف ص ۴۷۹ ج ۱ کتاب الانبیاء باب خلق آدم وذریتہ)

مزید تفصیل کے لئے قصص القرآن جلد اول ص ۵۲ ملاحظہ فرمائیں۔ بہرحال مذکورہ آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے مٹی سے پیدا فرمایا اور اصل انسانی کی

رکھنا حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے نسل کی ابتداء ہوئی ہے قرآن وحدیث سے قطعاً خلاف ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا فرمایا قرآن مجید میں ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم O یعنی ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے (قرآن مجید پارہ نمبر ۳۰ سورہ والتین) اس پر تفصیل یا مزید تشریح کی ضرورت ہے۔

مذکورہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے یہ ملحدانہ عقیدہ ہے یہ اور ان کی تحریر کی بنیاد اسلام سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں اس نے اگر کوئی (معاذ اللہ) اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہو تو اسے فوراً اپنے عقیدہ سے توبہ کرنا چاہیے اور تجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا چاہیے۔ شامی میں ہے۔ نعم سئل الشارح ان مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح

(شامی ص ۹۹ ج ۳ باب المرتد) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

(سوال ۲۲) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ نظریہ کہ وہ وفات پاچکے ہیں اس بارے میں اہل سنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں تاکہ تسلی ہو۔ (از سرگانہ پور)

(الجواب) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا ہے اور آپ زندہ ہیں، اپنی امت کے قریب دنیا میں تشریف لائیں گے دجال کو قتل کریں گے اور اس کے بعد آپ کی وفات ہوگی یہ عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے لہٰذا جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے کہ آپ کی وفات ہوگئی ہے قرآن وحدیث اور اجماع کا منکر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے یہ اسلامی عقیدہ ہے۔ حتمائی چیز ہیں ہے قرآن مجید میں ہے۔

وقولہم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا O بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا حکیما O

اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کیا ہے (ہم نے) قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو مشتبہ ہوگئی اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں ان کو اس کی کوئی دلیل نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان کو یقینی طور پر نہیں قتل کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑے حکمت والے ہیں

اس آیت سے بالکل صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے ان کو (معاذ اللہ) قتل کر دیا قتل کا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا ہے اور آپ زندہ ہیں۔

روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے وھو حیی فی السماء الثانیۃ علی ما صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث المعراج وھو ھناک مقیم حتی ینزل الی الارض یقتل الدجال ویملؤھا عدلا کما ملئت جورا الخ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر زندہ ہیں جیسا کہ یہ بات حدیث معراج میں صحیح طور پر مروی ہے اور آپ آسمان پر مقیم ہیں یہاں تک کہ آپ دنیا میں تشریف لائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ آپ کے قبل دنیا ظلم سے بھری ہوئی تھی۔ (روح المعانی ص ۱۴۰ ج ۶)

حدیث میں ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لینزلن ابن مریم حکما عادلا فلیکسرن الصلیب الخ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم حضرت ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) ضرور بضرور قیامت کے قریب دنیا میں) نازل ہوں گے (اور آپ) حاکم عادل ہوں گے پس آپ صلیب کو توڑ دیں گے الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۰ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

مخابرۃ میں ہے۔

فائدہ:

یہ تین ثابت ہوئے صحیح حدیثوں سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتریں گے آسمان سے زمین پر اور دین محمد ﷺ کے تابع ہوں گے اور حکم کریں گے آنحضرت ﷺ کی شریعت پر الخ (مظاہر حق جدید میں ۴۰۰ ج ۴ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

تفسیر لاہور حضرت الاستاذ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بیان القرآن میں اس پر بحث کرتے ہوئے جو فاضلانہ مطالعہ پیش کیا ہے اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

تشریح ضروری:

تقریر تفسیر سے بعض ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی جو آج کل دعویٰ باطل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور آپ سدھار چکے اور قیامت کے قریب تشریف نہ لاویں گے اور اس پر دو احادیث سے بھی حیات و نزول کی تشریف آوری کے متعلق کی ہیں ان میں تحریف کی ہے کہ مراد اس سے مثیل عیسیٰ ہے اور غیر اس شخص کا مصداق اپنے کو قرار دیتے ہیں (الی قولہ) اور دوسری دلائل سے رفع و حیات ثابت ہے پس اس کا قائل ہونا واجب ہے رفع تو آیت رفعہ اللہ سے اور اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے نفس سے رفع مع الجسد ہیں اور باعتبار معنی حقیقی کے بارہا ذی یا ممتنع ہے (الی قولہ) اور حیات احادیث و اجماع سے ثابت ہے چنانچہ ہمیں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے ان عیسیٰ لما یمت وانہ رافعک الیکم قبل یوم القیمۃ اور دہ السیوطی فی الدر المنثور واخرج ابن کثیر من آل عمران وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبداللہ بن جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن فذکر اثرا عنہ ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ رافعہ الیکم قبل یوم القیمۃ (الی قولہ) اور اجماع نہایت

ظاہر ہے کہ کسی مستند عالم نے سلفاً خلفاً اس کے خلاف نقل نہیں کیا۔

(بیان القرآن ص ۱۲۵ ج ۲ جلد دوم پارہ نمبر ۳ رکوع ۱۳ سورہ آل عمران)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنی مشہور تفسیر "معارف القرآن" میں تحریر فرماتے ہیں۔

مسئلہ حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام

دنیا میں صرف یہود ہیں کا یہ کہنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب ہو کر فوت ہو گئے اور پھر زندہ نہیں ہوئے اور ان کے اس خیال کی حقیقت قرآن کریم نے سورۂ نساء کی آیت میں واضح کر دی۔ اس آیت میں بھی وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ میں اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کے خبیث اور تدبیر کو خود انہی کی طرف لوٹا دیا کہ جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کے لئے مکان کے اندر گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک شخص کی شکل وصورت تبدیل کر کے بالکل عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں ڈھال دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا نہ سولی پر چڑھایا لیکن تدبیر حق سے ان کو شبہ میں ڈال دیا کہ اپنے ہی آدمی کو قتل کر کے خوش ہو لئے) اس کی مزید تفصیل سورۂ نساء میں آئے گی نصاریٰ کا کہنا یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب تو ہو گئے مگر پھر دوبارہ زندہ کر کے آسمان پر اٹھائے گئے، مذکورہ آیت نے ان کے اس غلط خیال کی بھی تردید کر دی اور بتلا دیا کہ جسے یہودی اپنے ہی آدمی کو قتل کر کے خوشیاں منا رہے تھے اس سے یہ اعلان کیا کہ عیسائیوں کو بھی لگ گیا کہ قتل ہونے والے عیسیٰ علیہ السلام ہیں اس لئے شبہ لحم کے مصداق یہود کی طرح نصاریٰ بھی ہو گئے۔

ان دونوں گروہوں کے بالمقابل اسلام کا وہ عقیدہ ہے جو اس آیت اور دوسری کئی آیتوں میں وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لئے آسمان پر زندہ اٹھا لیا نہ ان کو قتل کیا جا سکا نہ سولی پر چڑھایا جا سکا زندہ آسمان پر موجود ہیں اور قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہو کر یہودیوں پر فتح پائیں گے اور آخر میں طبعی موت سے وفات پائیں گے۔

اسی عقیدہ پر تمام امت اسلامیہ کا اجماع واتفاق ہے۔ حافظ ابن حجر نے الاتقان الجبیر ص ۳۱۹ میں یہ اجماع نقل کیا ہے، قرآن مجید کی متعدد آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے یہ عقیدہ ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے، یہاں اس کی پوری تفصیل کا موقع بھی نہیں اور ضرورت بھی نہیں کیونکہ علمائے امت نے اس مسئلہ کو مستقل کتابوں اور رسالوں میں پورا پورا واضح فرما دیا ہے اور منکرین کے جوابات تفصیل سے دیئے ہیں ان کا مطالعہ کافی ہے۔ مثلاً حضرت حجۃ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کی تصنیف بزبان عربی عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مدنی کی تصنیف بزبان اردو "حیات عیسیٰ علیہ السلام" مولانا سید محمد ادریس صاحب کی تصنیف "حیات مسیح علیہ السلام" اور بھی بیسیوں چھوٹے بڑے رسائل اس مسئلہ پر مطبوع ومشتہر ہو چکے ہیں، احقر نے بامر استاذ المحترم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری سے ۱۰۰۰ سے زائد احادیث کو جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ اٹھایا جانا اور پھر قرب قیامت میں نازل ہونا متواتر ثابت ہوتا ہے ایک مستقل کتاب

النصوص سماعا تواتر فی نزول المسیح میں نقل کر دیا ہے جس کو حواشی و شرح کے ساتھ حلب (شام) کے ایک بزرگ علامہ عبدالفتاح نے بیروت میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔

اور حافظ ابن کثیر نے سورۃ الزخرف کی آیت وانہ لعلم للساعۃ کی تفسیر میں لکھا ہے وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اخبر بنزول عیسی علیہ السلام قبل یوم القیمۃ اماما عدلا الخ یعنی رسول اللہ ﷺ کی احادیث اس معاملہ میں متواتر ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبل قیامت نازل ہونے کی خبر دی ہے الخ۔

(معارف القرآن ج ۲ ص ۷۹۸ و ۷۹۹ پارہ نمبر ۳ رکوع نمبر ۱۴ سورہ آل عمران)

ایک شبہ کا جواب:

کوئی یہ شبہ کرے کہ قرآن کی اس آیت مبارکہ یعیسی انی متوفیک ورافعک الی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے آپ کی وفات ہوئی پھر آپ آسمان پر اٹھائے گئے تو اس شبہ کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس آیت میں جو وعدے مذکور ہیں وہ اس وقت کئے گئے تھے جب کہ قوم یہود نے آپ کو شہید کرنے کی خفیہ سازش بنائی تھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو اس ناپاک سازش سے باخبر کر دیا اور وعدہ فرمایا کہ آپ اطمینان رکھیں کہ یہ لوگ آپ کے قتل سے درپے ہیں مگر یہ اپنے ناپاک منصوبہ میں کامیاب نہ ہوں گے بعد قیامت کے قریب وقت میں خود آپ اپنی طبعی موت سے ہی وفات پائیں گے اور اس مال کے شرمندہ ہونے کے لئے آپ کو آسمان پر اٹھا لیا جانے کا جو مذکورہ آیت انی متوفیک ورافعک الی میں جو دو وعدے مذکور ہیں وہ پورے ہوں گے البتہ رافعک الی والا وعدہ اس وقت پورا کیا گیا، اور دوسرا وعدہ اس وقت پورا ہوگا جب قیامت کے قریب آپ دنیا میں تشریف لائیں گے آیت کے الفاظ میں تقدیم تاخیر ہے اور واؤ چونکہ ترتیب کے لئے وضع نہیں ہوئے لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ پہلے متوفیک کا وقوع ہو پھر رافعک الی کا درمیان تقدیم و تاخیر میں بھی مصلحت ہے جسے مفسرین نے بیان کیا ہے، کما سیاتی ان شاء اللہ۔

تفسیر روح المعانی میں ہے (یعیسی انی متوفیک ورافعک الی) اخرج ابن ابی حاتم عن قتادۃ قال ھذا من المقدم والمؤخر ای رافعک الی ومتوفیک وھذا حمد ما یلاقی اقتضاھما مخالفۃ ظاھر الآیۃ للمشھور المصرح بہ فی الآیۃ الاخری وفی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عیسی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ وثانیھا ان المراد انی مستوفی اجلک ومیتک حتف انفک لا اسلط علیک من یقتلک فالکلام کنایۃ عن عصمتہ من الاعداء وما ھم بصددہ من الفتک بہ علیہ السلام لانہ یلزم من استیفاء اللہ تعالیٰ اجلہ وموتہ حتف انفہ ذلک الخ (روح المعانی ج ۳ ص ۱۷۹ سورۃ آل عمران پارہ نمبر ۳) روح المعانی میں درج جوابات مذکورہ میں تفصیل درکار ہو تو روح المعانی کا مطالعہ کیا جائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی معارف القرآن میں اس پر کلام فرمایا ہے چنانچہ ایک

سلام پر تحریر فرماتے ہیں۔

اس کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس وقت آپ کہ یہود نے آپ کے قتل کے درپے تھے آپ کی مکمل حفاظت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اے محمد! میں تم کو وفات دوں گا یعنی تمہارے دشمنوں کی صورت میں تمہیں طبعی موت کی صورت میں وفات دوں گا یعنی اس وقت ان لوگوں کے قتل سے بچاؤں گا جو تمہیں قتل کرنے کی تم بے صورت کریں گے اور آپ کو اپنی طرف اٹھالیں گے اپنی تائید حفاظت ان لوگوں سے جن کے ہاتھوں سے تمہیں رستگاری ہے تشبیہ دے کر مشورہ میں حفاظت ان بیان کی یہ روایت اس طرح منقول ہے اخرج ابن اسحق بن منذر و ابن عساکر عن طریق جویبر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ انی متوفیک و رافعک الی یعنی رافعک ۔ ثم متوفیک فی آخر الزمان (درمنثور ج ۲ ص ۲۴۲) یعنی ابن اسحاق اور ابن منذر نے بروایت جویبر عن الضحاک عن ابن عباس آیت انی متوفیک و رافعک الی کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ میں آپ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا پھر آخر زمانہ میں آپ کو طبعی موت دوں گا۔

اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ توفی کے معنی موت ہی کے ہیں مگر الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہے رافعک کا پہلے اور متوفیک کا وقوع بعد میں ہوا۔ اور اس موقع پر متوفیک کو مقدم ذکر کرنے کی حکمت و مصلحت اس پورے معاملہ کی طرف اشارہ کرنا ہے جو آگے آرہا ہے یعنی اپنی طرف بالا لینا جینے کے لئے نہیں ہے بلکہ چند روز بعد پھر آپ دنیا میں آئیں گے اور دشمنوں پر فتح پائیں گے اور اس فتح کے بعد آپ کی موت واقع ہوگی اس طرح دو بار آسمان سے زمین پر آنے اور دو بار فتح پانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ بھی نہیں رہتا اس میں عیسائیوں کے صلیبی ہونے کا باطل بھی تھا اور ان کے زندہ آسمان پر جانے کے واقعہ سے اس عقیدہ کو بھی اور پختہ ہوتا تھا کہ وہ کسی خدائی قوم کے ہاتھ سے بچنے کے لئے پہلے متوفیک کا لفظ مرشد فرما کر ان تمام باتوں کا بطلان کر دیا جو ان کی طرف منسوب کرنے کا ذکر فرمایا (معارف القرآن ص ۳۴۲ ج ۲ ملخصاً و اللہ اعلم بالصواب۔

قادیانی کسی غیر مسلم کی سند سے مسلمان نہیں ہو سکتے

(۱) استفتاء (نمبر ۲۲۳) از مولانا حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب دامت برکاتہم (بلسلہ مرتد عبدالحکیم مرزائی) دریافت طلب امور یہ ہیں۔

(۱) قادیانی از روئے آئین جمہوری ملک ہمارے ہندوستان کی عدالت میں اسلامی قانون کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ ایسی عدالت غیر اسلامی عدالت میں ایک مرزائی آدمی نے یہ دعویٰ دائر کیا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور دوسرے مسلمان ان کو کافر و مرتد کہتے ہیں اور اپنی مساجد میں عبادت نہیں کرنے دیتے لہٰذا ان نے عدالت سے استدعا کی ہے کہ

(۱) یہ غیر مسلم جج اس مرزائی آدمی کو مسلمان ہونے کا فیصلہ دے۔

(۲) یہ غیر مسلم جج اس مرزائی آدمی کو اسلامی حقوق دلوائے تاکہ وہ مسلمانوں کی مسجد میں عبادت کرے اور مسلمانوں کے قبرستان میں مدفون ہو سکے۔

عدالت نے مسلمانوں کو طلب کیا کہ عدالت میں حاضر ہو کر اپنے دلائل پیش کریں کہ یہ مرزائی آدمی کو

کیوں مسلمان قرار نہیں دیتے۔ اور مرزائی احمدی بھی آ کر اپنے دلائل پیش کرے کہ وہ کس بنا پر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

یہ غیر مسلم یہودی یا عیسائی جج دلائل سننے کے بعد فیصلہ کرے گا کہ وہ مرزائی احمدی مسلمان ہے یا نہیں؟ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ

نمبر ۱۔ غلام احمد اور اس کے متبعین داخل اسلام ہیں یا نہیں؟

نمبر ۲۔ اسلامی حقوق ان کو حاصل ہیں یا نہیں؟

نمبر ۳۔ کیا غیر مسلم جج اس بات کی اہلیت رکھتا ہے کہ وہ مرزائیوں کے مسلمان ہونے کا فیصلہ دے؟

نمبر ۴۔ مسلمانوں کی جماعت کے لئے شرعاً کیا یہ جائز ہے کہ وہ ایسے مقدمہ میں حاضر ہو کر ایک غیر مسلم عیسائی یا یہودی جج کو یہ موقع دے کہ وہ مسلمانوں کے خاص دینی و اعتقادی معاملہ میں فیصلہ کرے۔ براہ کرم مدلل جواب تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً باللہ التوفیق: مرزا غلام احمد کے ساتھ اہل سنت والجماعت کا اختلاف وصولی اختلاف ہے، فروع اور اجتہادی اختلاف نہیں ہے کہ اسے نظر انداز کیا جا سکے، پوری امت اسلامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں، نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو گیا ہے، آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور یہ عقیدہ قرآن، حدیث سے ایسے محکم اور قطعی طریقہ پر ثابت ہے کہ اس میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں آپ کو خاتم النبیین بتایا گیا ہے اور خود آپ ﷺ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ سلسلۂ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے میں خاتم النبیین ہوں اور اب میرے بعد کوئی نبی اللہ کی طرف سے نہیں آئے گا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے لیکر آج تک پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس طرح توحید و رسالت قیامت و آخرت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا منکر و جھٹلانے والا نماز روزہ کو قائل اور حج کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا بھی کسی حال میں مسلمان نہیں ہو سکتا، ایسا شخص کذاب ہے ملعون ہے، دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہے اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اس کو دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جائے گا

امت کی پوری تاریخ میں ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے مثلاً سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق اور تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے ماننے والوں کے متعلق یہی فیصلہ صادر فرمایا تھا، حالانکہ یہ بات محقق ہے کہ وہ لوگ توحید و رسالت کے قائل تھے ان کے یہاں اذان بھی ہوتی تھی اور اذان میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اور اشہد ان محمداً رسول اللہ بھی کہا جاتا تھا، مگر نبوت سے متعلق یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔

لیکن غلام احمد نے اس بنیادی اور اجماعی عقیدہ سے بغاوت کی ہے اور اپنے لئے ایسے الفاظ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کہ اس میں کسی طرح کی کوئی تاویل اور توجیہ کی گنجائش نہیں ہے، اور اس کے معتقدین اس کو دیگر

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مثیل کہتے ہیں۔ اور اس بنا پر انہوں نے اپنے پر ان کو بے حد اصرار بھی کیا ہے۔ مرزا خدا بخش صاحب نے جو مرزا عظیم الدین شہود نے حقیقۃ الصلوٰۃ ایک کتاب شائع کی تھی جس کا موضوع ہی مرزا غلام احمد کی نبوت ثابت کرنا تھا اور اس کتاب میں مرزا صاحب نے نبوت کے دلائل خود مرزا غلام احمد کی کتابوں سے پیش کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مرزا غلام احمد نے اپنے لئے مسیحیت اور مہدویت کا اتنی کثرت سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا انکار یا اس کی تاویل ناممکن ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو اولاد سماع معصوم ہیں ان کی بہت سخت توہین کی ہے۔ بہت سے مقامات پر خود انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ نیز معجزات کا اسی کیا ہے۔ قرآن میں تحریف کی ہے۔ احادیث کی ہے جو متواتر ہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

دعوئ نبوت و اقوال کفریہ قادیانی کی تحریر کے آئینہ میں

(۱) خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا اس کتاب کو ہدایت اور دین حق اور تبلیغ اخلاق کے ساتھ (اربعین نمبر ۳ ص ۳۴)

(۲) میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقۃ الوحی ص ۲۶۵)

(۳) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں جن میں بصورت دعا کسی قدر اس کتاب میں لکھے گئے ہیں (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

(۴) یہ خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء ص ۱۱)

(۵) میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ (مرزا صاحب کا آخری خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ص ۱۹۰۸)

(۶) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ (بدر ۵ جون ۱۹۰۸ء)

(۷) پس اس میں کیا شک ہے کہ میری عیسیٰ کو یوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور سخت آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لئے ایک نشانی ہے جو وقت کے رسول کی خواہ کسی حصہ زمین میں تکذیب ہو کر اس کی تکذیب کے واسطے دوسرے ہمرنگ بھی پکڑے جاتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۱)

(۸) سخت عذاب بغیر اتمام حجت کے آنا نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا پھر یہ بات ہے کہ ایک طرف تو ظالم قوم ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف رحمت ناک زلزلے نہیں بھیجتے۔

اے غافلو حواس کرو اتمام حجت میں کوئی خدا کی طرف سے بھی خالی ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو (تجلیات الٰہیہ ص ۸۔۹)

(۹) خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے (دافع البلاء ص ۸)

(۱۰) تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ حالت زمانہ میں

ہے گو مضطر ہوں۔ ہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا یا نہیں کہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ (ضمیمہ ۱۰)

(۱۱) الہامات میں میری نسبت بار بار کہا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا دشمن اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ (انجام آتھم ص ۹۷)

(۱۲) اذا عزمت فتوکل علی اللہ وما امرھم و قالوا کلمات اشرو انکبت ص ۳ ص ۳۳۳)

(۱۳) لعلک نسی وما انی وقالو انی ارسلک الی قوم مفسدین وانی جاعلک للناس اماما وانی مستخلفک وکرما کما جرت سنتی فی الاولین (انجام آتھم ص ۷۰)

(۱۴) ۱۸۸۳ء میں جب کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں اپنی بعثت پر ایک زبردست خدا کے اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی نبوتی اس کے متواتر نشانوں سے تم پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میری پر نازل ہوئی ہے وہی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا جو بے لے رہیں نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی اسی طرح آسمان میں بنا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں مگر چشمہ معرفت کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا (آئینہ کمالات اسلام بقیہ حاشیہ ص ۲۹۲)

(۱۵) آپ (یعنی مرزا صاحب) نبی ہیں اور خدا نے اور اس کے رسول نے ان کی الفاظ میں آپ کو نبی کہا ہے جس میں قرآن کریم اور احادیث میں پیچھے نہیں کوئی کہا آپ ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۷۰)

(۱۶) نبی اس کو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود قرآن کریم نے ۳۰ جگہ ان کو نبی کہا ہے اور احادیث میں بھی نبی ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۶)

(۱۷) پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اسی معنی کو ملحوظ رکھ کر حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۷)

(۱۸) بلحاظ نبوت ہم بھی مرزا صاحب کو پہلے نبیوں کی مطابق نبی مانتے ہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۲۹۲)

مسیح ہونے کا دعویٰ

حضرت عیسیٰ کے متعلق ہمارا (یعنی اہل سنت والجماعت کا) عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا ہے اور قیامت کے قریب تشریف لائیں گے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میرا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا مگر بعد میں ان کا یہ خیال ہو گیا کہ اللہ نے اس کو بذریعہ وحی یہ بتلایا کہ یہ سراسر غلط خیال ہے کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں اور کسی وقت دنیا میں دوبارہ آئیں گے بلکہ وہ مسیح اور عیسیٰ جو آنے والا تھا وہ تو ہی ہے تیرا ہی ہم میں مریم سے پیدا کیا ہے اس سلسلہ میں خود مرزا صاحب کا بیان ملاحظہ ہو۔

"اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا اس زمانہ اور اس امت کے لئے تو ہی عیسیٰ ابن مریم ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۵)

حضرت عیسیٰ پر فضیلت کا دعویٰ

پہلے تو مرزا قادیانی مسیح موعود اور عیسیٰ ابن مریم ہی بنے تھے لیکن پھر وہ اور آگے بڑھے اور انہوں نے حضرت

تھی علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا اعلان شائع کردیا۔ ان کے لڑکے مرزا بشیر احمد نے مرزا جی کا یہ قول نقل کیا ہے "میں مسیح علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا اعلان کرتا ہوں۔ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے نبیوں میں سے ایک نبی کو ظلی طور پر مجھے خدا نے اس سے بڑا مرتبہ عطا کیا ہے۔" (حقیقت نبوت ص ۱۲۹ کا حاشیہ) مجموعہ اشتہارات قسم میں ایک سے زیادہ جگہ مسیح سے بڑھا کر ہے (واضح البیان ص ۱۳)

مولانا صاحب کا درج ذیل شعر بہت مشہور ہے اور خود مرزا صاحب کو یہ شعر بہت پسند تھا اس لئے انہوں نے بار بار اپنی تصنیفات میں اس کو نقل کیا ہے۔ شعر یہ ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(معاذ اللہ) (واضح البیان ص ۳)

مرزا جی کا دوسرا شعر ہے

مریم عیسیٰ نے بی تھی کہ عیسیٰ کو شفا
میری مریم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار

(درثمین)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

یا آپ کو (یعنی حضرت عیسیٰ کو) گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی اور اپنی اس بات میں اس حد تک بڑھ جاتا تھا کہ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵)

یہ بھی یاد رہے کہ کسی قدر زجوت کو لعنتی کہنے کی عادت تھی (استغفر اللہ) (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ نمبر ۵)

حیا کش نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم)

"مسیح کی دست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے دست بازوں سے بڑھ کر کرامت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ ہی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور بھی نہیں لکھا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی سیاہی کے بال سے اس کے پیر پونچھ لئے تھے یا ہاتھوں اور ان کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے آسمان پر یحییٰ کا نام صحور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہیں رکھا کیونکہ ایسے ناپاک نام کے لائق نہیں تھے۔" (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۵۸)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی نسبت مرزا جی کے خیالات

کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ خفی طور پر دکھایا ہو اور ایسا معجزہ دکھانا نفس سے بعید بھی نہیں کیونکہ بھائی کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی باریکیاں دکھا دیتے ہیں کہ وہ دقتی بھی ہیں اور علمی بھی ہیں اور رسمی بھی جانتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ کل کے ذریعہ سے بعض پرندوں کو اڑتے بھی بنا لیتے ہیں۔ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۳۰۳)

پھر جب کہ اس جگہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو کامل طور سے ایسے طریق پر اظہار فنا دیا ہو جو ایسے میں وہ خصوصاً اس کل کے روبانے یا کسی پھوپھا نے مارنے سے کسی طور پر اپنا پروگرام ہو جیسا کہ وہ اور انبیاء یا امر پر اس لیے تو ہوں سے پہلے تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک لیا ہوا کام کرتے رہے اور ظاہر ہے کہ جس کا کام حقیقت ایسا ہو کہ جس میں کلی نے اپنا کام کرنے اور طرح طرح کی مصیبتوں کے اٹھانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ (توضیح المرام ص ۹)

نوٹ:

اس حوالہ میں خط شدہ عبارت پر غور کیجئے۔ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ پر کیسی قدر ناروا بہتان لگایا ہے۔ قرآن مجید کی بیان کی ہوئی اس حقیقت پر تمام مسلمانوں کا یہ کامل شک و شبہ کے ایمان رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دیا کسی شخص کی معاونت کے امر "کن" سے پیدا فرمایا تھا۔ حضرت مریم صدیقہ اور پاک دامن تھیں۔ آپ کا کسی شخص سے تعلق قائم نہیں ہوا تھا۔ قرآن کی اس صریح وضاحت کے باوجود مرزا غلام احمد نے کس قدر غلط بات لکھی ہے۔ یہ قرآن کے بالکل خلاف ہے اور قرآن کا انکار ہے۔ اس کے باوجود اس کو مسلمان سمجھنا اور اس کے متبعین کا اپنے کو مسلمان کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔

"اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جو کچھ ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ خدا نے کئی دین و خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی ثابت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح امر پر کی کا خطاب مجھے دیا گیا۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹)

"اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں نیز وہ ایک خاص توسط کے آئے تھے اور آنا دوسری جگہ ہوت اپنی اس نعمت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ وھذا تحدیث نعمۃ اللہ ولا فخر (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۱)

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کا دعویٰ

میں اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید دعا کرنے سے بھی قید سے بچا لیا گیا مگر یوسف ابن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۷۶)

میں سب کچھ ہوں

مرزا صاحب کا دعویٰ ہے تھا کہ میں تمام نبیوں کی روح اور ان کا خلاصہ ہوں۔ میری امت میں تمام نبیوں کی امت ہے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں چنانچہ اس نے لکھا ہے۔

"میں خدا کے دفتر میں اسم عیسیٰ ابن مریم کے نام سے موسوم نہیں ہوا اور بھی میرے نام ہیں۔ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسمٰعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں

[illegible] ضرور ہے کہ ہر نبی کی تائید میں پائی جائے۔"
(تحفہ غزنویہ، روحانی ص ۸۵)

معجزات کی کثرت

جب مرزا قادیانی نے چودھویں صدی ہجری کا مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تو معجزات کا دعویٰ بھی لازم تھا۔ چنانچہ انہوں نے معجزات کا دعویٰ بھی معمولی انداز سے نہیں کیا بلکہ اس کے تمام پہلوؤں کو معجزات کے خانہ میں بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

"اللہ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت بھی ان سے ثابت ہو سکتی ہے۔" (پرچہ نمبر ۱ حقیقت ص ۲۱۱)

ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ اس قدر معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا دعویٰ یہ ہے کہ اس نے میرے دعویٰ کی ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دروازہ کھول دیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر نہیں پائی جاتی ہے۔ (خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے اب چاہے کوئی قبول کرے یا رد کرے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۶)

"اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳)

"ان چند سطروں میں جو میں نے لکھی ہیں وہ دس قدر نشانوں پر مشتمل ہے جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور ان کے نشان بھی اپنے لکھے ہیں جو دن روز پر ظاہر ہو رہے ہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶)

"اگر بہت ہی سخت گنتی کی جائے تو بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے ہیں تین لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۶)

احادیث کے متعلق مرزا جی کا خیال

"ہم ان کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث دنیا میں ہیں۔ قرآن اور ۵۰ لاکھ سے زیادہ حدیث پر ہمارے دعویٰ کی تائید ہے۔ ہم حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری نبی کے مخالف نہیں اور ۱۰ لاکھ حدیثوں کو ہم اپنی طرف پھینک دیتے ہیں۔"
(ازالہ اوہام ص ۳۱۰ ص ۳۱۱)

فخر الحسنین نبوت مآب مرزا صاحب کا مندرجہ ذیل فقرہ بڑا فخریہ فرماتے ہیں۔

فرقہ قادیانیہ و مرزائیہ

اس زمانے کے گمراہ ترین فرقوں میں سے ایک فرقہ قادیانی و مرزائیہ ہے جو مرزا غلام احمد کن قصبہ قادیان ضلع

[illegible] ہوں اور کامیاب ہے اس کا بھائی یہ تھا کہ میں کتنے مامور و مہدی منتظروں اور نبیوں اور رسولوں اور آسمانی نبیوں کا مثیل ہوں اور ان سب سے افضل و اعلیٰ ہوں۔

[illegible]

اور نہایت احتمال دور بے حیائی سے یہ لکھتا تھا کہ میں وہی رسول موعود اور مہدی معہود ہوں جس کی قرآن پاک میں یہ الفاظ بشارت موجود ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفیٰ باللہ شھیدا محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا و غیرھا من الآیات جو میرے حق میں نازل ہوئی بلکہ قرآن کے ایک ایک حرف کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ان عربی آیات جو میرے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازل ہوئیں ان کے متعلق جرأت ہے کہ یہ آیتیں میرے بارے میں نازل ہوئیں کوئی دیانتدار ہوگا جو اس بات کو مانے گا کہ قرآن کی آیتیں مرزا قادیان کے بارے میں نازل ہوئیں۔

[illegible]

اور کہا کہ میں کلمۃ اللہ ہوں اور روح اللہ ہوں اور مثیل عیسیٰ ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا قول ہے۔

[illegible]

اور جب مرزا نے یہ دعویٰ کیا کہ میں مثیل مسیح ہوں تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ ان مرد کے پیغمبر کے معجزات دکھلائے جیسے کہ قرآن مجید میں مذکور ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کرتے تھے تو جواب میں یہ بنا کر دکھائی کہ یہ تمام کام مسیح مریم تھا میں اپنی باتوں کو وہ جانتا ہوں۔ اندھوں میں کانا کر دکھایا۔

اور مرزا حضرت عیسیٰ کو یوسف نجار کا بیٹا کہتا تھا اور بغیر باپ کے پیدا ہونے کا انکار اور طرح طرح سے ان کی شان میں گستاخانہ کلمات کہتا تھا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کے مثل کتابیں ملیں مرزا کے غلام احمد کی ہے کہ اب از الہ اوہام ہے حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے اس کی تردید میں جو مثل کتاب لکھی جس کا نام ازالۃ الاوہام رکھا اور اس کا چیلنج دیا تھا کہ مرزا کی سیالکوٹ پنجاب کے رہنے والے ہیں ان سے کہا تھا کہ عیسائیت سے لے کر اس وقت تک جتنی کتابیں میری نبوت اور رسالت اور مہدی معہودیت اور مسیح موعودیت کے خلاف چلے ہیں جو مرزائیوں کے نزدیک بھی کافر اور مرتد اور ملعون تھے جس دلیل سے گذشتہ علماء ان نبوت مرزا کے نزدیک کافر اور مرتد تھے اسی دلیل سے یہ جدید مدعی نبوت مرزائے قادیان بھی کافر و مرتد ہے۔

(تاریخ احمدیت ج ۱۹ ص ۱۸۲ طبع اول از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال کفریہ میں سے چند اقوال کفریہ بطور نمونہ نقل کئے گئے ہیں ان سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ وہ نبوت کا مدعی ہے اور اس کے متعلقین بھی اس کی نبوت کے قائل ہیں۔ ابتدا میں عام طور پر

اسلام سے خارج اور بری ہے قطعی بھی جو اس کی حجت کو تسلیم کرتے ہیں یا بھوی حجت کے باوجود اسے نہ اسلام ہیں سمجھتے ہیں وہ لوگ بھی قطعی طور پر کافر مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔

حسن الطیفہ:

سوال کی وضاحت سے ایک حسن لطیفہ ذہن میں آیا، لکھوں میں خواہ مخواہ پچھلا عیب چھپانے کے لیے جو الزام تھا اس نے اہل رکھوں کے سامنے پڑھ کر اسلام کا دعویٰ کیا اور کہا کہ ہم غلام احمد کو نہیں مانتے ہیں اور یہ بات قسمیہ کہا (جیسا کہ بہت سے خصوصاً ہوری کہتے ہیں) خواہ مخواہ اس کو بدنام کیا جاتا ہے حالانکہ ہم پکے مسلمان ہیں قرآن کو مانتے ہیں حضور علیہ السلام کو اللہ کا سچا رسول سمجھتے ہیں جو احکام اس نبی کی باتوں میں سمجھتے ہیں اس کی تقریریں ہوئے لیکن بہت سے مقامات پر خود انہی پڑھان جماعت نے پڑھا یا رکھوں کے ذمہ دار بہت فخر مند تھے کہ عوام ہوں طرح اس فتنہ سے محفوظ رہیں عوام میں ان کو قبولیت حاصل ہو رہی ہے، مقامی علماء سے اس کی گفتگو بھی ہوئی مگر اپنی چالبازی کی وجہ سے اپنی اصلیت کو ظاہر نہ ہونے دیتے۔

مختصر کرنے کے لیے پہلے یاد رہے سال سات حضرت مولانا محمد انور الکشمیری کو مدعو کیا جائے، چنانچہ بلایا گیا لاہور میں ان کی شہرت بھی ہو گئی کہ بہت بڑے عالم ہیں، لاہور صاحب تشریف لائے ہیں، سال سے افتتاح کریں گے، خواجہ کمال الدین نے جو مولانا کا کلام سنا تو اور اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی چنانچہ مولانا کے وہاں پہنچنے سے پہلے پہلے پتا چلا یا مولانا تشریف لے گئے، مولانا کی تقریریں ہوئیں عوام کو حقیقت سے خبردار کیا اور ذمہ داروں کی ایسے محل میں فرمایا کہ آپ حضرات نے غور فرمایا کہ وہ کون سی بات تھی جس کی وجہ سے چلا گیا، اصل وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھ گیا کہ میں اس سے یہ سوال کروں گا "کہ تو مرزا غلام احمد کی نبوت کا قائل ہے یا نہیں" کہو گے مسلمان سمجھتا ہے یا کافر" اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا، جواب بھی دیتا کہ میرا ایمان ہے مرزا کو کسی حال میں کافر نہیں کہہ سکتا تو کافر نہیں ہو سکتا تو اس پر بھی اس کی زد پڑتی ہوتی کہ جو شخص مدعی نبوت ہو وہ کسی حال میں مسلمان نہیں رہ سکتا، ایسے آدمی کو مسلمان سمجھنا خود کافر ہے۔ میں نے یہی سوال کرنا اور انشاء اللہ ایک سوال پر ہی دلائل جواب ہو جاتا اور اس کا رد فاش ہو جاتا یہ سوال آپ لوگوں کے ذہن میں کیوں نہیں آیا اس نے آپ لوگ کو پریشان رکھا۔

بہر حال یہ ایسا ہو یہ مسئلہ ہے کہ اس میں کسی کو فیصل بنانے اور اس سے فیصلہ کرانے کی بھی ضرورت نہیں ہے، ہر شخص خود ہی یہ حق حاصل ہے اور ایسی صورت سے وہ مسلمان ہی نہیں ہو سکتا، اس کو چاہیے کہ اس کے پاس اپنا مقدمہ لے جا کر اس سے اپنے مسلمان ہونے کی سند حاصل کرے اور ایسی سند سے وہ مسلمان بھی نہیں ہو سکتا، اس کو چاہیے کہ اس کی صورت صرف یہ ہے کہ جس وجہ سے وہ کافر ہوا ہے اس کو چھوڑ کر صدق دل سے توبہ کرے اور اس کا اعلان کرے، مرزا غلام احمد کی نبوت کا انکار کرے، اور اس کی تکفیر کرے اور ان کے تمام عقائد باطلہ سے بیزار توبہ کرے، اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے جب وہ مسلمان ہی نہیں ہے تو اس کو حقوق بھی اس کو حاصل نہیں ہوں گے اور اسلامی اصطلاحات کا استعمال بھی اس کے لیے جائز نہ ہوگا، لہذا اس کافر و مرتد فرقہ کو اہل سنت والجماعت کی مسجد میں نماز پڑھنے اور مدارس میں داخلہ لینے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کا اقتضاء حق حاصل نہیں ہے

اور اس کا یہ حکم باطل ہے۔

یہ مسلمانوں کا خاص اپنی ولایت کی مسند ہے اپنے مقابل سے ہو اس کے باہر اس اپنی کافیصلہ قبول نہیں ہوسکتا ہے اس لئے عدالت کو چاہئے کہ اس معاملہ دعوی سے کنارہ کشی کرے اور اس لئے کہ فیصلہ دائر کرنے اور حق ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر شرائط شہادت موجود ہوں اور شرائط شہادت نہیں پائی جاتیں اور معلوم ہے جب یہی ان شرائط سے خود وہ قابل عزت پر قاضی نہیں ہوسکتا اور اس کا فیصلہ شرعی فیصلہ نہیں کہا جاسکتا یہ تو قول ان تمام آدمیوں میں ہے جو مطلقاً اہل شہادت ہیں۔

(قولہ اھلہ اھل الشھادۃ، ای اھل القضاء ای من جمع منہ او عم تصح منہ لیقید بالعدل (قولہ وھو ان یکون حرا مسلما عاقلا عدلا الی قولہ) فلا تصح تولیۃ کافر وعبد یعنی قاضی وہ شخص ہوسکتا ہے جس میں یہ سب باتیں ہوں کہ مسلمان ہو (نہ کافر) آزاد ہو (نہ غلام) عاقل ہو (نہ مجنون) عادل ہو (نہ فاسق) اہل شہادت ہو (نہ اندھا اور فاسق) تو کافر اور غلام پر قاضی بنانا اور بچہ و مجنون پر قاضی بنانا صحیح نہیں۔

(جلد ۴ صفحہ ۲۷۰ طبع اول۔ ت)

اور جس کافر کو بھی مسلمان حیثیت ہی دیتا ہے اسے اہل شہادت کی حیثیت بھی دینی ہوگی اور اس کے تمام ہندوں میں شرائط شہادت مفقود ہوں گے اگر کوئی کافر بھی غیر مسلم ہونا کسی کی اہلیت کی حیثیت بالکل ختم کردیتا ہے اور اس کا اسلام اس کی فیصلہ ہوگا۔

علم نور کے لئے ضروری ہے کہ وہ عدالت میں اپنا موقف خود ظاہر کریں اور یہ بتائیں کہ یہ مسئلہ جس میں وہ مقدمہ کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اس کے متعلق اسلام کا کیا فیصلہ ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کے ایسے علماء سے رجوع کریں جو دین و مذہب اسلام کی کا فیصلہ قابل قبول ہوسکتا ہے اور اصل اصول یہ ہے کہ ہر مسئلہ اور ہر معاملہ کے حل کے کچھ اصول مقرر ہوتے ہیں اور مسئلہ کسی قسم کا ہو اصول کے ماتحت حل کیا جاتا ہے اس مسئلہ کے حل کے لئے ہمیں اپنے اصول و ضوابط کی پیروی کرنی چاہئے اس لئے عدالت کو چاہئے کہ اس مسئلہ کے حل میں تو ہمیں اسلام کے اصول و ضوابط کی تلاش کرے اور یہ مسئلہ علمائے دین کی تحقیق کے حوالہ کردے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ عبدالرحیم ابن ظہور الدین غفرلہ ربہ المتین۔ مورخہ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ۔

فرقہ مہدویہ کے متعلق وضاحت اور حضرت امام مہدی کے حالات۔

(سوال ۲۴) فرقہ مہدویہ کے متعلق مفتی صاحب موصوف ان عقائد کے پیش نظر یہ لوگ تین پر ہیں اہل سنت والجماعت کے اندر داخل ہیں؟

نمبر ۱۔ مہدی موعود دنیا میں آکر چلے گئے۔

نمبر ۲۔ ابھی کے لئے یا تشریف نہیں لائے۔

نمبر ۳۔ صبح کی چھ رکعت نماز پڑھتے ہیں اور کلمہ و سنت و فرض۔

نماز عید پڑھ لے پھر دوسرے دن پڑھتے ہیں۔

فائدہ: رمضان کی انتیسویں رات کو زوال ہوجانے کا علم اس کے پیچھے پڑھتے ہیں، اس رات عشا کی نماز نہیں پڑھتے۔

فائدہ: عید بعد کا خطبہ نہیں پڑھتے۔

فائدہ: عیدین میں اذان نہیں ہے۔ (ت)

الجواب: یہ سب مسائل صحیحہ ہیں اور اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مہدی مرحوم کی ولادت ظہور میں ۲ جمادی الاولٰی ۲۵۵ھ کو ہوئی اور ۲۵ سال کی عمر میں ظہور فرمائیں گے اب وہ وقت ابھی بہت دور ہے کہ یہ عقیدہ اعادۂ بحث کا محتاج ہو، ان کے ظہور کے وقت ظاہر ہوں گے جس کی ان کے سوا کسی کو خبر نہیں، ان کے ظہور کے وقت آپ کی ہیئت تجسیم، انسان جنت ہوگی اور آپ ان پر مخاطب ہوں گے آپ کے ہاتھ میں زمین کی خلافت ہوگی، ایمان والے ان کے ہاتھ پر جمع ہوجائیں گے، کفار سے جہاد کریں گے اور ان کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے اور اس حال میں آپ کا ظہور ہوگا کہ رمضان میں چاند اور سورج کا گہن ہوگا، حفظ ماتقدم کے طور پر اس سے آپ کی معرفت ہوگی، ان کے علاوہ کتب احادیث میں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ علامہ محمد بن خلیفہ وشالی نے اپنی کتاب میں اس کے متعلق احادیث جمع کی ہیں، علامہ محمد بن امام مہدی موعود کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد تفصیل سے بحث کی ہے، ان کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے، ان احادیث کی روشنی میں مہدی کے متعلق عقائد اہل سنت وجماعت کا خلاصہ یہ ہے۔

آپ کا نام محمد ہے، آپ سید ہیں، حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی اولاد سے ہیں، آپ کے والد کا نام عبداللہ ہوگا، آپ کی والدہ کا نام آمنہ ہوگا، آپ کے والد ماجد امام حسن عسکری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فرزند ہیں، آپ کی ولادت ۲ جمادی الاولٰی ۲۵۵ھ کو ہوئی، آپ کا لقب مہدی ہوگا، آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہوگی، آپ کے والد ماجد امام حسن عسکری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کی ولادت سے پہلے اپنی بیوی نرجس کو آپ کی والدہ ہونے کی خبر دی تھی، آپ کی ولادت کے وقت آپ کے والد ماجد نے آپ کے دائیں بازو پر لکھا ہوا دیکھا، جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے والا ہے۔ ت)

فرقہ مہدویہ کے عقائد کا اسلامی عقائد سے تقابل

(۱) سید محمد جونپوری مہدی ۹۰۰ھ میں جس کو ۹۰۵ھ میں مہدویت کا لقب ۹۱۰ھ میں پا لقب کیا اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ایک شخص آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا جو مہدی ہوگا اور ان کی نشانیاں وہ ہیں جو علامات کے ذیل میں مذکور ہوئے ہیں۔ احادیث صحیحہ میں مہدی کے متعلق جو علامات شیخ موصوف نے نقل کی ہیں ملفوظ تحصیل ان کے متعلق یہ ہے کہ ان میں اور روایتوں میں تناقض ہے (ہدیہ مہدویہ ص ۱۲)

(۲) ان کا عقیدہ ہے کہ مصداق مہدویت سید محمد جونپوری کی ذات ہے اور تمام زمانہ کی مہدویت کا حصر ہے اور جس کو سوا ان کے اس طرف (یعنی ۹۰۰ھ کے بعد) آنے والے قدر اہل اسلام شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک گذرے ہیں اور گذریں گے سب کے سب ہی زمانہ کے کافر ملحد ہیں اسی لئے ان کا مہدی ہونا اور اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ یہ لقب شیخ موصوف علیہ مہدویت سے عاری (خالی) ہیں اس کی مہدویت کی تصدیق (تحقیق) مہدی کی تعریف و مشتمل ہے جو امام ہے ان کا ان کی مہدویت کا لقب اور موجب تسمیہ ہے (ہدیہ مہدویہ ص ۱۳)

(۳) ان کا عقیدہ ہے کہ شیخ موصوف کی پیدائش مدنی ہے اصل ہیں کہ ان الفاظ میں مراد ہے ابوبکر صدیق و عمر فاروق اور عثمان ذی النورین و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہے اور امت تمام اہل سنت بلا استثناء کا یہ ہے کہ انبیاء مرسلین کے بعد کوئی امت محمدیہ ان حضرات سے افضل ہے اور تمام انبیاء و مرسلین میں اسی مہدویہ ص ۱۶)

(۴) ان کا عقیدہ ہے کہ سید محمد جونپوری محمد مجتہد کے حوالہ ابراہیم موسیٰ عیسیٰ داؤد آدم پیغمبر اصفیاء تمام انبیاء مرسلین سے افضل ہیں اور اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی اگر پیغمبر اقطاب ابدال اوتاد نقباء اس امت میں سے ان میں مجتہد و مہدی موعود کسی پیغمبر کے درجہ کو نہیں پہنچتے ہے انبیاء و مرسلین تمام خلائق سے افضل ہیں (ہدیہ مہدویہ ص ۱۷)

(۵) ان کا عقیدہ ہے کہ سید محمد جونپوری مرتبہ چالیس ۴۰ ہیں محمد مجتہد کے تعین رہتے ہیں آنحضرت خاتم مرسلین کے برابر ہیں کہ دونوں میں ایک مرسو (بال برابر) کمی و بیشی نہیں ہے۔ اور اعتقاد اس امت کا یہ ہے کہ کوئی بھی کیا بلکہ کوئی ولی بڑے سے بڑا مرتبہ پر فائز ہو مرتبہ حضرت سید الاولین والآخرین خاتم النبیین والمرسلین کو نہیں پہنچا ہے اور عالم و جود میں کوئی موجود حضرت کا ہمسر نہیں ہے اور بعد خدا تعالیٰ کے جو مقام و مرتبہ حضرات کو حضرت کے واسطے ہے کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(ہدیہ مہدویہ ص ۱۷)

(۶) ان کا عقیدہ ہے کہ جو احادیث صحیحہ میں خدائی اور نشانیاں قرآن اگر چہ کسی کی روایت سے مروی ہوں ان میں شیخ جونپوری کے حوالہ

اپنے معتقدین و رفقاء کے متعلق سید محمد جونپوری کا نظریہ

[illegible]

ہیں (شرح اصول کافی ۱۱۱ ۱ ۱

نے فتویٰ دیا کہ واجب ہے قتل ان کا ان معنی پر کہ قادر ہوں ان کے قتل پر (مظاہر حق ص ۲۹۹ ج ۳ کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)

یہ ہیں ان کے عقائد باطلہ کی ایسے مختصر سے پیمانہ میں ایسے واضح دلائل سے جواب مفحم۔

جواب نمبر ۲۔ نماز کے بعد اور دیگر مواقع میں بھی دعا میں ہاتھ اٹھانا احادیث سے ثابت ہے بخاری حدیث میں ہے۔ عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطہما حتی یمسح بہما وجھہ رواہ الترمذی۔ حضرت عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تو جب تک دونوں ہاتھ اپنے چہرہ انور پر نہ پھیر لیتے نیچے نہ کرتے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵ کتاب الدعوات)

نیز حدیث میں ہے۔ عن سلمان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردہما صفرا رواہ الترمذی

یعنی حضرت سلیمان فارسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا رب شرم والا سخی کریم ہے اپنے بندے سے شرم کرتا ہے جب وہ اپنے ہاتھوں کو اس کے سامنے اٹھاتا ہے کہ ان کو خالی واپس لوٹائے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵)

نیز حدیث میں ہے عن مالک بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظہورہا وفی روایۃ ابن عباس قال سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظہورہا فاذا فرغتم فامسحوا بہا وجوہکم، رواہ ابو داود

یعنی حضرت مالک ابن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اللہ سے دعا کرو تو ہتھیلیوں سے کرو، ہتھیلیوں کی پشت سے نہ کرو۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے سوال کیا کرو ہاتھوں کی پشت سے نہ کرو، پس جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵)

نیز حدیث میں ہے عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد مسلم یکفہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللہم الٰہی والہ ابراہیم واسحاق ویعقوب ورب جبریل ومیکائیل واسرافیل استلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی مسکین الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبین۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ نماز کے بعد اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر یہ دعا کرے اللہم الٰہی والہ ابواھیم الخ تو اللہ پر حق ہے کہ اس کے دونوں ہاتھوں کو ناکام اور خالی واپس نہ کرے (عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۰۔۲۹)

نیز حدیث میں ہے۔ حتی جاء البقیع فاحتال القیام ثم رفع یدیہ ثلث مرات وفی الروی

ف لهم حتى ... الشيخ فانزل نعب ولم يرفع يديه قط ... ف ... فيه ... ولم يذكر ... وفي ... ج ۲ ص ۳۴۲ ج ۲

... حديث ... ابن ... ابن ... ابن

من لم الحكم يحضر فاعدا فمال انظر والى هذا الحبيب يخطب فقمت وقلت قدم رسول الله صلى الله تعالى وانا
وار تجارة او لهوا انفضوا اليها وتركوك قائما قل ما عند الله خير من اللهو ومن التجارة والله خير الرازقين

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جمعہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک قافلہ آیا تو لوگ اس کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ بارہ آدمی رہ گئے جن میں میں بھی تھا تو یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اور جب انہوں نے سودا یا تماشا دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تماشے اور سودے سے بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۸۶، ۳۸۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ مثالی حالت بار بار پڑھنے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ ان سے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

اور حسن ظن کی دوسری مثال یہ ہے کہ ان حضرات نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ یہ شخص جو ہمیں ہر وقت نئی نئی اور مختلف قسم کی تعلیمیں دیتا ہے کہیں ہمیں دھوکا تو نہیں دے رہا بلکہ ان حضرات نے ہر موقع پر ہر حکم کو بلا تامل بلا چون و چرا تسلیم کیا اور اس پر عمل کیا۔ یہ ہے حسن ظن کی وہ مثال جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۱۹۲)

اور حسن ظن کی تیسری مثال یہ ہے کہ ان حضرات نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ یہ شخص جو ہمیں ہر وقت نئی نئی اور مختلف قسم کی تعلیمیں دیتا ہے کہیں ہمیں دھوکا تو نہیں دے رہا بلکہ ان حضرات نے ہر موقع پر ہر حکم کو بلا تامل بلا چون و چرا تسلیم کیا اور اس پر عمل کیا۔ یہ ہے حسن ظن کی وہ مثال جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۱۹۲)

نزول رحمت ہوتا اور آپ کی دعا قبول ہوتی اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے متعلق میں اپنا طریقہ بدل دیا کہ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ میں کافی وقت مل جائے اب خطبہ کتنا ہے (ابن تیمیہ)

(معارف القرآن ج ۸ ص ۲۴۴ مفتی محمد شفیع مکتبہ معارف دیوبند)

غرض خلفاء دیوبند سے ثابت ہوا کہ ترک کلام کی مراد یہ ہے کہ ان کا خطبہ بے چند جملوں سے زائد

(۱) عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال کانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبتان یجلس بینھما یقرأ القرآن ویذکر الناس فکانت صلوته قصدا وخطبته قصدا (حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دو خطبے دیتے تھے اور ان دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے خطبوں میں قرآن مجید کی تلاوت اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے آپ کی (پہلی) نماز اور خطبہ درمیانہ ہوتا تھا (یہ بہت طویل نہ بہت مختصر) رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۳ باب الخطبۃ والصلوٰۃ)

(۲) عن عمار رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان طول صلوٰۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقھہ فطولوا الصلوٰۃ واقصروا الخطبۃ (رواہ مسلم) (عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی کی نماز کا طویل ہونا اور اس کے خطبے کا مختصر ہونا اس کے فقیہ ہونے کی علامت ہے لہٰذا نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر کرو رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۳)

(۳) عن عمرو بن حریث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب وعلیہ عمامة سوداء فدار حتی طرفاھا من کتفیه یوم الجمعة رواہ مسلم (حضرت عمرو بن حریث سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور آپ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور آپ نے اس کے دونوں کنارے اپنے دونوں شانوں کے درمیان گھمائے رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۳)

(۴) عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتی یفرغ المؤذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب رواہ ابو داؤد

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ دو خطبے دیتے تھے آپ منبر پر تشریف لے جاتے اور بیٹھ جاتے جب تک اذان پوری کرنے والا اذان پوری کر لیتا تو آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے اور اس وقت کلام نہ فرماتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۴)

(۵) عن جابر بن سمرة قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب قائما ثم یجلس ثم یقوم فیخطب قائما فمن نبأک انه کان یخطب جالسا فقد کذب واللہ لقد صلیت معه اکثر من الفی صلوٰۃ رواہ مسلم (حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ دیتے جو تم کو یہ خبر دے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے وہ جھوٹ بولتا ہے

[illegible] ... [illegible] ... [illegible] ... [

عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے قبل کچھ کھاتے تھے۔ (بخاری و مسلم / مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۵)

(۴) عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلھما ولا بعدھما

متفق علیہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عید الفطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں اور ان سے قبل کوئی نماز نہیں پڑھی۔ (بخاری / مسلم) مشکوٰۃ ص ۱۲۵۔

اور بھی احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پابندی سے عیدین کی نماز ادا فرمائی ہے، اسی وجہ سے احناف کے نزدیک عیدین کی نماز واجب ہے (در مختار میں ہے (وجب صلوتھما) فی الاصح اصح قول کے مطابق دونوں عیدوں کی نماز واجب ہے۔ شامی میں ہے لانہ صلی اللہ علیہ وسلم واظب علیھما اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے سوائے غلبت کے ساتھ عیدین کی نماز ادا فرمائی ہے۔ (در مختار و شامی ج ۱ ص ۷۷۳ باب العیدین) لہٰذا عیدین کی نماز نہ پڑھنا بھی احادیث صحیحہ اور سنت متواترہ کے خلاف ہے۔

مندرجہ بالا گذارشات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فرقہ مہدویہ کے عقائد قرآن، احادیث اور جمہور علماء اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں اس لئے یہ فرقہ قطعاً گمراہ اور زندیق ہے اہل سنت والجماعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

آخر میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

(سوال) فرقہ مہدویہ جو یہ کہتے ہیں کہ تو بہ کا دروازہ بند ہو گیا ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) فرقہ مہدویہ جو اطراف دکن میں پایا جاتا ہے کافر ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں

(کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۴۴ کتاب العقائد)

نوٹ:

احباب سے معلوم ہوا کہ رفتہ رفتہ اس فرقہ کے بیشتر افراد کی اصلاح ہو چکی ہے اور نئی نسل تو اپنے عقائد سے بالکل ناواقف ہے اور صحیح العقائد حضرات کی صحبت کی وجہ سے وہ بھی صحیح العقیدہ ہو گئے ہیں اصرف برائے نام مہدوی ہیں۔ البتہ کچھ افراد اپنے عقائد پر قائم ہیں لہٰذا جو لوگ صحیح العقیدہ ہو گئے ہیں وہ مذکورہ حکم کے مصداق نہ ہوں گے اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمانوں کی صراط مستقیم پر قائم دائم رکھیں اور حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔

امام مہدی کے حالات

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کسی ملک خراسان سے ایک شخص جارث حراث اس کی فوج کے آگے ایک شخص منصور ہوگا محمد کی آل سے جو مہدی کی مدد کرے گا یعنی اس کو قرار دے گا اور سلطان پر اس کی مدد کرے گا۔

ابوداؤد نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ایک بڑا فتنہ لے مرنے سے اختلاف پڑ جائے گا تو ایک شخص مدینہ کا رہنے والا بھاگ کر مکہ میں آوے گا اس کو لوگ جانتے ہوں گے اور اس کا رشتہ دار اس کو پہچانتے ہوں گے اس کے اور مقام کے درمیان بیعت کریں گے اور تمام قریش اس پر اتفاق کرے گی اگر اس کو دیکھیں گے اس کو پہچانیں گے اس کی بیعت توڑ دیں گے اور اس کے ساتھ جنگ کریں گے جب تک حوض دھنس نے خوابدال شام سے اور عصائب عراق سے آویں گے اس کے پاس بیعت کریں گے پھر ایک قریش کا کہ اس کے ننھیال قبیلہ سے ہوگا مام مہدی کو پوں پہنچے گا اور اس کے ماموں سے اس کو اور مام مہدی کو اور اس کے لشکر کو عراق کا لالچ آوے گا اور یہ قریشی کلب کہلاویں گے مام مہدی ان سے جنگ کریں گے اور رحمن کا حصہ مام مہدی کا ہوگا اور سات سال مام مہدی زندہ رہیں گے پھر انتقال کریں گے اور مسلمان ان کے بعد دس برس زندہ رہیں گے۔ (تذکرہ صفحہ ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰)

ابوداؤد نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ایک شخص میرے اہل بیت سے نکلے گا اور اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا اور اس کی شکل میری شکل پر ہوگی اور اس کی سیرت میری سیرت پر ہوگی اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

ابوداؤد نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ایک شخص میرے اہل بیت سے نکلے گا اور اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا اور اس کی شکل میری شکل پر ہوگی اور اس کی سیرت میری سیرت پر ہوگی اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

ابوداؤد نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ایک شخص میرے اہل بیت سے نکلے گا اور اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا اور اس کی شکل میری شکل پر ہوگی اور اس کی سیرت میری سیرت پر ہوگی اور وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

[illegible] جھاڑیں نے [illegible] اصحابی [illegible] [illegible] [illegible]

کہ امام مہدی کو اس امت کی تعظیم و تکریم کے لئے امام بنادیں گے۔ مسلم شریف میں ہے اخبرنی نافع مولی ابی قتادۃ الا نصاری انہ سمع ابا ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم۔ دوسری روایت میں ہے۔ عن ابی جریج قال اخبرنی ابو الزبیر انہ سمع جابر بن عبداللہ یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیمۃ قال فینزل عیسی بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم فیقول امیر ھم تعال صل لنا فیقول الا ان بعضکم علی بعض امرآء تکرمۃ اللہ ھذہ الا مۃ ایک اور روایت میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم الخ (مسلم شریف ج ۱ ص ۸۷ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) سو علماء نے اس کی تطبیق یوں کی ہے کہ اول روز تو امام مہدی نماز پڑھاویں گے تا کہ تکریم امت ہو پھر عیسیٰ علیہ السلام بسبب اس کے کہ وہ نبی ہیں۔ واللہ اعلم۔ اور عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کو آمادہ ہوں گے اور جیسا کہ مسلم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو وہ دوانگ جاوے گی مر جاوے گا اور ہوا اس کی وہاں تک جاوے گی کہ جہاں تک اس کی نظر پڑے گی، پس وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور باب لد کے پاس اسے قتل کریں گے (لد شام کے کسی پہاڑ کا نام ہے بعض کہتے ہیں کہ شام میں ایک گاؤں ہے) اور نیزہ سے اس کو قتل کر کے اس کا خون لوگوں کو دکھاویں گے اور اگر اس کے قتل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلدی نہ کرتے تو وہ کافر خود بخود نمک کی طرح گل جاتا۔

پھر لشکر اسلام دجال کے لشکر کو کہ جو اکثر یہودی ہوں گے بہت قتل کرے گا، ابوداؤد نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے جنگ عظیم میں جو کہ نصاریٰ سے ہوگی اور فتح قسطنطنیہ میں جو کہ اہل اسلام فتح کریں گے چھ برس کا فاصلہ ہوگا پھر ساتویں برس دجال نکلے گا، اگرچہ ایک روایت میں بجائے چھ برس کے چھ مہینہ کا فاصلہ آیا ہے مگر اول روایت زیادہ صحیح ہے۔

القصہ جب دجال اور اس کی فوج پامال ہو چکے گی تو امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک کی سیر کریں گے اور جن کو دجال کی مصیبت پہنچی تھی ان کو تسلی دیں گے اور ان کے نقصان کا الطاف و عنایت سے تدارک کریں گے، کما رواہ مسلم۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم دیں گے کہ خنزیر قتل کئے جائیں اور صلیب کو جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں توڑی جاوے اور کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جاوے بلکہ وہ اسلام لائے کما رواہ البخاری و مسلم۔

پس اس وقت تمام روئے زمین پر اسلام پھیل جاوے گا، کفر مٹ جاوے گا جور و ظلم جہاں سے منہدم ہوگا، اور جیسا کہ ابوداؤد نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے حضرت امام مہدی کی خلافت سات برس ہوگی اور بعض روایات میں آٹھ بعض میں نو بھی آیا ہے اس کے بعد امام مہدی دنیا سے تشریف لے جاویں گے، عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان ان کی نماز پڑھ کر دفن کریں گے اس حساب سے کل عمران کی سینتالیس یا اڑتالیس یا انچاس برس کی ہوگی۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۴۰) بعد اس کے تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختیار میں ہوگا اور عالم اچھی حالت پر ہوگا، الخ۔ (عقائد اسلام ص ۱۸۸ ص ۱۸۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال کرنا کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۵ ایسا) ... میں ... ہوں ... سوال ... ہے ... ہوتا ہے ... ہوتا ہے ... ہوتا

[illegible] اللہ ﷺ کا ارشاد ہے من فضله يقوه فهو خيرهم

ترجمہ: جس شخص نے ان کو [illegible] (صدقہ) میں دیا تھا بہت خیر ملی۔ (اب ہر وہ آدمی جو ان کو [illegible] سے (خیر) دیدے گا۔ (کتاب الدین الخالص مطبوعہ ثانی مطبوعہ ۱۳۵۵ھ)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به [illegible] جس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے [illegible] تابع ہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

حضرت اعظم پیر دستگیر [illegible] (الفتح الربانی) میں فرماتے ہیں [illegible] من اعتقد من غير شيخ لا ضعف اذا نصره في قوله كنت معه في صحيفته في دار الاخرة

(رسول اللہ ﷺ کا) ارشاد گرامی ہے جو اپنی آپ (اپنی) نیکیوں میں سے لے کر مخلوق میں سے کسی شیخ کے آگے ڈالے گا میں اس کے نامۂ اعمال میں آخرت میں ہوں گا اور آپ ﷺ کی مصاحبت کرے گا۔ (الفتح الربانی ص ۱۸ مجلس ۲۵)

غیر اللہ سے [illegible] کرنے کی بہت [illegible] ممانعت آئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکے [illegible] واحذر عن الفخر والكبرياء فيما لك ابن [illegible] کی روایت سے ایسے [illegible] کی [illegible] وقال مالك بن دينار اوحى الله الى نبي من الانبياء قل لفلان لا يباهين قل فلان فانه لا يعرفني غيره ولا يباهين بما ليس لي ولا يتكبر تكبر الجبابرة فان الكبرياء لي كما هو لي

ترجمہ: خدا نے کسی نبی سے ایک نبی [illegible] کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہہ دو کہ [illegible] کے گھمنڈ نہ کریں۔ تکبر نہ کریں اور [illegible] کی طرح نہ اکڑیں اور [illegible] کی طرح [illegible] کی [illegible] نہ کریں [illegible] کی [illegible] ان میں سے [illegible] کی [illegible] ان پر [illegible] کی [illegible] ان کی [illegible] [illegible] کی [illegible] [illegible] کی [illegible] [illegible]

شور ہے ہوتے ہیں دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں رسم سالگرہ منانے کے لئے لوگوں کو دعوت دے کر جمع نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ختنہ جو سنت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے اس کے لئے بھی دعوت دے کر لوگوں کو جمع کرنے کا دستور نہیں تھا۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص ؓ کو کسی نے ختنہ میں دعوت دی آپ نے قبول نہ فرمائی اور فرمایا کہ آنحضور ﷺ کے مبارک دور میں ہم لوگ ختنہ کی تقریب میں نہیں جاتے تھے اور نہ اس کی دعوت دی جاتی تھی۔ (مسند امام احمد ص ۱۷۲ ج ۴)

رسم سالگرہ یہ خالص غیر اقوام کا طریقہ اور انہی کی رسم ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہر وہ طریقہ سے اجتناب کریں ورنہ اس کی نحوست سے ایمان خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔

ومعاذ الله ، اللهم اهدنا الصراط المستقيم

ارشاد خداوندی ہے **ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون الله من اولیاء ثم لا تنصرون**

ترجمہ اور (اے مسلمانو) ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے (اس وقت) خدا کے سوا تمہارا کوئی رفاقت کرنے والا نہ ہوگا پھر حمایت تو تمہاری ذرہ برابر بھی نہ ہوگی (قرآن مجید سورہ ہود پارہ نمبر ۱۲ رکوع نمبر ۸)

شرعاً جن کاموں کا کرنا ضروری ہے ان کے متعلق احکامات موجود ہیں اور ان احکامات پر عمل کرنے کے لئے اللہ نے رسول قدس ﷺ کی ذات کو نمونہ بنایا ہے ارشاد خداوندی ہے **لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجوا الله والیوم الاخر وذکر الله کثیراً**

ترجمہ تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ ﷺ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔ (قرآن مجید سورۂ احزاب پ ۲۱ رکوع نمبر ۲۱)

نیز ارشاد فرمایا **ما اتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا**

ترجمہ رسول تم کو جو دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لئے) سے تم کو روک دیں (اور حکم بالفاظ یہی حکم بہ افعال اور ارادہ کا میں بھی) تم رک جایا کرو (قرآن مجید سورۂ حشر پارہ نمبر ۲۸)

لہٰذا آپ ﷺ کا جو مبارک نمونہ ہے اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے اس مبارک نمونہ کو چھوڑ کر غیر قوام سے بھیک مانگ کر ان کا طریقہ اختیار کرنا کفران نعمت اور ضلالت کی دلیل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس مبارک نمونہ کو اپنا مشعل راہ بنایا اور اس کے مطابق اپنی زندگی بنائی تو بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے جو قیامت تک یادگار رہیں گے اللہ کی غیبی نصرت ان کے شامل حال رہی دشمنوں کے دل میں اللہ نے رعب ڈال دیا مدد کے لئے ملائکہ بھیجے چنانچہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر فرمایا **اذ یوحی ربک الی**

لملئکۃ انی معکم فثبتو الذین امنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب

ترجمہ جس وقت کہ وحی بھیجی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو میں ڈالوں گا کافروں کے دلوں میں رعب سو مارو اوپر گردنوں کے اور مارو ان کی ہر پور پور (سورہ انفال پارہ نمبر ۹ رکوع نمبر ۱۰) اور حدیث میں آیا ہے صحیح بخاری میں نصرت بالرعب فی قلوب الذین کفروا الرعب یعنی اشرکوا باللہ مالم ینزل بہ سلطانا و ماوٰھم النار بئس مثوی الظلمین

ترجمہ امام احمد نے روایت کیا ہے ابن العجب بیت الحارثی کے دلوں میں بسبب اس کے لڑائیوں سے اللہ تعالیٰ کا شریک کسی چیز کو ٹھہرانا ہے جس پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری اور کی قیامت تک ہمیشہ ان کے ساتھ لڑتے رہیں گے۔ (سورہ آل عمران پارہ نمبر ۴ رکوع نمبر ۱۵)

مدینہ منورہ کے قریب ایک یہودی قبیلہ "بنو قریظہ" آباد تھا اور بنو نضیر اہل اسلام کے مکمل دشمن تھے ان دونوں کو ہدایت دلانے کی سازش کرتے رہتے تھے ان نے ساتھ مسلمانوں کا تیسرا سال سولہویں پارہ میں آیت نازل ہوئی وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتاب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا

ترجمہ اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھلا دیا اور بعضوں کو قتل کرنے لگے اور بعضوں کو قید کرنے لگے (سورہ احزاب پارہ نمبر ۲۱ رکوع نمبر ۹)

یہودیوں کا ایک تیسرا قبیلہ "بنو قینقاع" بھی مدینہ منورہ کے قریب آباد تھا ان کے متعلق سورہ انفال میں آیت نازل ہوئی وقذف فی قلوبھم الرعب یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار

ترجمہ اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑے جا رہے تھے سو اے دانشمندو اس حالت کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ (سورہ حشر پارہ نمبر ۲۸ رکوع نمبر ۲) یہ سب جنگ شریعت اور جنگ حفظ کا تذکرہ ہے جو کی نے ختم کر لیا ہے۔

ہوا ہے دشمن قوم کی کوتاہ دست کشش میں
وہی ہے اب تک دل وہی ہے جگر وہی اب بھی
اگر پھلو میں دل ہو اور تپ جہاد کی دل میں
بڑی بجلی ہے آہ مرد خدا اب بھی
اٹھا ہے بادل پڑھ کر نماز تیمم کو
اڑ نکلے ہیں غزا کے لئے قطار اندر قطار اب بھی

حدیث میں بھی ہے جو اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا ہے من حفظ سنتی اکرمھم اللہ تعالیٰ ثلاثۃ خصال المحبۃ فی قلوب البرۃ والھیبۃ فی قلوب الفجرۃ والسعۃ فی الرزق والخلف فی الدین

ترجمہ جس شخص نے میری سنت کی حفاظت کی (دل و جان سے اس کو مضبوط پکڑا اور اس پر عمل کیا) تو اللہ تعالیٰ چار

یا قرآن سے اس کی نظیر پیش کرے گا (۱) نیک دلوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوگی (۲) فاجر و مکار لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈال دے گا (۳) حق میں اثر اور برکت عطا فرمائے گا (۴) ان میں سچی تعبیر فرمائے گا ان شرائط کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

قادیانیوں کا کیا حکم ہے؟ اور ان کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

(سوال ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۳ء) مفتی سید محمد امین صاحب مفتی سید محمد امین صاحب دامت برکاتہم و مفتی سید محمد امین صاحب دامت برکاتہم و مفتی سید محمد امین صاحب دامت برکاتہم و

(باقی صفحہ ۱۹۰ پر) جس طرح کسی عظیم الشان چیز کے ظاہر ہونے سے پہلے کچھ علامتیں ظاہر ہوتی ہیں اس طرح ہر بڑے کے ظاہر ہونے سے قبل بھی کچھ علامتیں ظاہر ہوتی ہیں اور ظاہر ہونا چاہئے ہے اس لئے کہ ان کا ظاہر ہونا بھی ایک عظیم الشان امر ہے، حدیث میں جو کثرت سے ان علامات کا ذکر ہوا ہے اس سے مقصود قیامت کی اہمیت کا اظہار ہے اور یہ بتانا ہے کہ اس کے لئے کس قدر تیاری کی ضرورت ہے۔ اس لئے ان علامات کو بہت زیادہ اہمیت دینا اور ان کے پیچھے پڑ جانا بھی صحیح نہیں ہے۔ علامات صغریٰ (۲) علامات کبریٰ کے ظہور سے پہلے جو علامتیں ظاہر ہوتی ہیں انہیں علامات صغریٰ کہتے ہیں اور علامات صغریٰ کے بعد جو علامتیں ظاہر ہوں گی وہ علامات کبریٰ ہیں اور یہ قیامت کے بالکل قریب میں ظاہر ہوں گی۔ علامات صغریٰ کثیر ہیں اور یہاں ان میں سے بعض علامات صغریٰ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

یہ سرفہرست نظر ہے کہ تمام نبیوں سے پہلے نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس لئے ان کا ارشاد ہے کہ میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (۱۲۵) بعثت نبوی علیہ السلام کے بعد سے قیامت تک کے جتنے بھی امور ہیں ان میں سب سے پہلا امر آپ کا انتقال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں خواب غفلت سے بیدار ہوا ہوں اور کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ میری امت کے ہیں جو جہنم کی طرف لے جائے جا رہے ہیں۔ اچانک میرے اور ان کے درمیان ایک شخص آ گیا اور کہنے لگا کہ گھبرائیے نہیں آپ ان میں سے نہیں ہیں۔ آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ کی امت کے بعض لوگ مرتد ہو گئے۔ (۱۲۶) آپ نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کے لوگ کیا کیا کریں گے اس کی خبر دی ہے۔ (۱۲۷) آپ نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کے لوگ کیا کیا کریں گے اس کی خبر دی ہے۔ (۱۲۸) آپ نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کے لوگ کیا کیا کریں گے اس کی خبر دی ہے۔

جنگ قوم کے سردار ہو جاویں گے اور زمین والے قوم کے ضامن ہوں گے اور یہی مکر خوف سے آدمی کی تنظیم کریں گے یہاں تک کہ علانیہ شراب خوری ہوا کرے گی امت کے لئے لوگوں پر پچھلے لوگ لعنت کریں گے پس اس وقت انتظار کریں سخت آندھی کا کہ سرخ رنگ کی ہوا اور زلزلے اور خسف اور مسخ اور قذف کا ہوگا۔

(حقائق الاسلام ص ۸۰)

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی "علامات قیامت" میں تحریر فرماتے ہیں۔ قیامت کی علامت صغریٰ کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب دختر امت اپنے مالک کے مکان و محصول کو اپنی ذاتی دولت سمجھے (یعنی اس کو صرف شوہر میں خرچ نہ کریں بلکہ لوٹا بھوتا، لان ہوا کریں، لوگ عادت کو مال غنیمت کی طرح (جو کفار سے جہاد میں حاصل ہو جاتا ہے) حلال وطیب سمجھیں، شوہر اپنی بیوی کی بجا اطاعت کرے اور دوست والدین کی نافرمانی اور بدلوگوں کی دوستی کرے، علم دین محض دنیا کی غرض سے سیکھا جاوے، ہر قبیلہ قوم میں رذیل لوگ سردار بن جاویں جو ان میں سب سے زیادہ کمینے بداخلاق لالچی ہوں، لوگ عزت ایسے شخص کی کریں جو ان کے شر سے بچا ہوا ہو، خوف دشمنی وجہ سے ایسے آدمیوں کی تعظیم و تکریم کی جائے جو خلاف شرع ہوں، شراب خوری عام ہونے لگے، ریشم اور لہو و لعب (باجے گانے) کا رواج عام ہو جائے، زنا کاری کی کثرت ہو، امت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت و طعنہ زنی کرنے لگیں تو اس وقت تھرتھرانا اور نہایت سرخ آندھی اور زلزلہ، مذاہب اور مذاہب کے نشانات کو دھنسنا، زمین سے پتھروں کا برسنا، صورتوں کا بدل جانا، ان کے علاوہ دوسری علامتیں بھی اس طرح پے در پے ظاہر ہونے لگیں کہ جیسے تسبیح کا ڈورا ٹوٹ جائے اور اس کے دانے یکے بعد دیگرے گرنے لگتے ہیں۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے (انہی قوال) اعلام بازی، چیں پرستی، مساجد میں کھیل کود، ملاقات کی وقت بجائے سلام کے گالی گلوچ یعنی علوم (شرعیہ) کا کم ہونا جہل کا اچھا سمجھا جانا، بلوں سے امانت و دیانت کا اٹھ جانا، حقوق کا علی الکیل، تمام دنیا کا پانی بننا، مسلمانوں پر کفار کا یلغار کی طرف سے جمع ہو کر ظلم میں اس قدر بڑھ جانا کہ جس سے بچنا بھی مشکل ہو، باطل مذاہب اجتماعی مذہبوں اور جماعتوں کا فروغ پانا۔ (علامات قیامت ص ۵۰۴)

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں کفار ایک دوسرے کو دین اسلام پر قابض ہونے کے لئے اس طرح مدعو کریں گے جیسے کہ دسترخوان پر کھانے کے لئے ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ فرمایا نہیں بلکہ اس وقت تم کثرت سے ہوگے لیکن بالکل ایسے جیسے پانی کے زور کے سامنے جھاگ اور تمہارا رعب دشمنوں کے دل سے محو ہو جائے گا اور تمہارے دلوں میں سستی پیدا ہو جائے گی، ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضور سستی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دنیا کی دوستی اور موت سے خوف۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۹ باب قتیبہ الناس، ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب الملاحم باب فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حدیث میں ہے عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتی یتقارب الزمان فتکون السنۃ کالشھر و الشھر کالجمعۃ وتکون الجمعۃ کالیوم

ویکون الیوم کالسنۃ وتکون السنۃ کالضرمۃ بالنار رواہ الترمذی۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمانہ پاکر پس ہو جائے (کہ وقت گنہ نا معلوم غیر نہ ہو) پس سال مثل مہینہ کے ہو جائے گا اور مہینہ مثل ہفتہ کے اور ہفتہ مثل ایک دن کے اور دن مثل گھڑی کے اور گھڑی مثل آگ کی لپیٹ کے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۴ باب اشراط الساعۃ ترمذی شریف ج ۲ ص ۵۹ ۵۷ باب ماجاء فی تقارب الزمان ابواب الزہد)

الجواہر والدرر ترجمہ البصائر میں ہے: خطیب نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نصف بن سراویہ کو قاریسیہ کی جانب روانہ کیا پس جب عصر کا وقت آیا تو نصلہ نے اذان دی اور کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، دفعۃ پہاڑ سے ایک جواب دینے والے کی آواز سنائی دی کہ کہتا ہے۔ بڑی ذات کی جو اس بیان کی تو نے اے نصلہ پھر انہوں نے کہا اشہد ان محمدا رسول اللہ جواب آیا وہ ڈرانے والے اور مژدہ سنانے والے پیغمبر ہیں جن کی بشارت دی عیسیٰ ابن مریم نے اور انہیں کی امت پر قیامت قائم ہوگی، (کہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ ہوگا) پھر انہوں نے کہا حی علی الصلوٰۃ، جواب آیا مبارک اس کو جو اس کی طرف چلا اور اس کا پابند رہا، پھر انہوں نے کہا حی علی الفلاح آواز آئی فلاح پائی جس نے کہا ماتحمد ﷺ کہ یہی امت محمد یہ کی بقا کا سبب ہے۔ پھر انہوں نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ جواب آیا کہ پورا خالص ظاہر کیا تو نے اے نصلہ لاپھر حرام کر دیا اللہ نے تیرا بدن اور روح پر پس جب نصف اذان سے فارغ ہوئے اور سب لوگ انتظار تو پہاڑ سے جو شخص مؤذن کو جواب دے رہا تھا اس سے کہا تو کون شخص ہے اللہ کی تجھ پر رحمت ہو کیا تو کوئی فرشتہ ہے یا کوئی جن ہے یا بندگان نبی میں سے کوئی، ہاتف سیاح ہے تو نے ہم کو اپنی آواز سنائی پس اب اپنی صورت بھی دکھلا دے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ ہیں اور عمر بن خطاب کے بھیجے ہوئے ہیں، راوی کہتا ہے کہ پھر وحشت ہوا اور ایک بزرگ صفت سفید ریش شخص ظاہر ہوئے بدن پر صوف کی دو چادریں تھیں، پس کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سب نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تم کون ہو اللہ کی رحمت تم پر ہو، اس نے کہا میں ذرغب دلمہ پر سلا ہوں، بندۂ صالح نبی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا وصی کہ انہوں نے مجھ کو اس پہاڑ میں ٹھیرا کر میری درازی عمر کی دعا فرمائی اس وقت تک کہ آسمان سے اتریں اور خنزیر کو قتل کریں صلیب کو توڑیں اور نصاریٰ نے جن محرمات کو حلال بنا لیا ان سے بیزاری ظاہر کریں، پس محمد ﷺ سے مجھ کو ملاقات نصیب نہ ہوئی تو عمر بھی سے میرا سلام کہہ دو اور ان سے کہو کہ اے عمر احتیاط اور اعتدال کے راستہ پر چلنا کہ وقت قریب آ لگا ہے اور ان کو ان خصال کی خبر دے دو جو میں تم سے بیان کرتا ہوں کہ جب دو دست محمد یہ میں ظاہر ہوں تو تم بھاگو، بھاگو، یعنی مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے ضرورت پوری کرنے لگیں۔

(۲) اور لوگ اپنے آپ کو دوسرے خاندانوں اور دوسرے آقاؤں کی طرف نسبت کرنے لگیں۔

(۳) اور بڑے ترس نہ کھائیں اپنے چھوٹوں پر۔

(۴) اور نیکی متروک ہو جائے کہ اس کا حکم نہ کیا جائے اور بدی سے روکنا چھوڑ دیا جائے

(۵) اور اس غرض سے علم حاصل کریں کہ اس سے دنیا حاصل کریں۔

(۶) اور بارش بند ہو جائے۔

(۷) اور اس وقت پر قبیلہ بنو قحطان کا سردار بن جائے۔
(۸) اور اس وقت اونٹنیوں کی قیمت بہت کم ہو جائے۔
(۹) اور قرآنوں پر سونے چاندی کے پانی پھیر دیے جائیں۔
(۱۰) اور مکانات مضبوط بنائے جائیں۔
(۱۱) اور لوگ فحاشیات کا دلدادہ بن جائیں۔
(۱۲) اور دین کو دنیا کے لیے استعمال کریں۔
(۱۳) اور خون بہانا اور قتل کرنا ایسے ہی معمولی بات سمجھیں۔
(۱۴) اور حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے لیے (کسی خاندان یا وراثت کے بجائے) صرف صلاحیت کو دیکھا جائے گا۔
(۱۵) اور سود عام ہو جائے گا۔
(۱۶) اور رشوت کھلم کھلا لی اور دی جائے گی۔
(۱۷) اور انسان اپنے گھر سے نکلے تو اس سے پہلے کہ اس کی تعظیم کو کھڑا ہوا جائے اس کو سلام کیا جائے۔
(۱۸) اور عورتیں زین پر سواری کرنے لگیں۔ (اسکوٹر پر شوہر کے ہمراہ بے پردہ اور عورتوں کا خود اسکوٹر چلانے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے) اس لئے جب وہ یعنی ذوالسویقتین غالب ہو گئے کہ لیس نظام تو آگے، پس نصاریٰ بن حارثہ کے پاس حضرت سعد بن ابی وقاص کو لکھا اور حضرت سعد نے حضرت عمر کو لکھ بھیجا، پس حضرت عمر نے حضرت سعد کو لکھا کہ اے سعد ابو اسحاق اپنے ساتھی مہاجرین و انصار کے ساتھ روانہ ہو کر ان پر چڑھائی کر دو۔ (البدایہ ج ۱۰ ص ۱۰۰)
ان سے ملاقات ہوتو میرا سلام پہنچا دینا رسول اللہ نے ہم کو خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی دشمن طرف کرنے کے اس پہاڑ میں قائم ہے، پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہزار مہاجرین و انصار کے ساتھ روانہ کیے اور چالیس دن تک اس پہاڑ میں ٹھہرے کہ نماز کے وقت اذان دیتے تھے تو کوئی جواب نہیں آیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۰۰ بحوالہ ابن عساکر ص ۲۹۰ ج ۱۷ چھپی ہوئی)

یہاں تک علامات صغریٰ کی بیان ہوئیں اب اختصار کے ساتھ علامات کبریٰ تحریر کی جاتی ہیں۔ یہ عقائد اسلام سے متعلق ہیں، جو ہر شخص کو معلوم ہونا چاہیے، وہ عقائد اسلام، علامات قیامت اور کتب حدیث ملاحظہ کریں۔

امام مہدی کا ظہور ہوں گے۔ آپ عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کریں گے کافر و بے دین ان کے زمانہ میں بہت برباد ہوں گے اس کے قتل کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے اتریں گے اور یہ ملعون ان کے پاس اس وقت قتل کریں گے۔ جب دجال اور اس کی فوج پر یہاں تک تنگی ہو چکے گی تو امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام میں جمع کریں گے اور جن کو دجال سے مصیبت پہنچی تھی ان کو تسلی دیں گے اور اس وقت تمام روئے زمین پر اسلام پھیل جائے گا اور شرک جاتا رہے گا دنیا سے ظلم و ستم معدوم ہو جائے گا حضرت امام مہدی کی خلافت سات یا آٹھ عیسوی سال رہے گی اس کے بعد آپ کی وصال ہو جائے گا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کریں گے اس کے بعد امام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار میں ہوگا ہر طرف امن ہو جائے گا اس دوران آپ پر وحی آئی کہ میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جاؤ۔ میں نے ایک قوم (یعنی یاجوج ماجوج)

[illegible] ہے کہ کسی کو اس قوم کے ساتھ جنگ کی طاقت نہیں ہے دنیا پر [illegible] ہوئی ہیں ہم نے [illegible] دیکھا ہے اور پھر خدا کے قہر سے ہلاک ہوئی ہیں کہ تو سیاحت کرے اور دیکھے کہ ان کی ہلاکت کے بعد کچھ باقی نہیں رہا ہے اور ایک ایک کر کے آدمی ختم ہو گئے ہیں ایک ایک قوم کے ساتھ ایک ایک لڑائی کے ذریعے سے ایک گھر کے لوگ یہ ہو جائیں گے میں قیامت تک رہوں گا تب تک کچھ نہ کچھ باقی رہے گا اور ہر ایک کو اختیار ہے اسلام یا جزیہ یا انتقام کریں گے وہ حضور اللہ کی بھیجنے کے وقت میں قریش ہوں گے پھر آپ نے فرمایا ہے کہ ان کے ساتھ جہاد کا اور ان دنوں میں آدمیوں کی ایک جماعت ہو گا جو کہ مسلمین کو اسلام سے محروم کرے گا اور کافروں کو نجات سے تکلیف ہوں گی چالیس روز پھاٹکوں پر کافر مسلط رہے گا اور کہا ہے کہ ان کی طاقت کے ارشاد فرمایا قیامت ہو گی جب تک کہ دس علامتیں نہ ہو لیں گے پھر آپ نے ذکر فرمایا (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃ الارض (۴) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا (۶) یاجوج ماجوج کا نکلنا (۷) اور تین خسف زمین میں ہوں گے ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک جزیرہ عرب میں (۸) اور سب سے پیچھے ایک آگ کہ یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف پہنچائے گی۔

تیس دنوں میں کہ ماہ ذی الحجہ ہو جاوے گا پھر کے بعد روایت نہایت [illegible] روزوں یہاں تک کہ لوگ عبادت اور قتل سے بے قرار ہو کر مالک سے زاری کریں گے اور توبہ کریں گے پھر پچھلے رات کی دعا قبول ہو گی تین یا چار رات کے برابر ہو جائیں گی دن اول نہایت مختصر ہو گا جب قائم قائم تھوڑے سے وقت کے برابر ہو گا مغرب کی جانب سے طلوع ہو گا اور تمام ہو کر بڑا چاشت کے وقت ہو جائے گا پھر غروب ہو جائے گا اور پھر اسی دستور سے مشرق سے طلوع ہو گا اس کے بعد کئی دن تو قبول ہوئی توبہ کی ایمان اعمال صحیحہ میں یہ مضمون لکھا ہے آدمی چلتا ہو گا بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت نہ ہو گی جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے گا جس وقت طلوع کرے گا اور لوگ اس کو دیکھیں گے تو ایمان لاویں گے اس وقت کا ایمان ایمان نفع نہ دے گا۔ مغرب سے آفتاب طلوع ہونے کے دوسرے روز یہ حادثہ پیش آئے گا کہ مکہ معظمہ میں جو ایسے پہاڑ ہے جس کا نام ہے ابو قبیس اس کا ایک حصہ ٹوٹ کر گر پڑے گا اور ایک جانور جس کی عجیب صورت ہو گی باہر آئے گا۔ لوگوں سے بات چیت کرے گا۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ معلوم ہو گا۔ دابۃ الارض کا نکلنا قرآن حدیث سے ثابت ہے طلوع آفتاب اور خروج [illegible] صبح صادق میں سورج کا حصہ ظاہر ہونے کے بعد ہے دابۃ الارض کے چند روز کے بعد تمام اہل زمین کا ایک طرف سے [illegible] چلے گی جس سے کوئی اہل ایمان اور اہل کفر زمین پر نہ رہے گا سب کے سب مر جاویں گے یہاں تک کہ اگر کوئی پہاڑ کی غار میں چھپے گا تو وہیں مر جاوے گا پھر ہوا چلے گی اور اس کو مار دے گی اس کے بعد بارش ہو گی جو نطفے اور ہڈیاں نہ جائیں گے باقی رہ جاویں گے اس کے بعد حبشہ کے کفار کا غلبہ ہو گا اور ملک میں ان کی سلطنت ہو جائے گی اور وہ حبشی خانہ کعبہ کو گرا دیں گے اور اس کے پتھر سے نکالے گا اس کے اس وقت ظلم و [illegible] چلے گا جو چیز اس طرح لگ کو چھ بازاروں میں [illegible] ان [illegible] ان کو [illegible] کوئی اہل ایمان [illegible] کافر [illegible] شہر اجاڑ ہو جاویں گے قحط یا طاعون ہو گا پھر چند مدت کے بعد تو ہے کی طرف سے آئے گا کہ اٹھے کی کہ دنوں کو جمع [illegible] جہاں مرنے کے بعد حشر ہو گا شام کی طرف اور سے گی سب شام کے وقت وہاں جمع ہوا کریں گے آگ

بھی ٹھہر جائے گی پھر جب آفتاب بلند ہوگا تو اس کے پیچھے چلے گی جب لوگ شام کے ملک میں پہنچ جائیں گے تو وہ آگ غائب ہو جائے گی، چنانچہ مسلم نے حذیفہ ابن اسید غفاری سے انہوں نے نبی ﷺ سے دس علامات قیامت روایت کئے ہیں ان میں "خروج یاجوج وماجوج من اليمن آخر الناس ان محشرهم کہ ایک آگ یمن سے کہ ڈوب میں واقع ہے نکلے گی لوگوں کو لیکر شام کی طرف کہ وہ ملک شام ہے ہانک کر لے جائے گی اس کے بعد چھ یا پانچ برس تک لوگوں کو خوب عیش ہوگا، اسمسیر ہوگا اور شیطان آدمی کی صورت میں آکر کہے گا تم کو دیا نہیں آتی وہ نہیں کہیں گے اب تو کیا نہ لیا ہے، اب وہ بتوں کا پوجنا کی عبادت کرنے لگیں گے، اس کی عبادت کریں گے اس میں ان کو روزی کی فراخی اور فراغ بستی حاصل ہوگی جیسا کہ روایت کیا اس کو مسلم نے والغرض جب دنیا میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا جیسا کہ روایت کیا اس کو مسلم نے تب صور پھونکے جانے قیامت ہو جانے کی الحاصل لوگ اس وقت عیش وآرام میں ہوں گے وہی کہ اس کام میں کوئی کسی میں مصروف ہوگا کہ ایک جمعہ کو رہ جائے گا اور وہ کاملی الصباح لوگوں کے کان میں ایک یا ایک آواز آئے گی لوگ متحیر ہوں گے کہ یہ کیا ہے تب وہ آواز بلند ہوتی جاوے گی یہاں تک کہ زمین اور بعد کے برابر ہوئی، تب لوگ مرنے شروع ہوں گے، صور ایک چیز ترکی یا بگل کے مانند ہے میکائل اس کو منہ سے بجاویں گے اس کی آواز کی شدت سے ہر چیز فنا ہو جاوے گی، چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ صور ایک سینگ سا ہے کہ اس میں پھونک ماری جائے گی صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اول صور کی آواز ایک شخص کے کان میں پڑے گی وہ اپنے اونٹ کے حوض کو لیپتا ہوا ہوگا، سنتے ہی بے ہوش ہو جاوے گا اور پھر سب آدمی بے ہوش ہو جاویں گے وتصدق الناس بسكرة رماهم بسكرة ولكن عذاب الله شديد یعنی دیکھے گا تو لوگوں کو سب بے ہوش پڑے اور وہ بے ہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ کے سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے پس صور تو زیادہ ہونے لگے گی کہ باہر کے وحشی جانور شہروں میں آویں گے اور شہروں کے لوگ گھبراہٹ سے جنگل میں جاویں گے کما قال الله تعالیٰ واذا الوحوش حشرت اور جب وحوش کے دل پڑے جاوے گی پس سب جاندار مر جائیں گے تب آواز زیادہ ہونے کے سبب سے درخت اور پہاڑ اور زمین کے ٹیلوں کی طرح اڑتے پھریں گے وسكون الجبال كما تعلمون السحاب یعنی ہو جاویں گے اس روز پہاڑ وہی ان کے، تب پھر جب آواز تیز ہوگی تو آسمان کے تارے اور چاند سورج تو سب کے سب گر پڑیں گے اور آسمان پھٹ کر ٹکڑے ہو جاوے گا اور زمین بھی معدوم ہو جاوے گی ادا السماء انشقت جس وقت آسمان پھٹ جاوے، واذا الارض مدت اور جب زمین تھینچی جائے اذا الشمس كورت واذا النجوم انكدرت جس وقت سورج لپیٹا جاوے اور جس وقت تارے بے نور ہو جائیں گے۔ فاذا نفخ في الصور نفخة واحدة وحملت الارض والجبال فدكتا دكة واحدة فيومئذ وقعت الواقعة وانشقت السماء پس جب پھونکا جاوے صور میں ایک ہی دفعہ اور اٹھائی جاوے زمین اور پہاڑ پس ایک ہی بار توڑے جائیں پس اس روز ہو جائے گی ہونے والی یعنی قیامت اور پھٹ جاوے گا آسمان۔

فائدہ:

بعض علماء کہتے ہیں کہ نافخ کی سے اٹھ چیزیں مستثنیٰ ہیں کہ ان کو فنا نہ ہوگی، (۱) عرش (۲) کرسی

(۳) لوح (۴) قلم (۵) وبہشت (۶) ودوزخ (۷) وصور (۸) اور روحیں لیکن ارواح پر ایک قسم کی بے ہوشی طاری ہوجائے گی اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ماسوائے ذات باری تعالیٰ کے ہر چیز فنا ہوگی اور ان چیزوں پر بھی ایک دم کے لئے فنا آجائے گی۔ کما قال تعالیٰ کل شیء ھالک الا وجھہ یعنی ہر چیز اس کے سوا ہلاک ہوگی، المختصر جب فقط اللہ تعالیٰ باقی رہے گا کما قال تعالیٰ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور باقی رہا وے گا ایک اللہ بزرگی اور جلال والا اس وقت فرماوے گا لمن الملک الیوم کہ آج کس کا ملک ہے؟ پھر کوئی جواب نہ دے گا تو پھر آپ ہی فرماوے گا للہ الواحد القھار کہ ملک ایک اللہ قہار ہی کا ہے، بعد اس کے پھر دوسری بار صور پھونکے گا اس سے ہر چیز دوبارہ پھر زندہ موجود ہوجاوے گی الخ۔ (عقائد الاسلام ص ۱۸۰ تا ص ۱۹۶ بتغیر آپ سوم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی

(سوال ۲۸) کیا یہ بات ممکن ہے کہ مردے زندہ لوگوں سے بات کریں اور زندہ لوگ مردوں کا کلام سن سکیں امید ہے اس کے متعلق تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں گے۔

(الجواب) فقہ کی حیثیت پر موقوف ہے، اللہ کی حیثیت سے جس طرح مردے زندہ لوگوں کی بات سن سکتے ہیں کی طرح اللہ کی حیثیت سے مردوں کی بات زندہ بھی سن سکتے ہیں اور یہ شمار زیادہ تر خواب (نیند) میں ہوتا ہے اور کبھی بیداری کی حالت میں بھی ہوجاتا ہے اور دونوں قسم کے صحیح واقعات مستند کتابوں میں ملتے ہیں۔

(۱) حضرت زید بن خارجہ یہ جلیل القدر انصاری صحابی ہیں، حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ان کا وصال ہوا، حضرت نعمان بن بشیر راوی ہیں کہ جب ان کا جنازہ تیار کرکے کھڑا کیا گیا اور نماز کے لئے حضرت عثمان کا انتظار ہونے لگا تو میں نے ارادہ کیا کہ انتظار کے اس وقفہ میں دو رکعت نماز ہی پڑھ لوں، چنانچہ میں ایک طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا اور دوسرے لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے اتنے میں جنازے سے آواز آئی السلام علیکم افضوا الضضوا (یعنی خاموش ہو کر بات سنو) اس کے بعد مرحوم حضرت زید ابن خارجہ نے ایک طویل کلام فرمایا جس میں رسول اللہ ﷺ سے متعلق اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں شہادت دی اور ان کے کچھ اوصاف بیان فرمائے اور آخیر میں حضرت عثمان کے بارے میں ایک پیشین گوئی فرمائی جو بعد میں بالکل حق ثابت ہوئی۔

حضرت زید ابن خارجہ کے بعد المیت تکلم کرنے کا یہ واقعہ اور ان کا دوبارہ کلام قریب قریب ان سب کتابوں میں مروی ہے جو صحابہ کرام کے احوال میں لکھی گئی ہیں اور اکثر محدثین و رواۃ نے اس کو نقل کیا ہے امام بخاری تک نے اس کو ذکر کیا ہے، کما فی الاصابہ۔ (خواجہ محمد نقشبند و عبدالرحیم عشاق و ابوالرضا محمد عبدالغنی مرتبہ مولانا نعیم احمد فریدی مرحوم علیہ الرحمۃ مع ضمیمہ "اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی" از مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم ص ۱۷۱ تا ص ۱۷۳) (تنبیہ: محدثۃ الاخبار، انکار المنکرین بحواب ملفوظات محدث کشمیری، مرتب مولانا سید احمد رضا بجنوری مولف انوار الباری دامت برکاتہم ص ۱۲۸)

۔۔۔

گئے اور سورۂ ہود پڑھنی شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے۔ فمنھم شقی وسعید (یعنی پس بعض ان لوگوں میں سے بدبخت ہیں اور بعض نیک بخت) تو شیخ قبر کے اندر بلند آواز سے جواب دیتے ہیں کہ "لیس فیما شقی" (یعنی اے کمال ہم میں کوئی بدبخت نہیں ہے) اسی لئے علامہ کمال الدین ابن ہمام نے وقت انتقال وصیت کی کہ میں شیخ کی قبر کے متصل دفن کیا جاؤں۔ (اکمال بالشیخین ص ۳)

(۵) حضرت محمد بن نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے مرحوم ابونواس رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ رحمت کے لباس میں ہیں جب میں نے کہا کہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا، کہا کہ میں نے اپنی موت سے پہلے چند ابیات لکھے تھے جس کے باعث مجھے بخش دیا گیا اور وہ ابیات میرے تکیہ کے نیچے رکھے ہیں، چنانچہ صبح ہوتے ہی میں ان کے گھر پہنچا اور خواب کا واقعہ گھر والوں کو سنا کر تکیہ اٹھا کر دیکھا تو ابیات والا کاغذ پایا جس میں یہ اشعار تھے۔

یارب ان عظمت ذنوبی کثرۃ
فلقد علمت بان عفوک اعظم
ان کان لا یرجوک الا المحسن
فمن الذی یدعو ویرجو المجرم
ادعوک رب کما امرت تضرعا
فاذا ردت یدی فمن ذا یرحم
مالی الیک وسیلۃ الا الرجاء
وجمیل عفوک ثم انی مسلم

ترجمہ: (۱) اے میرے رب اگرچہ میرے گناہ بہت زیادہ ہیں لیکن میرا عقیدہ ہے کہ تیرا کرم اور عفو میرے گناہوں سے کئی درجہ زیادہ ہے۔

(۲) اگر جو تیری ذات پاک سے نیک بندہ ہی بخشش کا امیدوار ہوتو (مجھ جیسا سیاہ کار کس کو پکارے اور کس سے بخشش کی امید رکھے۔

(۳) اے خدا میں تجھے آہ وزاری کے ساتھ پکارتا ہوں جیسا کہ تو نے حکم دیا ہے اگر تو مجھ گنہگار کا دست دعا رد کردے تو مجھ گناہ کار پر کون رحم کرے۔

(۴) سوائے امید کے میرا کوئی وسیلہ نجات نہیں ہے اور در اصل بات یہ ہے کہ تیری بخشش تو روشن اور ظاہر ہے ہاں ایک بات یہ ہے کہ میں مسلمان اور اسلام کا نام لیوا ہوں۔

(۶) بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوابراہیم قاضی نیشاپوری سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تب کسی نے اس آدمی کی متعلق آپ سے کہا کہ حضرت اس شیخ کا عجیب قصہ ہے اس وقت حضرت ابراہیم نے اس سے کہا کہ اے شخص وہ کیا قصہ ہے اس نے کہا کہ حضور اس نے پہنے میں کفن چور تھا۔ اتفاقاً ایک عورت کا انتقال ہوگیا تو میں اس کی قبر کو پھیلنے کے لئے وہاں گیا اور اس پر نماز بھی پڑھی اور جب کہ رات کو میں

نے قبر کھود کر اس کی قبر پر اپنا خیمہ لگا دیا جب اس عورت نے کہا کہ سبحان اللہ یہ کیا کیا جب یہ بات ہے کہ ایک مفلس عورت کا کیا صحیح رہا ہے، تیرے خوش ہے کہ تو نے مجھ پر غمار پڑھی ہے اس کی خدا نے مغفرت فرمائی ہے۔ الفہم المستقیم (ص ۲۱۸ ص ۲۱۹)۔

(۷) "کتاب الصلاۃ" میں منقول ہے کہ ابو بکر ابن اینہ فرماتے ہیں کہ ایک روز خواب میں میں نے اپنے آپ کو قبرستان میں دیکھا دیکھا کہ اہل قبور اپنی اپنی قبروں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے جنت کی خوشبو اور ریحان ہے اور نیچ اشتاع حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ وقت فرما رہے ہیں تب میں نے حضرت معروف کرخی سے کہا کہ حضور آپ تو فوت ہو چکے ہیں۔ جواب میں فرمایا۔

مرت لنفسی حیاۃ لا نفاد لہا
فہنات فرد وہم فی النار احیاء

یعنی۔ جس نے پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کیا موت کے بعد اس کو ایسی زندگی میسر ہوتی ہے کہ جس کے فنا نہیں ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

شہیدان ملت کو کبھی مرتے نہیں دیکھا
حیات جاودانی ملتی ہے تو قبر ہو کر

(۸) مشہور ہی ہوتا یہ بیان کرتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ کی طرف آیا ایک منزل پر میں نے قیام کیا وہاں میں نے رات کو وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں وہاں ایک قبر بھی تھی میں وہی پر سو رہا کہ سو کر اٹھا پھر میری آنکھ غفلت کی وجہ سے صاحب قبر نے شکایت کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ تم نے آج رات مجھے ایذا پہنچائی (یعنی تسبیح کو کہ سوتے میں ایذا کا سبب ہوا) میں نے صاحب قبر سے کہا کہ قبر والے زندہ لوگوں کا عمل کرتے ہوئے (اس کا نتیجہ کیا) علم تم کو نہیں ہے اور مردوں کو علم ہو گیا ہے مگر افسوس ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ پھر کہا کہ جو دو رکعتیں قم نے اس وقت پڑھیں وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے زندہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بہتر جزا دے میری طرف سے ان کو سلام پہنچا دینا ان کی دعاؤں سے مردوں کو پہاڑوں کی عظیم مقدار میں انوار ملتے ہیں۔

(اہل قبور کی زندوں سے ہم کلامی ص ۱۶۱ ص ۱۶۲ از محمد منظور نعمانی مدظلہم خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ)

(۹) خلیل القدر تابعی حضرت عبداللہ خراشی فرماتے ہیں کہ ایک بعد کے دن میں ایک قبرستان کے پاس سے گذرا میں نے دیکھا کہ ایک جنازہ وہاں آیا ہوا ہے میں نے سوچا کہ میں قبر کھودنے میں اس جنازہ میں بھی شرکت کروں چنانچہ میں اپنی اونٹنی سے قبرستان میں اترا کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا ایک طرف کیا اور وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی دربار رب العزت میں مختصر دعا کی اس کے بعد مجھے نیند آگئی۔ بیدار ہوا تو قبر کھلی۔ میں نے دیکھا کہ صاحب قبر مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تم نے یہ دو رکعتیں زیادہ اچھی نہیں پڑھیں۔ میں نے کہا ہاں بے شک ایسا ہی ہے۔ اس صاحب قبر نے فرمایا تم زندہ لوگ عمل کرتے ہو لیکن تم کو علم نہیں ہے (یعنی عمل کے ثواب وغیرہ کے بارے میں وہ علم نہیں ہے جو مرنے کے بعد تم کو حاصل ہو گیا ہے) اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم یہاں کوئی نہیں

کر لیتے (پس تم لوگوں پر رشک کرتے ہیں) بخدا اگر مجھے یہاں ایسی بھلی اور مختصر سی دو رکعتیں پڑھنے کا موقع دے دیا جائے جیسی تم نے پڑھی ہیں تو یہ سب کچھ یہ دو رکعتیں چوڑ دنیا اور اس کے سارے سازوسامان سے زیادہ دل نشین (معروف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ) اس کے بعد میں نے اس صاحب قبر سے پوچھا کہ یہاں کس قسم کے لوگ مدفون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ خدا کے فضل سے سب مسلمین ہیں اور سب کو اللہ تعالیٰ کا فضل نصیب ہے میں نے کہا اچھا یہ بتائیے کہ یہاں کے مدفونوں میں سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس قبر والے کو میرے لئے یا میرے لئے یا میرے لئے ہی بنا دے تاکہ میں اس سے کچھ باتیں کر سکوں تو اس قبر سے ایک جوان نکل کر میرے سامنے آ گیا۔ میں نے اس سے کہا آپ یہاں والوں میں سب سے افضل ہیں اس نے کہا یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں میں نے کہا اس چھوٹی سی عمر میں آپ کو یہ بلند مقام کیوں کر حاصل ہوا؟ کیا نماز و صوم اور عبادتِ کثیر اللہ اور دوسرے اعمال کی کثرت سے؟ انہوں نے کہا میرا معاملہ یہ ہے کہ مجھے دنیوی زندگی میں مصائب اور تکلیف کا بہت سامنا ہوا اور مجھے ان پر صبر کی توفیق ملی (رس اللہ خاں کا یہ خاص فضل اکثر صوفیا کا مسئلہ ہے۔

(بال جبریل کی زندوں سے کہانی ص ۱۹۲ ہس ۲۰۳)

(۱۰) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے عبد صنعان کا نہایت عجیب و غریب واقعہ صعب بن جثامہ اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہم کا نقل کیا ہے۔

صعب بن جثامہ اور عوف بن مالک ان دونوں کے درمیان عہد موالات (منہ بولے بھائی چارہ کا معاہدہ) ہوا تھا جس میں سے صعب بن جثامہ کا انتقال ہو گیا، عوف بن مالک نے ان کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے (چند دوسری باتوں کے علاوہ) عوف کو یہ بھی بتایا کہ میں نے خلاف یہودی سے دس دینار قرض لئے تھے اور وہ میرے پاس "قرن" (سینگ) میں رکھے ہوئے ہیں وہ اس یہودی کو دے دیجئے، عوف کہتے ہیں کہ صبح ہوئی تو میں نے دل میں کہا کہ اس کو خواب میں تو بڑی تعظیم اور بڑا پیغام ہے میں صعب کے گھر آیا، سب سے پہلے میں نے "قرن" اتروایا اور جو کچھ اس میں تھا اس کو نکالا تو اس میں وہ تھیلی نکلی جس میں دینار رکھے تھے، میں وہ دینار لے کر اس یہودی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ کیا صعب پر تمہارا کچھ قرض تھا؟ نہیں تو اس نے کہا۔ ہاں انہوں نے دس دینار قرض لئے تھے عوف کہتے ہیں کہ میں نے وہ دینار جو قرن سے نکلوائے تھے وہ اس کے سامنے ڈال دیئے تو اس نے دیکھ کر کہا خدا کی قسم یہ تو جمیع میرے والے دینار ہیں۔" (کتاب الروح ص ۱۹ مختصراً ملخصاً "بحوالہ" اہل قبور کی نذروں سے نام نہاد ص ۱۹۲)

(۱۱) اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ حضرت ابن قیس بن شماس کا ہے جس کو ابو نعیم و عبدالبر نے سند کے ساتھ ان کی صاحبزادی کی روایت سے نقل کیا ہے۔

ثابت بن قیس بمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے (یعنی اس جنگ میں جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حق نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر کے ساتھ حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں لڑی گئی) جس وقت وہ شہید ہوئے تو ان کے جسم پر ایک بہت نفیس اور قیمتی زرہ تھی، مسلمانوں ہی کے لشکر میں کا ایک آدمی ان کے پاس سے گذرا تو اس نے ان کی وہ زرہ اتار کر اپنے قبضہ میں کر لی۔ لشکر کے ایک مجاہد نے ثابت بن قیس کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ تم یہ خیال کرو کہ یہ ایک بے حقیقت خواب ہے، اس کو ضائع کر دو، مجھے کسی نے

(۲) امام ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۴)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

عن ابن عباس رضی الله عنه قال انطلق ابوسعید الخدری لا الله الا هو لقد اخذت ماتة الفاتحة فی الجحدة ومعی حمید الطویل فلم یمر بنا علیه الناس سفطت لیه فاذا هو فی قبر یصلی وکان یقول فی دعائه اللهم ان کنت اعطیت احدا من خلقک الصلوة فی قبره فاعطنیها فما کان الله یرد دعاءه

(اخرجه ابو یعلی فی الجعدیه)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ثابت بنانی سے قرآن کریم کی ستر سورتیں سنی ہیں اور حمید طویل کہتے ہیں کہ میں نے ثابت بنانی سے قرآن کریم کی ستر سورتیں سنی ہیں اور حمید طویل کہتے ہیں کہ میں نے ثابت بنانی سے قرآن کریم کی ستر سورتیں سنی ہیں۔ ایک دن ہم ان سے ملنے گئے تو ہم نے ان کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ وہ اپنی نماز میں یہ دعا مانگ رہے تھے اے اللہ اگر آپ نے قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت کسی کو دی ہے تو مجھ کو بھی عطا فرما دیجئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی (بلکہ جیسا کہ آگے آرہا ہے یہ کرامت معاویہ بن قرہ کے واسطہ سے ہوئی) (فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۴ و ج ۱۰ ص ۳۹۱ و ص ۳۹۰ مطبوعہ ملتان و ترمذی ص ۲۰۱ ج ۲ کتاب الزہد)

(۴) بخاری نے عباس قال ان بعض اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم جلس علی قبر وهو لا یحسب انه قبر اذا فیه انسان یقرء سورة الملک حتی ختمها فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فاخبره فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هی المانعة وهی المنجیة تنجیه من عذاب القبر

(اخرجه الترمذی) (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۹۰ و ۳۹۱ مطبوعہ ملتان و ترمذی ص ۲۰۱ ج ۲ کتاب الزہد)

ترجمہ: بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک قبر پر خیمہ لگایا ہوا تھا ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہ قبر ہے کیونکہ یہ ایک آدمی کے لئے جگہ تھی (جو سورۃ ملک پڑھ رہا تھا) یہاں تک کہ اس نے پوری سورۃ پڑھ لی (اس کی آواز سن کر) ان صحابہ نے آپ سے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک شخص نے قبر پر خیمہ لگایا ہوا تھا ہمیں معلوم نہیں تھا کہ اس میں کوئی ہے اور اس نے سورۃ ملک پڑھنا شروع کر دی یہاں تک کہ وہ ختم ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ سورت (عذاب سے) بچانے والی ہے اور (عذاب سے) نجات دینے والی ہے

(۱۴) حکایت

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اخبار الاخیار میں شیخ محمد ترک نارنولی کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ وہاں دو شہیدوں کی قبریں ہیں ایک کو یوپہ بلند زمین بلند شہید اور دوسرے کو یوپہ نشیب زمین نشیب شہید کہتے ہیں یہ دونوں شہدا حفاظ کلام اللہ تھے کہتے ہیں کہ بعض بزرگوں نے ان کی قبروں سے تلاوت قرآن کی آواز سنی ہے جو بطریق دور پڑھتے تھے۔

(۱۵) حکایت:

صاحب خزینۃ الاصفیا شیخ روزبہان کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوطاہر جو شیخ روزبہان کے اصحاب میں سے ہیں کہتے ہیں کہ میں اور شیخ روزبہان ہر روز صبح کو قرآن کا دور کیا کرتے تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا تو دنیا میری نظر میں تیرہ و تار یک ہو گئی، ایک دن میں نے پچھلی رات کو اٹھ کر نماز پڑھی اور شیخ کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا مگر مجھے اپنی تنہائی پر رونا آیا اسی حالت میں میں نے شیخ کی قبر سے تلاوت قرآن کی آواز سنی اور جب تک لوگ جمع نہیں ہوئے برابر مشغول رہا یہی حال ایک عرصہ تک رہا مگر جب میں نے اس کا ذکر اپنے ایک دوست سے کر دیا تو اس روز سے آواز کا آنا موقوف ہو گیا۔

(۱۶) حکایت:

صاحب مآثر الکرام نے بحوالہ کتاب اخبار الاصفیا رقم فرمایا ہے کہ حافظ محمود قرآن خواں بخارائی قدس سرہٗ جو اپنے وقت کے ممتاز و برگزیدہ بزرگ تھے جب سے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو تشریف لے گئے ہمیشہ ہر شب جمعہ کو ان کے مرقد منور سے قرآن خوانی کی آواز مشتاقین کو سنائی دیتی ہے۔

(۱۷) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع احکام القرآن میں تحریر فرماتے ہیں۔

علامہ یافعی نے روض الریاحین میں بعض صالحین سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک شخص کی قبر کھودی اور لحد بنانی لحد بناتے ہوئے اس کے قریب کے قبر کی ایک اینٹ گر پڑی میں نے دیکھا کہ ایک شیخ تشریف فرما ہیں اور ان کے بدن پر سفید کپڑے ملبوس ہیں ان کی گود میں ایک قرآن ہے جو سونے کا لکھا ہوا ہے اور تلاوت میں مشغول ہیں انہوں نے سر اٹھایا اور مجھ سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا قیامت قائم ہو گئی؟ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے کہا اینٹ اسی جگہ رکھ دو اللہ آپ کو عافیت سے رکھے چنانچہ میں نے اینٹ اسی جگہ رکھ دی۔

وبشبه هذا ما حكاه ايضا فيمن في روض الرياحين عن بعض الصالحين قال: حضرت قبر الرجل من العباد والحدته فبينا انا اسوي اللحد اذ سقطت لبنة من لحد قبر بليه، فنظرت، فاذا بشيخ جالس في القبر عليه ثياب بيض تقطع وفي حجره مصحف من ذهب مكتوب بالذهب وهو يقرأ فيه فرفع رأسه وقال لي اقامت القيامة رحمك الله؟ قلت لا. قال رد اللبنة الى موضعها عافاك الله تعالى فرددتها

(۱۷) تفسیر القرآن ص ۱۷۸ ج ۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی پاکستان۔

(۱۸) تفسیر احکام القرآن میں ہے۔

ابن ابی الدنیا (رحمۃ اللہ علیہ) نے داؤد بن فرقد سے نقل کیا ہے۔ ابن سیلمان فرماتے ہیں کہ میں ایک جنازہ میں گیا اور وہ کافی مختصر پڑھیں، پھر ایک قبر سے قبیلہ اسدی کو دفن کیا میں بھی بیدار تھا کہ قبر سے ایک آواز آئی تم اندر جاؤ۔ تم نے مجھے ایسا ویسا کہا تھا تم عمل کرتے ہو لیکن تم کو علم نہیں (یہ اس کا نتیجہ ہے) اور ہم جانتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے۔ اللہ کی قسم میں تمہاری طرح دو رکعتیں پڑھا کرتا تھا۔ تیرا فیصلہ مجھ سے اخرج ابن ابی الدنیا والبیہقی فی دلائل النبوۃ من طریق المعتمر بن سلیمان عن ابیہ عن ابی عثمان النہدی عن ابن مسعود قال دخلت المقبرۃ فصلیت رکعتین رکعتین خفیفتین ثم اضطجعت ابی قبر فو اللہ انی لبین النائم والیقظان اذ سمعت قائلا فی القبر یقول، قم فقد اذنبنا، انکم لتعملون ولکن لا تعلمون ونحن نعلم ولا نعمل واللہ لان اکون صلیت مثل رکعتیک احب الی من الدنیا وما فیہا (احکام القرآن ص ۱۷۹ ج ۳)

(۱۹) تفسیر احکام القرآن میں ہے۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اپنی سند کے ساتھ جس میں ایک راوی مجہول ہیں حمید بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں ہم امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ صفین کے قبرستان میں داخل ہوئے آپ نے پکارا اے اہل قبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہم میں اپنی خبر بتاؤ یا تم ہم سے خبر سننا چاہتے ہو۔ راوی نے ایک قبر میں سے آواز سنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین ہمارے بعد کیا ہوا آپ نے کہا خبر بتاؤ حضرت علی نے فرمایا تمہاری بیویوں نے نکاح کر لیا تمہارا مال تقسیم کر لیا اولاد یتیم ہو گئی تمہارے مکانوں میں تمہارے دشمن رہنے لگے یہ ہماری خبر ہے تمہارے کیا خبر ہے؟ ایک میت نے جواب دیا تحقیق کہ کفن پھٹ گئے بال بکھر گئے ہم کے لقمے بن گئے آنکھیں نکل پڑیں ناک سے خون بہہ پڑا کہ ہم نے جو آگے بھیجا وہ پایا اور جو چھوڑ کر آئے اس میں ہمیں نقصان ہوا اور ہم اپنے اعمال میں مرہون و گروی ہیں۔

واخرج الحاکم فی تاریخ نیسابور و البیہقی و ابن عساکر فی تاریخ دمشق بسند فیہ من یجہل عن سعید بن المسیب قال: دخنا مقابر البقیعۃ مع علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فنادی، یا اہل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تخبرونا ام نخبرکم ان نخبرکم؟ قال فسمعنا صوتا من داخل القبر وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین اخبرنا عما کان بعدنا فقال علی رضی اللہ عنہ اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد قسمت والاولاد فقد صیر والی زمرۃ الیتامی والبناء الذی شیدتم فقد سکنہ اعداءکم فہذا اخبار ما عندنا فما خبار ما عندکم فاجابہ بیت۔ قد تخرقت الاکفان وانشرت الشعور و تفقعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت المناخر بالقیح والصدید وما قدمناہ وجدناہ وما خلفناہ خسرناہ ونحن مرہونون بالاعمال (احکام القرآن ص ۱۷۸، ص ۱۷۹ ج ۳)

(۲۰) امام بخاری نے تاریخ میں اور ابن مندہ نے حضرت عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے

آپ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے ثابت بن قیس شماس کو جنت کی بشارت دی تھی اور آپ بیٹھے ہوئے تھے جب ہم نے اس واقعہ میں اختلاف کیا تو ہم نے ان کو یہ کہتے سنا کہ محمد رسول اللہ کے رسول ہیں ابوبکر سچے ہیں عمر تصدیق ہیں عثمان شہادت والے ہیں تم میں کہ علماء ورع تھے اور مرد صالح تھے کیا تم نے ان کو نہیں پہچانا۔ (اصابہ ج ۱ ص ۱۲۵)

لیا از اصح الاسخاری فی تاریخہ و ابن مندہ عن عبداللہ بن عبید اللہ الانصاری قالت کنت فی مجلس ثابت بن قیس بن شماس و کان خطیب یوم الیمامۃ فلما لاحظہ فروہ سمعناہ یقول "محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الشہید عثمان امین رحیم" فنظر الیہ فاذا ھو میت راجعہ القرآن ص ۱۸ ج ۳۔

(۲۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرور صاحب جو ہدایت اللہ علیہ السلام کے خاص صحابہ تھے آپ نے روضہ اطہر پر اپنے کانوں سے نقل فرمائے ہیں۔

ایک کفن چور قبر میں گھسا کفن چرایا کہتا تھا اس نے ایک قبر کھودی تو اس میں ایک شخص کو اپنے تخت پر لیٹے ہوئے قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا وہ قرآن پڑھ رہے تھے میں اور ان کے تخت کے نیچے ایک شیر نر اس شخص پر لپکی۔ شدت طارق حمل کے لیے دوش ہو کر لپکا تو اس نے اسے قبر سے نکالا اگلے دن بعد عشاء آپ دوستوں نے قصہ پوچھا تو اس نے سر جھکا لیا۔ بعض لوگوں نے اس قبر کے رہنے والے کی تمنا کی اس سے پوچھا کہ قبر تنگ و تاریک اس نے اور بھی کہا تو اس نے کہا کہ ان قبروں کے رہنے والے جو کچھ کہتے ہیں ان کو سچ کہتے ہیں۔ کفن چور نے اسے قبر میں تو زندگی آنکھوں میں پھر جانے کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ میں نے جو کیا کہنے میں نہ آئے گا۔ (روضہ اطہر صدقات حصہ دوم ص ۲۷۵)

(۲۲) نیز فضائل صدقات میں ہے۔

"شیخ ابو محمد خطیب کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل ظہر کے وقت سر بازار اپنا پیشاب سر سے ہوں گا۔ دوسرے دن عین وقت مسجد سے آیا دکان کیا دیکھتا ہوں کہ سر کی میں نے اس کو قتل دیا اور کفن لیا۔ رات میں نے اس کو خواب میں کہا تو اس نے آنکھیں کھول دیں میں نے کہا تو مرنے کے بعد بھی زندگی ہے۔ کہا کہ ہاں زندہ ہوں اور اللہ کا عاشق زندہ ہی رہتا ہے۔ (روضہ از فضائل صدقات ص ۲۷۵ حصہ دوم)

(۲۳) نیز فضائل صدقات میں ہے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مرید کو اس حال میں پایا اس نے میرے منہ کھولا پھر لیا میں نے جانا یہ انکھوا چھوا ہے مجھے معلوم ہے کہ تو مر نہیں ہے یہ ایک مکان ہے ہم سے دوسرے مکان میں انتقال ہوا۔ اس نے میرا منہ کھولا چھوڑ دیا۔ شیخ ان اکابر مشہور بزرگ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا میں ان کو نہلانے کے تختہ پر لٹکا تو وہ جنبش کرنے لگے تبدیلی والے چھوڑ کر چلا دیے۔ آخر کار میت ان کے نہلانے کی نہ بچی تھی ایک اور بزرگ ان سے ملنے آئے تو انہوں نے قتل دیا۔ (روضہ از فضائل صدقات ص ۲۷۶ حصہ دوم)

ان کے بعد حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ روضہ صاحب نے حیرت سے واقعات ان مردوں کے ایسے لکھے ہیں جن سے ان کے مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد کی حیات ثابت کی ہے یا کہ فرشتوں کی زیارت

(۲۴) امام جلال الدین سیوطی نے اپنے والد شریف کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک دفعہ حج کو تشریف لے گئے تو وہاں سے واپسی پر مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے اور وہیں مجاورت اختیار کر لی۔ (حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۱۵۶)

اب آخر میں اپنے والد بزرگوار اور مرشد کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔

(۲۵) امام جلال الدین سیوطی نے اپنے والد شریف کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک دفعہ حج کو تشریف لے گئے تو وہاں سے واپسی پر مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے اور وہیں مجاورت اختیار کر لی۔ (حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۱۵۶)

اب آخر میں اپنے والد بزرگوار اور مرشد کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔

(۲۵) حقیقت یہ ہے کہ میرے والد شریف نے ایک بزرگ شیخ محمد فاضل سورقندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ان سے خلافت حاصل کی تھی۔ شیخ موصوف ۱۳۰۲ھ میں بمقام سورقند پیدا ہوئے اور ۱۳۷۱ھ میں بمقام سورقند وفات پائی۔ میرے والد شریف نے ۱۳۳۲ھ میں شیخ موصوف سے بیعت کی تھی۔ اس وقت میرے والد شریف کی عمر ۲۲ سال کی تھی اور شیخ موصوف کی عمر ۳۲ سال کی تھی۔ میرے والد شریف نے شیخ موصوف سے ۱۳۳۲ھ سے ۱۳۳۷ھ تک یعنی پانچ سال تک فیض حاصل کیا۔ ۱۳۳۷ھ میں شیخ موصوف نے میرے والد شریف کو خلافت عطا فرمائی۔ اس وقت میرے والد شریف کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ شیخ موصوف نے ۱۳۳۷ھ سے ۱۳۷۱ھ تک یعنی ۳۴ سال تک میرے والد شریف کو اپنی صحبت سے فیض پہنچایا۔ میرے والد شریف نے شیخ موصوف کی وفات کے بعد ۱۳۷۱ھ سے ۱۳۸۲ھ تک یعنی گیارہ سال تک سورقند میں قیام کیا۔ ۱۳۸۲ھ میں میرے والد شریف نے سورقند سے ہجرت کی اور ۱۳۸۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۳۸۳ھ سے ۱۳۹۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۳۹۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۳۹۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۳۹۳ھ سے ۱۴۰۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۴۰۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۴۰۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۴۰۳ھ سے ۱۴۱۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۴۱۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۴۱۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۴۱۳ھ سے ۱۴۲۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۴۲۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۴۲۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۴۲۳ھ سے ۱۴۳۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۴۳۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۴۳۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۴۳۳ھ سے ۱۴۴۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۴۴۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۴۴۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۴۴۳ھ سے ۱۴۵۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۴۵۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۴۵۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۴۵۳ھ سے ۱۴۶۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۴۶۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۴۶۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۴۶۳ھ سے ۱۴۷۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۴۷۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۴۷۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۴۷۳ھ سے ۱۴۸۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۴۸۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۴۸۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۴۸۳ھ سے ۱۴۹۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۴۹۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۴۹۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۴۹۳ھ سے ۱۵۰۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۵۰۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۵۰۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۵۰۳ھ سے ۱۵۱۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۵۱۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۵۱۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۵۱۳ھ سے ۱۵۲۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۵۲۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۵۲۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۵۲۳ھ سے ۱۵۳۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۵۳۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۵۳۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۵۳۳ھ سے ۱۵۴۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۵۴۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۵۴۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۵۴۳ھ سے ۱۵۵۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۵۵۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۵۵۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۵۵۳ھ سے ۱۵۶۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۵۶۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۵۶۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۵۶۳ھ سے ۱۵۷۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۵۷۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۵۷۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۵۷۳ھ سے ۱۵۸۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۵۸۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۵۸۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۵۸۳ھ سے ۱۵۹۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۵۹۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۵۹۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۵۹۳ھ سے ۱۶۰۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۶۰۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۶۰۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۶۰۳ھ سے ۱۶۱۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۶۱۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۶۱۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۶۱۳ھ سے ۱۶۲۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۶۲۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۶۲۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۶۲۳ھ سے ۱۶۳۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۶۳۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۶۳۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۶۳۳ھ سے ۱۶۴۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۶۴۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۶۴۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۶۴۳ھ سے ۱۶۵۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۶۵۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۶۵۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۶۵۳ھ سے ۱۶۶۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۶۶۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۶۶۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۶۶۳ھ سے ۱۶۷۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۶۷۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۶۷۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۶۷۳ھ سے ۱۶۸۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۶۸۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۶۸۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۶۸۳ھ سے ۱۶۹۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۶۹۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۶۹۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۶۹۳ھ سے ۱۷۰۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۷۰۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۷۰۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۷۰۳ھ سے ۱۷۱۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۷۱۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۷۱۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۷۱۳ھ سے ۱۷۲۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۷۲۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۷۲۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۷۲۳ھ سے ۱۷۳۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۷۳۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۷۳۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۷۳۳ھ سے ۱۷۴۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۷۴۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۷۴۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۷۴۳ھ سے ۱۷۵۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۷۵۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۷۵۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۷۵۳ھ سے ۱۷۶۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۷۶۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۷۶۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۷۶۳ھ سے ۱۷۷۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۷۷۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۷۷۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۷۷۳ھ سے ۱۷۸۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۷۸۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۷۸۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۷۸۳ھ سے ۱۷۹۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۷۹۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۷۹۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۷۹۳ھ سے ۱۸۰۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۸۰۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۸۰۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۸۰۳ھ سے ۱۸۱۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۸۱۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۸۱۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۸۱۳ھ سے ۱۸۲۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۸۲۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۸۲۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۸۲۳ھ سے ۱۸۳۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۸۳۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۸۳۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۸۳۳ھ سے ۱۸۴۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۸۴۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۸۴۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۸۴۳ھ سے ۱۸۵۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۸۵۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۸۵۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۸۵۳ھ سے ۱۸۶۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۸۶۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۸۶۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۸۶۳ھ سے ۱۸۷۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۸۷۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۸۷۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۸۷۳ھ سے ۱۸۸۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۸۸۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۸۸۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۸۸۳ھ سے ۱۸۹۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۸۹۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۸۹۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۸۹۳ھ سے ۱۹۰۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۹۰۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۹۰۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۹۰۳ھ سے ۱۹۱۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۹۱۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۹۱۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۹۱۳ھ سے ۱۹۲۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۹۲۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۹۲۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۹۲۳ھ سے ۱۹۳۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۹۳۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۹۳۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۹۳۳ھ سے ۱۹۴۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۹۴۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۹۴۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۹۴۳ھ سے ۱۹۵۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۹۵۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۹۵۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۹۵۳ھ سے ۱۹۶۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۹۶۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۹۶۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۹۶۳ھ سے ۱۹۷۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۹۷۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۹۷۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۹۷۳ھ سے ۱۹۸۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۱۹۸۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۱۹۸۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۹۸۳ھ سے ۱۹۹۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۹۹۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۱۹۹۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۱۹۹۳ھ سے ۲۰۰۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۰۰۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۰۰۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۰۰۳ھ سے ۲۰۱۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۰۱۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۰۱۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۰۱۳ھ سے ۲۰۲۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۰۲۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۰۲۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۰۲۳ھ سے ۲۰۳۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۰۳۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۰۳۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۰۳۳ھ سے ۲۰۴۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۰۴۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۰۴۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۰۴۳ھ سے ۲۰۵۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۰۵۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۰۵۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۰۵۳ھ سے ۲۰۶۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۰۶۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۰۶۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۰۶۳ھ سے ۲۰۷۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۰۷۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۰۷۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۰۷۳ھ سے ۲۰۸۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۰۸۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۰۸۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۰۸۳ھ سے ۲۰۹۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۰۹۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۰۹۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۰۹۳ھ سے ۲۱۰۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۱۰۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۱۰۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۱۰۳ھ سے ۲۱۱۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۱۱۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۱۱۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۱۱۳ھ سے ۲۱۲۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۱۲۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۱۲۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۱۲۳ھ سے ۲۱۳۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۱۳۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۱۳۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۱۳۳ھ سے ۲۱۴۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۱۴۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۱۴۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۱۴۳ھ سے ۲۱۵۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۱۵۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۱۵۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۱۵۳ھ سے ۲۱۶۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۱۶۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۱۶۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۱۶۳ھ سے ۲۱۷۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۱۷۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۱۷۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۱۷۳ھ سے ۲۱۸۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۱۸۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۱۸۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۱۸۳ھ سے ۲۱۹۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۱۹۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۱۹۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۱۹۳ھ سے ۲۲۰۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۲۰۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۲۰۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۲۰۳ھ سے ۲۲۱۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۲۱۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۲۱۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۲۱۳ھ سے ۲۲۲۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۲۲۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۲۲۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۲۲۳ھ سے ۲۲۳۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۲۳۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۲۳۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۲۳۳ھ سے ۲۲۴۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۲۴۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۲۴۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۲۴۳ھ سے ۲۲۵۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۲۵۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۲۵۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۲۵۳ھ سے ۲۲۶۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۲۶۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۲۶۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۲۶۳ھ سے ۲۲۷۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۲۷۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۲۷۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۲۷۳ھ سے ۲۲۸۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۲۸۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۲۸۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۲۸۳ھ سے ۲۲۹۲ھ تک یعنی نو سال تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۲۲۹۲ھ میں میرے والد شریف نے مدینہ منورہ سے ہجرت کی اور ۲۲۹۳ھ میں مکہ معظمہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۲۹۳ھ سے ۲۳۰۲ھ تک یعنی نو سال تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ۲۳۰۲ھ میں میرے والد شریف نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اور ۲۳۰۳ھ میں مدینہ منورہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میرے والد شریف نے ۲۳۰۳ھ سے ۲۳۱۲ھ تک یعنی نو سال ت

ہو تو تحریر ہو۔

(الجواب باللہ تعالیٰ کے نیک اور مقرب بندے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سفر کر سکتے ہیں حج کے لئے بھی جا سکتے ہیں مشیت الٰہی پر موقوف ہے خود ان کا اختیار نہیں ہوتا اور یہ درجہ ولایت متابعت نبی پیروی اور اتباع شریعت کی برکت سے حاصل ہوتا ہے یہ ان کی کرامت اور حضور اقدس ﷺ کا معجزہ ہوگا۔

حقیقت السورت میں ہے۔ سورت کے ایک بزرگ شیخ محمد فاضل سورتی رحمہ اللہ (آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۳۱ھ میں ہوئی اور سن وفات ۱۲۰۲ھ ہے) جس روز آپ کی وفات ہوئی وہ عرفہ کا دن تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چالیس حج کئے ہیں، چنانچہ سورت کے کچھ باشندے حج سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو ان کا بیان ہے کہ ہم نے مولانا صاحب کو حج کے دوران عرفات میں دیکھا تھا۔

دیکھئے ناظرین! آنجناب یہ حج بدلی منعقد کہ ہمارے حج میرے حج چوں بعضی از ساکنان سورت از حج فارغ شدہ مدینہ منعقد کہ مولوی صاحب را در عرفات بروز حج دیدہ بودم۔ (حقیقت السورت فارسی ص ۹۳)

حیاتی ایک واقعہ۔ کمال الشیم میں شیخ عطاء اللہ اسکندری رحمہ اللہ مصنف "الحکم" کا لکھا ہے (شیخ احمد بن محمد بن عبد الکریم بن عطاء اللہ نے الحکم تصنیف فرمائی، آپ ابن عطاء اللہ اسکندری کے نام سے مشہور تھے۔ الحکم کے مضامین باب پر منقسم نہ تھے اس لئے شیخ علی متقی نے الحکم کے متفرق مضامین کو ابواب کے ماتحت مرتب فرمایا اور اس کتاب کا نام "تبویب الحکم" رکھا۔ پھر حضرت العلامہ مولانا الحاج خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے تبویب الحکم کا اردو میں ترجمہ کیا، اور اس کا نام "اتمام الحکم" رکھا، اس کے بعد مولانا محمد عبد اللہ صاحب تونکی نے اتمام الحکم کی شرح لکھی، اور اس شرح کا نام "اکمال الشیم" رکھا، اس اکمال الشیم میں شیخ عطاء اللہ اسکندری کے مختصر حالات قلم بند کئے ہیں، ان کے حالات میں یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے)

"شیخ کے تلامذہ میں سے کوئی صاحب حج بیت اللہ کے لئے گئے تو شیخ کو انہوں نے مطاف میں پایا، حالانکہ ان کو اپنے مقام پر چھوڑ گئے تھے، پھر آگے چل کر مقام ابراہیم میں دیکھا اس کے بعد پھر صفا مروہ کی درمیان دیکھا۔ اس کے بعد عرفہ میں بھی دیکھا، جب حج سے واپس آئے تو شاگرد نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ میرے بعد شیخ کو کب چلے گئے تھے، لوگوں نے انکار کیا جب استاذ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت کیا کہ سفر حج میں کن کن لوگوں کو دیکھا، شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو بھی دیکھا تھا، شیخ مسکرا دیئے۔

غفر اللہ لہ ولنا ولجمیع عباد اللہ الصالحین بحرمۃ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ الطاہرین ومتبعی سنتہ اجمعین (اکمال الشیم ص ۳۰ ج ۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

حجر اسود کا بوسہ دینے میں اس کی عبادت کا شائبہ

(سوال ۳۰) غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان حجر اسود کو بوسہ دے کر اس کی پوجا کرتے ہیں، ان کو کیا جواب دیا جائے؟

(الجواب) حجر اسود کو بوسہ محبت کی غرض سے دیا جاتا ہے، بطور عبادت و عظمت اور حاجت روا جان کر نہیں دیا جاتا۔

[illegible] لا تسمع ولا تبصر ولا تنفع ولا تضر وہی رہی ان فلنک ما
انفلنک والی اپنی جگہ۔

[illegible] ایک چھوٹے [illegible] [illegible]

[illegible] ایک [illegible] [illegible]
وقت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
انی لا علم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما
انفلنک (مستدرک حاکم و حول مکانہ والصواعق المحرقہ فصل ثالث ص ۲۴۹)۔

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

طاعون سے متعلق اسلامی تعلیمات:

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

والحرام) حضرت مصطفیٰ و مصطفیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمہارے لئے چھوڑ کر جا رہا ہوں دو چیزیں تم جب تک ان پر قائم رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری چیز میری سنت ہے۔ اس حدیث کو امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

ترجمہ: اور آپ اپنی خواہش نفس سے باتیں نہیں بناتے ہیں آپ کا ارشاد نہیں مگر وحی جو کہ آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ قرآن مجید اور حدیث کے ان واضح ارشادات کی روشنی میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

سمعت ابا ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر الخ (بخاری شریف ص ۸۵۲)

کتاب الطب باب الجذام (مسلم شریف ص ۲۱۳ باب الفال والطیرۃ)

ترجمہ: میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے تین چیزوں کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف دو چیزوں کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ پندرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ پندرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سولہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ پندرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سولہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سترہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ پندرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سولہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سترہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اٹھارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ پندرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سولہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سترہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اٹھارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ انیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ پندرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سولہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سترہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اٹھارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ انیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ پندرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سولہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سترہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اٹھارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ انیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اکیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ پندرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سولہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سترہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اٹھارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ انیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اکیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بائیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ پندرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سولہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سترہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اٹھارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ انیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اکیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بائیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیئسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے۔ اس حدیث میں آپ نے صرف ایک چیز کی نفی فرمائی ہے۔ ایک متعدی بیماری کی نفی فرمائی ہے۔ دوسری بدشگونی کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری الو کی نفی فرمائی ہے۔ چوتھی صفر کی نفی فرمائی ہے۔ پانچویں ہامہ کی نفی فرمائی ہے۔ چھٹی ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ساتویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ آٹھویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ نویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ دسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ گیارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چودہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ پندرہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سولہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ سترہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اٹھارہویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ انیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ اکیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ بائیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ تیئسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ چوبیسویں ستارہ کی نفی فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اسلام میں متعدی بیماری کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ہی الو کوئی چیز ہے اور نہ ہی صفر کوئی چیز ہے اور نہ ہی ہامہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ ہی ستارہ کوئی چیز ہے اور نہ

[illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] [illegible] [illegible]

لسلک فی العذاب لا یدفعه الفرار و بما یمنعه التوبة والاستغفار (ان ملک فرماتے ہیں کہ طاعون عذاب الٰہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنوں کے لئے رحمت بنادیا ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۶۰ ج ۳ ملا علی)

تیسرا اس میں یہ حکمت بھی پیش نظر ہے کہ اگر سب وہاں سے نکل جائیں گے تو بیماروں کی عیادت اور تیمارداری کون کرے گا اور مریضوں کی تجہیز و تکفین کون انجام دے گا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اخلاص نصیب فرمائے۔

ومحتمل انه کره ذلک مخافه من یقع المرض فی رحیل الاصحاء فی المنحوس عن حاجتهم و ترک الاموات بلا صیحة فلا یحسنهم من یقوم بامرهم و یصلی علیهم التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح ۲ ۱۹۹ (یہ بھی ممکن ہے کہ طاعون زدہ علاقہ سے لوگوں کے نکل جانے کی وجہ سے بیماروں کی تیمارداری اور مرنے والوں کی تجہیز و تکفین کا انتظام نہ ہو سکے)

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ جس علاقہ میں طاعون کی وبا پھیلے وہاں کے لوگ وہاں سے نہ نکلیں اور صبر کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو شہید کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے

عن عائشة رضی الله عنها زوج النبی صلی الله علیه وسلم انها اخبرته انها سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الطاعون فاخبرها ان الله صلی الله علیه وسلم انه کان عذابا یبعثه الله علی من یشاء فجعله الله رحمة للمؤمنین فلیس من عبد یقع الطاعون فیمکث فی بلده صابرا یعلم انه لن یصیبه الا ما کتب الله له الا کان له مثل اجر الشهید (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۵۲ کتاب الطب باب اجر الصابر فی الطاعون)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے متعلق دریافت کیا آپ ﷺ نے فرمایا یہ (پہلے) بعض کے لئے ایک عذاب ہے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے (اسے عذاب) کے بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس (طاعون) کو ایمان والوں کے لئے رحمت بنادیا ہے چنانچہ جس شخص (فرد) طاعون کے وقت اپنی بستی میں صابر رہے اور ثواب کی امید اس اعتقاد سے رکھے کہ وہی ہوگا جو اللہ نے مقدر کر دیا ہے تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵ باب عیادۃ المریض)

(۲) اگر اللہ کو منظور ہو اور اس مرض سے ان کا انتقال ہو جائے تو یہ عبادت کی موت ہوگی بخاری شریف میں حدیث

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الطاعون شهادة لکل مسلم (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۵۳ باب ما یذکر فی الطاعون) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

(۳) مرنے والے کی بخشش ہو جاتی ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الشهداء خمسة المطعون والمبطون والغریق وصاحب الهدم والشهید فی سبیل الله (متفق علیه (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵ باب عیادۃ المریض)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء پانچ ہیں طاعون والا اور جس کو پیٹ کی بیماری ہو (جیسے ہیضہ اسہال وغیرہ) اور ڈوب جانے اور جو دب کر مرجائے اور جو جہاد میں شہید ہوجائے۔

الطاعون شهادة لامتي ورحمة لهم ورجس على الكافرين. (حم وابن سعيد عن ابن مسعود كنز العمال ج ۵ ص ۱۸۶ رقم الحديث نمبر ۳۸۱۴)

ترجمہ: طاعون میری امت کے لئے شہادت ہے اور ان کے لئے رحمت ہے اور کافروں پر عذاب ہے۔

شامی میں ہے۔

وقوله والمطعون وكذا من مات في زمن الطاعون بغير داء اقام في بلده صابرا محتسبا فان له اجر الشهيد كما في حديث البخاري وذكر الحافظ ابن حجر انه لا يسئل في قبره. (جهودي رد المحتار على الدر المختار ج ۱ ص ۸۵۲ باب الشهيد)

ترجمہ: جس کا طاعون میں انتقال ہوا وہ شہید ہے اسی طرح وہ شخص جو طاعون کے زمانہ میں اپنی بستی میں صبر اور ثواب کی امید کے ساتھ ٹھہرا رہے اور طاعون نے سوا (کسی اور بیماری میں) انتقال ہوجائے تو اس کو بھی شہادت کا رتبہ ملتا ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طاعون سے مرنے والے سے قبر میں سوال نہ ہوگا۔

مکتوبات امام ربانی میں ہے۔

وقد جزم شيخ الاسلام ابن حجر في كتاب بذل الماعون في فضل الطاعون (بخاري شريف ج ۲ ص ۸۵۳ كتاب الطب . باب ما يذكر في الطاعون)

ترجمہ: شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "بذل الماعون فی فضل الطاعون" تو وہاں سے (بھاگنے کے راستہ سے) ہٹ گئے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵ باب عیادۃ المریض)

لہٰذا طاعون کی جگہ سے اس خیال اور عقیدہ سے بھاگنا کہ بیماری اور موت سے بچ جاؤں گا اور نہ بیمار ہوں گا درست نہیں کہ سرجاؤں گا ناجائز اور سخت گناہ ہے اور دوسروں کے لئے بھی پریشانی اور پستی کا سبب بنتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے وہیں ٹھہرا رہے اسی طرح جہاں طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں نہ جائے اس میں بھی عقیدہ کی خرابی مقصود ہے کیونکہ وہاں جانا کہ بیمار ہوں یا مرجاؤں تو ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ یہ تقدیر الٰہی سے ہوا مگر شیطان دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ نہ جاتا تو بیمار نہ ہوتا یہاں آنے کی وجہ سے بیمار ہوگئے نیز طبیعت کے کمزور اور ضعیف العقیدہ لوگ بھی یہی سمجھیں گے کہ وہاں جانے سے بیمار ہوگیا اس لئے حدیث میں طاعونی جگہ سے نکلنے اور داخل ہونے دونوں سے روکا گیا۔ دونوں صورتوں میں عقیدہ کی خرابی مقصود ہے بہرصورت مومن کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے "نہ خروج (نکلنا موجب نجات ہے اور نہ دخول (داخل ہونا) موجب مرض وموجب ہلاکت ہے۔"

درمختار میں ہے۔

وانما خرج من بلدة بها الطاعون فان علم ان كل شئي بقدر الله تعالى فلا بأس بان يخرج ويدخل وان كان عبيده انه لو خرج فنجا ولو دخل ابتلي به كره له ذلك فلا بد خل ولا يخرج

صیانۃ لا عقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف ۔ مجمع الفتاوی ۔

(درمختار مع رد المحتار ص ۲۶۱ ج۵ مسائل شتی قبیل کتاب الفوائض)

ترجمہ: اور سبب کہ اس شہر سے نکلا جس میں طاعون پھیلا ہوا ہے تو اگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز تقدیر الٰہی سے ہے (اللہ تعالٰی کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا) تو نکلنے اور داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں (اجازت ہے) اور اگر اس کا عقیدہ یہ ہو کہ یہاں سے نکل جاؤں گا تو بچ جاؤں گا اور اگر داخل ہوں گا تو مرض میں مبتلا ہو جاؤں گا تو یہ بات اس کے لئے مکروہ ہے یعنی ایسے شخص کو وہاں سے نکلنے اور داخل ہونے کی اجازت نہیں اس کے عقیدہ کی حفاظت کے خاطر اور حدیث شریف میں دخول اور خروج سے نہی اسی تفصیل پر محمول ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم

(قرآن مجید، سورۂ بقرہ، پارہ ۲)

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت سے بچنے کے لئے اپنے مکانوں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ (تعداد میں) ہزاروں تھے، سو اللہ تعالٰی نے ان کے لئے حکم فرمایا کہ مرجاؤ (پس سب مر گئے پھر ان کو زندہ کیا۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ہے کہ اگلی امت کی ایک بستی میں وبا (طاعون) پھیل تو ہزاروں (بروایتے ستر ہزار) کی تعداد میں بھاگ گئے اور سمجھے کہ ہم موت سے نجات پا گئے خدا تعالٰی نے انہیں ان کے برے عقیدہ کی سزا دی کہ ایک دم سب مر گئے، کوئی دفن کرنے کے لئے بھی باقی نہ رہا، پھر ایک مدت کے بعد ایک نبی وہاں پہنچے، یہ خوفناک منظر دیکھ کر دعا کی، تو خدا پاک نے ان کو عبرت دینے کے لئے زندہ کیا، جب ان کو یقین ہوا کہ موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۳۲، تفسیر احمدی ج ۱ ص ۱۶۹)

مقام طاعون میں دخول سے روکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ طاعون کافروں کے حق میں اللہ تعالٰی کا عذاب ہے اور عذاب والے مقام میں جانا نہیں چاہئے۔ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ قوم ثمود کی بستی (جس پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا) کے پاس سے گذرے تو حضور اقدس ﷺ نے ان کی بستی میں داخل ہونے سے منع فرمایا تھا۔ (۱) لہٰذا مناسب یہی ہے کہ حضور ﷺ کی امت کو اس جگہ داخل ہونے سے منع فرمائیں جہاں طاعون (عذاب) پھیلا ہوا ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔ صحیح یہ ہے فنھوا لا تقدموا علیہ لان اللہ تعالٰی شرع لنا التوقی عن

---

(۱) وقد مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی دیارھم ومساکنھم وھو ذاھب الی تبوک فی سفر فنزل ھذا الا عام احمد حدثنا عبد الصمد حدثنا صخر بن جویریۃ عن نافع عن ابن عمر قال لما نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحجر امر الناس ان لا یشربوا من بئرھا ولا یستقوا منھا فقالوا قد عجنا منھا وسقینا الابل فامرھم ان یطرحوا ذلک العجین ویھریقوا الماء وامرھم ان یستقوا من البئر التی کانت تشرب منھا الناقۃ ونھاھم ان یدخل علی ھؤلاء القوم الا ان یکونوا باکین فان لم تکونوا باکین فلا تدخلوا علیھم لا یصیبکم مثل ما اصابھم رواہ ابن ماجۃ وقال البوصیری ھذا اسناد صحیح رجالہ ثقات وقال الحافظ ابن حجر فی الفتح ج ۶ ص ۳۳۲ اخرجہ احمد وابن ماجۃ والبیھقی فی الدلائل من طریق عبد اللہ بن دینار عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو بالحجر لا تدخلوا علی ھؤلاء المعذبین الا ان تکونوا باکین فان لم تکونوا باکین فلا تدخلوا علیھم ان یصیبکم مثل ما اصابھم واصل ھذا الحدیث اخرج فی الصحیحین من غیر وجہ ھذا ج وبسط فی التفسیر ابن کثیر سورۃ الحجر الخ ج ۳ ص ۳۳۲

السمعنی نور ان الطاعون لما کان رجزا لم یرا ۶۱۱ فذاہ علیہ والتورط فیہ وقد صح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لما بلغ الحجر وھی دیار ثمود منع اصحابہ ان یدخلوا دیار المعذبین الا بحری ان یصیبہ ما اصابھم الا ان یکونوا باکین او صارفع بھا الطاعون وھو عذاب (التعلیق الصبیح علی مشکوۃ المصابیح ص ۱۹۹ ج ۲ ص ۲۰۰ ج ۲) حدیث میں ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الفار من الطاعون کالفار من الزحف والصابر فیہ لہ اجر شہید۔ رواہ احمد۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۹ باب عیادۃ المریض ثم الموت فصل ثانی حدیث)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد سے بھاگنے والا اور اس میں ثابت قدم رہنے والے کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

واز ایں حدیث معلوم می شود کہ مرد مختص از طاعون گنہ کبیرہ است چنانکہ فرار از زحف و کفر۔ اعتقاد کند کہ اگر نگریزد البتہ می میرد و اگر بگریزد سلامت می ماند آں نوع کفر است (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۵۳ باب عیادۃ المریض)

ترجمہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے بھاگنا کبیرہ ہے جس طرح جنگ سے بھاگنا اور کفر یہ اعتقاد کرنا کہ بھاگے گا تو البتہ مرجائے گا اور اگر بھاگے گا تو سلامت رہے گا یہ عقیدہ بھی بے شک کفر ہے (مسعود عفا اللہ عنہ)

اور فرماتے ہیں:

صاحب مدارج فرماتے ہیں کہ واجب ہے کہ واقع ہو جائے کہ ہست باید دانست واز آنجا کہ باشد باید گریخت واگر چہ گریختن بعض مواضع مثل خانہ کہ وے در آں باشد یا آنکہ گریختن مرد مرد یگر را شنیدہ باشد یا ظن غالب بہ ہلاک آمدہ است۔ امادر باب طاعون تاصبر نیاوہ قدر یختن مجوز یافتہ وقیاس ایں بر ان قاصد است کہ تواند بقلیل اسباب مادیہ الحاد ایں از اسباب وہمی دور ہر تقدیر گریختن از آنجا جائز نیست۔ ہیچ جا داد نہ شود و ہر کہ گریزد عاصی و مرتکب کبیرہ و مردود است۔ (عفا اللہ الخ) (۶ ج اللمعات ص ۲۳۹ جلد اول۔ باب عیادۃ المریض فصل نمبر ۱)

اس بیان سے ضابطہ یہ بنا کہ جہاں نہ پہنچنی ہے وہاں نہ جانا چاہئے اور اگر اس جگہ ہو تو وہاں سے بھاگنا نہ چاہئے اگر چہ بعض موقعوں میں بھاگنا جائز ہے جیسے اس مکان سے بھاگنا جس میں زلزلہ کا اثر معلوم ہو یا اس میں آگ لگ جائے یا وہ دیوار جو گرنے (مع ص) والی ہو اس کے نیچے بیٹھنے سے بلاکت کا ظن غالب ہو تو (وہاں سے ہٹ جانا) واجب ہے لیکن یہ طاعون میں سوائے صبر کرنے اور کچھ روا نہیں ہوا ہے اور بھاگنا جائز قرار نہیں دیا گیا ہے۔ اور طاعون کو ان امور پر قیاس کرنا فاسد ہے (باقی اسباب مادیہ میں ہیں اور یہ (بھاگنا) اسباب وہمی سے ہے بہر صورت اس سے بھاگنا جائز نہیں ہے اور نہیں واقع ہوا ہے اور جو شخص بھاگے وہ عاصی اور مرتکب گناہ کبیرہ اور مردود ہے مسئول عنہا عافیت۔

مجلس دارالافتاء یہ ہے۔

والخلاف فی هذا النهی فقال القاضی تاج الدین السبکیؒ مذهبنا هو الذی علیه الاکثرون ان النهی عن الفرار منه للتحریم وقال بعض العلماء هو للتنزیه واتفقوا علی جواز الخروج لمن غرض غیر الفرار بان المیت بالطعن لایسأل لانه نظیر المقتول فی المعرکة محتسبا بعلم انه لا یتصیبه الا ماکتب له اذا مات فیه بغیر الطعن لایقتل ایضاً لانه نظیر المرابط کذا ذکره الشیخ لاجل السیوطی فی کتاب شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور وقال وهو حجة جدا.

(ترجمہ) کہنے کہ نکرکنت و مراد از جملہ غازیان و مجاہد است۔ اتی قولہ۔ واکثر گریز پایاں کہ سلامت ماندند بعنت آں کہ اجل ایشاں رسیدہ بود نہ آں کہ گریختن ایشاں را از مرگ خلاص ساخت واکثر صابراں کہ بثبات شدند ہم باجل ہلاک شدند فلیس الفرار منجی ولا الا ستقرار یهنک.

(مکتوبات امام ربانی فارسی ص ۴۳۰ دفتر اول مکتوب نمبر ۲۹۹ مطبوعہ نور محمد ص ۶۸۷)

ترجمہ: حدیث میں فرار سے نہی آئی ہے حنفیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی کہتے ہیں قاضی تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب وہی ہے جس پر اکثر علماء ہیں کہ بھاگنے کی ممانعت تحریم کے لئے ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں تنزیہی ممانعت ہے اور بھاگنے کے سوا کسی اور کام کی غرض سے جانے کے جواز پر سب متفق ہیں حدیث کے آخری جز میں تحقیق سے فرمایا ہے کہ جو شخص طاعون سے مر جائے اس سے کوئی سوال نہیں ہوتا کیونکہ وہ ایسا ہے جیسے لڑائی میں قتل ہوا، اور جو شخص طاعون میں طلب اجر کی نیت سے صبر کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ مجھے وہی پہنچے گا جو میرے لئے اللہ نے لکھا اور مقدر کیا ہے تو وہ شخص اگر طاعون کے سوا کسی اور بیماری سے بھی مر جائے تو اس صورت میں بھی اس کو عذاب نہ ہوگا کیونکہ وہ مرابط یعنی جہاد کے لئے مستعد اور تیار رہنے والے کی طرح ہے۔ اسی طرح شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شرح الصدور فی حال الموتی والقبور میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بڑی اچھی تحقیق ہے اور جو شخص کہ نہ بھاگا اور نہ مرادہ غازیوں اور مجاہدوں اور صابروں میں سے ہے۔ الی قولہ۔ اور اکثر بھاگنے والے جو سلامت رہے ہیں اسی وجہ سے رہے ہیں کہ ابھی ان کی اجل نہ آئی تھی، نہ یہ کہ بھاگ کر موت سے بچ گئے اور اکثر صابر لوگ جو ہلاک ہو گئے وہ بھی اپنی اجل ہی سے ہلاک ہوئے ہیں پس نہ تو بھاگنا بچا سکتا ہے اور نہ ہی ٹھیرنا ہلاک کر دیتا ہے۔

جب لوگوں میں معصیت کھلا کھلا بے حیائی عام ہوتی ہے تو طاعون اور نئی نئی قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ابن ماجہ شریف میں حدیث ہے۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۔ لم یظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها الا فشی فیهم الطاعون والاوجاع التی لم تکن مضت فی اسلافهم الذی مضوا. یعنی جس قوم میں علانیہ بے حیائی ظاہر ہوتی ہے تو ان لوگوں میں طاعون اور نئی نئی بیماریاں پھیلتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ (ابن ماجہ ص ۳۰۹ باب العقوبات)

مجالس ابرار میں ہے۔

وقد ثبت فی الحدیث ان سبب وقوع الطاعون ظهور الفاحشة واعلان المنکرات علی ما روی ابن عمر رضی اللہ عنہ انه علیه السلام قال لم یظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها الا

فشا فيهم الطاعون واخرج مالك عن ابن عباس موقوفاً والطبراني مرفوعاً ما فشا الزنا في قوم قط الا كثر فيهم الموت (مجالس الابرار ص ۲۳۶ مجلس نمبر ۵۹)

ترجمہ: حدیث میں ہے کہ طاعون کا سبب فحش باتوں کا ظاہر ہونا اور برائیوں کا پھیلنا ہے جیسا کہ ابن عمر نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر گز کسی قوم میں فحش ظاہر نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ علم کھلا کرنے لگیں مگر ضرور ان میں طاعون پھیلتا ہے اور مالک نے ابن عباس سے موقوفاً اور طبرانی نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ نہیں پھیلتا ہے زنا کسی قوم میں کبھی بھی مگر ان لوگوں میں موت کثیر پائی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔ فانزلنا على الذين ظلموا رجزاً من السماء بما كانوا يفسقون O پھر اتارا ہم نے ان ظالموں پر عذاب آسمان سے اس بدلہ سے کہ وہ حدوں سے نکلتے تھے۔ (قرآن مجید سورۂ بقرہ نمبر ۲ پارہ نمبر ۱) بیان بنی اسرائیل کے متعلق ہے۔ ان کے فسق و فجور اور نافرمانی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے ان پر آفت سماوی نازل فرمائی تھی اور وہ آفت سماوی طاعون تھا تفسیر بیضاوی میں ہے۔ والمراد به الطاعون روى انه مات به في ساعة اربعة وعشرون الفاً (تفسیر بیضاوی ص ۵۰) [1]

مذکورہ حدیث اور قرآن پاک کی آیت سے ثابت ہوا کہ طاعون گناہوں کے سبب سے آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں عنایت سے مومنوں کے حق میں رحمت بنا دیتا ہے اور کافروں کے حق میں عذاب جیسا کہ بخاری شریف اور کنز العمال کی روایتوں سے معلوم ہوا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرض میں تعدیہ (چھوت لگ) کا عقیدہ نہ رکھے اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر یقین رکھے اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حدیث میں ہے فر من المجذوم كما تفر من الاسد جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ اور دوسری حدیث میں ہے لا يورد ن ذو عاهة على مصح بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس مت لے جاؤ اس سے بظاہر حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ حدیث کا منشا یہ نہیں ہے کہ مرض متعدی ہوتا ہے بلکہ یہاں بھی امت پر شفقت اور ان کے عقائد کی حفاظت مقصود ہے کہ جذامی سے غلط ملط نہ رکھو مؤثر نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر الٰہی سے یہ مرض ہو گیا تو وہ مرض کے قدیم کو صحیح سمجھنے لگے گا۔ اور اس کا عقیدہ خراب ہوگا۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے امت پر شفقت کے پیش نظر فرمایا کہ اس سے غلط ملط مت رکھو۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ ان نهيه فيهما انما جاء شفقاً على عباشرة احد الامرين فنصيره علة في نفسه او غاهة في ابله فيعتقد ان العدوى حق۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۱۲ ج ۹ ملتانی) مذکورہ دونوں حدیثوں کا آپس میں مطلب نہ لیا جائے تو ابتدا میں جو حدیث پیش کی گئی ہے لا عدوی۔ اور دوسری حدیث لیس من اعدی الاول کا کیا مقصد ہوگا؟ اور حدیث میں تعارض تو ہوتا نہیں اصل چیز مشیت الٰہی اور تقدیر الٰہی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ بیماری اثر خود متعدی اور مؤثر نہیں جس کے لئے یہ حکم صادر ہو اور جس کی تقدیر میں نہ ہو تو اسے ذرہ بھی اثر نہیں ہوتا۔

---

[1] قال سماط ابن الفقير نعت هذه الآية وقال الشعبي هو حزاً على الطاعون وانما امر دو قال سعيد بن جبير هو الطاعون وقال ابن ابي حاتم حدثنا هو سعيد الاشج حدثنا وكيع على سفيان عن حبيب بن ابي ثابت عن ابي العبيس بن سعد جلبي ابن ابي وقاص عن سعد بن مالك (اسامه بن زيد و ابن يسار ش قالت رضي الله عنهم فلوا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم الطاعون رجز عذاب عذب به من كان قبلكم و هكذا رواه الثاني من حديث سفيان الثوري به تفسير ابن كثير ج ۱ ص ۱۰۰

دیکھئے ابتدائی کے گھر میں سب ابتدائی نہیں ہوتے اور جس مقام پر ہم ہوں چلتا ہے سب ساتھ نہیں رہ سکتے۔ خود آپ تین عالموں سے کم ہیں فضیلۃ الشیخ اب بھی بقید حیات ہے۔ تو میں اول اول مرحومہ انتقال ۱۳۹۵ھ میں عالموں میں ہوا تھا۔ اس وقت ایک ہی گھر میں دو سے زائد اب ایک یکا یک چھ صاحبان مرحومہ والدین مرحومہ والدہ کی مائی کے ساتھ رہتے تھے اور یہ سب مرحومہ کی تیمارداری اور خدمت میں لگے ہوئے تھے اللہ کے فضل سے ان میں سے کسی ایک کو بھی یہ مرض نہیں ہوا اور دو کی مرحومہ کے انتقال کے بعد یہ سب ۱۰ سال بعد تک ساتھ رہے اور ان عالموں کے بعد مرحومہ قطر سے دو مرتبہ تشریف لائے اللہ کے فضل سے دو اول عالموں میں دو سے محفوظ رہے اور مرض میں مبتلا ان سے کوئی نہیں ہوا اور البتہ اعتیادی طور پر تکلیف، تقدیر والی پیش آتی رہتی ہے اسی جگہ ظہر سے رہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

غیر مسلموں میں ایمان کی دعوت کی اہمیت

(سنہ ۱۳۹۱ھ) آج کل ایک عام رجحان ہے کہ ایک تحریک شروع کی ہے جس کا مقصد یہ مسلموں کو ایمان کی دعوت دینا ہے بجائے اس کے کہ غیر مسلموں پر محنت کیجائے جو اصل کام ہے۔

والجواب بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا للایمان وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ لنبعوث الی کافۃ الناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعھم الی یوم الدین اما بعد!

تمام انسان ایک ماں باپ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں اس قرابت سے ہر شخص کے دل میں پوری انسانیت کی ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ ہونا چاہئے اور یہ حضرات خود ہی اس کا انتظام فرما گئے ہیں۔

عن ابن عمر وعبداللہ رضی اللہ عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ۔

حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص بہت محبوب ہے جو حق تعالیٰ کے کنبے کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۰ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بنی آدم اعضائے یک پیکرند
کہ در آفرینش زیک جوہرند
چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

تو [illegible] ہے [illegible]
[illegible] [illegible]

یعنی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم اولاد آدم میں اضافہ کے ساتھ ہی ساتھ [illegible] یہ [illegible] ایک جوہر ہے کہ [illegible] سے ہوتی ہے [illegible] ایک خطہ میں پیدا ہوئے [illegible] سے [illegible] پیدا ہو جانے کے [illegible] اختلاف کی قرار واقعی نہیں آتا ہے [illegible] [illegible] آدم کے [illegible] [illegible] [illegible]

ارشاد فرمایا ہے آپ کو تمام لوگوں سے زیادہ محبوب بنا کر بھیجا ہے (ایمان لانے پر ان کو دنیاوی رضا و ثواب کی خوشخبری سنانے والے اور ایمان نہ لانے پر ان کو عذاب سے ڈرانے والے بھیجے گئے ہیں کفر کو کوئی نہیں سمجھتے۔

ایک اور جگہ پر ارشاد خداوندی ہے۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر ۱۰۷)

ترجمہ: اور (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت میں آپ کے متعلق صرف للعالمین فرمایا ہے۔

امام مفسرین نے فرمایا اس طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق "الحمد للہ رب العلمین" ارشاد فرمایا ہے، رب المسلمین نہیں فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت عام ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت بھی عام ہے۔

جب حضور اقدس ﷺ کی بعثت ہوئی انسانیت کی معراج ہے اور آپ خیر الصلوٰۃ وسلام پوری انسانیت کے لئے رحمت اور آپ کی امت انسانیت پر آپ ﷺ کی واحد ہدایت (شرعی احسان) سے بھی پوری انسانیت کے لئے رحمت بنا ہے۔ لہٰذا ایسی انسانیت کا رد (جو) ہم میں نظر آرہا ہے اس میں نظر ساری انسانیت کے لئے رحمت بنا ہے لہٰذا ایسی انسانیت کا رد (جو) ہم میں نظر آرہا ہے اس میں نظر ساری انسانیت کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرنی ہے اور تمام انسانوں کو سوز دل کے ساتھ ایمان و اسلام کی دعوت دینا ہے اس امت و غیر امت کی بنیاد پر کہا گیا ہے، لہٰذا دوسرے دینی کاموں کے ساتھ ساتھ اس عظیم خدمت کی بھی انجام دہی کی فکر کرنی ہے، اس خدمت کا کام جس قدر حق ہے وہ ہم میں بہت ہی کم ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں، اور ہمارے اندر اس کا احساس پیدا فرمائیں کہ ہم پوری فکر اور درد کے ساتھ اس عظیم کام کو انجام دیں۔

شمائل ترمذی میں حضرت انس سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد اخفت فی اللہ وما یخاف احد ولقد اوذیت فی اللہ وما یوذی احد الخ (شمائل ترمذی ص ۲۷ باب ماجاء فی عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستہ میں جس قدر مجھے ڈرایا گیا ہے کسی کو نہیں ڈرایا گیا اور اس قدر میں ستایا گیا ہوں کوئی (نبی) اس قدر نہیں ستایا گیا۔

یہ معرکتیں اور تکالیف حضور ﷺ نے "ایمان" ہی کی دعوت میں برداشت کی ہیں اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، اللہ تعالیٰ اور یا سے رسول اللہ ﷺ نے ہر حکم پر عمل کرنے کے لئے دن و جان سے ہمہ وقت تیار رہتے تھے، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کے، اقوت ماثورہ اور سیر کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

بانی عالم ﷺ نے مخالف و سزا کس مقصد کے لئے لیں؟ اور اس سفر میں آپ کس قدر تکلیف پہنچائی گئی جتنی کہ آپ کی شمل مبارک لہولہان ہوگئی، ان تمام تکالیف کے باوجود حضرت عالم ﷺ نے ملک الجبال سے فرمایا (جس وقت طائف والوں نے آپ کو پتھر مارے تھے) کہ اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ خدا ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اللہ کی عبادت میں شریک نہیں کریں گے۔ (سیرت مصطفیٰ ص ۸۰ ج ۱)

نے نصیحت فرمائی ہوں لیکن اس کی جس نے کہ کے تذکرہ کیا ہے کہ اس کا کام ہے۔

(ماہنامہ زندگی ۔ جلد ۱۲ ۔ شمارہ ۱۲۱ ۔ ماہ شعبان ۱۳۹۳ھ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا ملفوظ فرماتے ہیں۔

مولانا حافظ تقی علی صاحب فرماتے ہیں "جن لوگوں نے ہمیں نماز روزہ کا حکم دیا ہے ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے آپ کو اتنا بے حقیقت سمجھتے تھے جس کی حد نہیں۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے کہ میں نے اپنے بیشمار روزوں کے متعلق فرمایا تھا"

"یعنی حضرت یہ ہے کہ میں ہر مسلمان کو اپنے آپ سے فی الحال اور بالقوۃ اپنے آپ سے افضل سمجھتا ہوں۔ مسلمان کو میں اپنے سے فضل سمجھتا ہوں اس لئے کہ مسلمان اور حسن الخاتمہ سے اور کافر کو میں بد سے بدتر سمجھتا ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایمان کی توفیق دے۔ اور یہ شخص جہنم سے بچ جائے۔"

(اصلاحی خطبات ۔ جلد ۱۲ ۔ صفحہ ۱۲۱ ۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا ذکر ۔ ایڈیشن ۱۳۹۰ھ ص ۱۵)

لہٰذا کسی کو فرقہ کی عینک سے نہ دیکھا جائے اور نہ کفر و فسق کے فتوؤں سے اس پر حکم لگایا جائے۔ اللہ پاک ہمیں اس کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنا جائے۔

مولانا یوسف صاحب امت برکاتہم (مہتمم دار العلوم بنوری ٹاؤن و خلیفہ حضرت شیخ الحدیث) اپنے مضمون میں شیخ ولی اللہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس سادگی کا ذکر فرماتے ہیں۔

"غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے بے چینی"

غالباً ۱۹۶۷ء کی بات ہے طبیعت حاضر کی دوران ایک روز اقرا حضرت کی خدمت کے لئے برابر خدا حافظ کر رہے تھے کہ حضرت کے خادم محمد اجاز پیارا آئے اور فرمایا حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ اقرا حاضر ہوا تو حضرت نے زار و قطار روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کو پتا چلا ہے۔

بھائی اعجاز صاحب نے بتایا کہ حضرت سے پوچھا کہ وہ غیر مسلم حضرات جنہوں نے اسلام کا نام بھی نہیں سنا اور جنہیں اسلام کی کوئی تبلیغ نہیں کی گئی۔ کیا انہیں عذاب ہوگا؟ یہ حضرت نے سنتے ہی ارشاد فرمایا اس پر ضرور کام ہونا چاہئے اور اس موضوع پر اسلام کے محاسن پر کتابیں ہونی چاہئیں۔ میں نے اس موضوع پر کچھ کتابوں کے نام لکھوائے جن میں اور خاص حضرت مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب "اسلام اور عیسائیت" کا بھی ذکر فرمایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا تحریری میں بھی کمی نہیں ہونی چاہئیں۔ بھائی اعجاز صاحب نے عرض کیا کہ ان کے ہاں علامہ خالد محمود صاحب ہیں وہ تحریری میں لکھ سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا ان کا خصوصی ذوق فرق باطلہ کی تردید ہے اس لئے ان سے بجائے اس کام کے لئے مولانا ابراہیم صاحب دیسائی زیادہ موزوں ہیں جو ہمارے دار العلوم کے استاذ حدیث ہیں۔ مریدکوٹ کے ذوق کے واقف ہے۔ حضرت نے فرمایا ان سے ضرور لکھوائیں اسے

کیا۔ (الدین ۵)

چنانچہ بعد از بعثت نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا تو اب وہاں دارالخلافہ میں ایک دن میں دو دو تین تین خلیفہ صاحب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام لیتے ہیں اور پھر ہے ہیں کہ کل ہی تو آپ نے فلاں کو خلیفہ بنایا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلافت کے معاملہ میں ہم اپنی جان کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں دیتے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا)

(خطبات فقیر از مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلد اول ص ۲۷۶ طبع نومبر ۱۹۹۶ء مکتبہ اسلامیہ اردو بازار کراچی نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۱۹)

اللہ تعالیٰ مولانا مفتی صاحب کو اس محنت کی بہترین جزا عطا فرمائے آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۳ رجب ۱۴۱۶ھ ۱۸ دسمبر ۱۹۹۵ء۔

توحید کی صحیح ہونے کے شرائط اسلام میں توحید کا مقام

(سوال ۳۲) ہم توحید کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ہمارے کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن سے توحید کامل نہیں رہتی جیسے اپنے آسمان کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مانگنا وغیرہ۔ امید ہے کہ اس سوال کا جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب بعون اللہ وتوفیقہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایات کو جس طرح اپنی کتابوں میں بیان فرمایا ہے اسی طرح اپنے رسولوں کے ذریعہ بھی بیان فرمایا ہے اور ان

نمبر ۲۲ میں ارشاد ہوا ہے کہ لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا (اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی الٰہ ہوتے تو زمین و آسمان کا نظام بگڑ جاتا)۔ اس کی تشریح ہم نے وہاں یہ کی ہے کہ:

(۳) اللہ پاک ہی تمام چیلنج ہے ۔۔۔ کائنات کے خالق و مالک اللہ پاک ہی ہیں۔ مخلوق میں سے جو چیز بھی ہے اللہ پاک کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اس کی ہر قدرت و صفت اللہ پاک کی عطا کی ہوئی ہے۔ اس کی ہر طاقت اللہ پاک کی دی ہوئی ہے۔ اس کا ہر کمال اللہ پاک کی بخشش ہے۔ اس کا ہر اختیار اللہ پاک کا دیا ہوا ہے۔ اس کی ہر حکومت اللہ پاک کی عطا ہے۔ اس کی ہر عظمت اللہ پاک کی بخشی ہوئی ہے۔ اس کی ہر شان اللہ پاک کی دی ہوئی ہے۔ اس کی ہر بڑائی اللہ پاک کی بخشی ہوئی ہے۔ اس کی ہر خوبی اللہ پاک کی عطا کی ہوئی ہے۔ اس کی ہر صفت اللہ پاک کی دی ہوئی ہے۔ اس کی ہر ادا اللہ پاک کی بخشی ہوئی ہے۔ اس کی ہر بات اللہ پاک کی دی ہوئی ہے۔ اس کی ہر چیز اللہ پاک کی عطا کی ہوئی ہے۔ اس کا ہر کام اللہ پاک کی دی ہوئی ہے۔ اس کا ہر اختیار اللہ پاک کی دی ہوئی ہے۔ اس کی ہر حکومت اللہ پاک کی عطا کی ہوئی

الا علم من خلق وهو اللطيف الخبير

(۱۴) اللہ پاک ہر چیز کا علم رکھتا ہے

انسان کا علم محدود ہے کائنات کی بے شمار چیزوں کے بارے میں انسان کا علم بہت کم ہے اللہ پاک ہی ہیں جو ہر چیز کا علم رکھتے ہیں اور ہر چیز کے بارے میں جانتے ہیں انسان نے جتنی بھی ایجادات کی ہیں یا جتنا بھی علم حاصل کیا ہے وہ سب اللہ پاک کی عطا کی ہوئی چیزوں کی وجہ سے ہی ممکن ہو سکا ہے اللہ پاک ہی ہیں جو ہر چیز کا علم رکھتے ہیں

(۱۵) اللہ پاک ہی ہر چیز کے خالق ہیں

اللہ پاک ہی ہر چیز کے خالق ہیں تمام کائنات کے خالق اللہ پاک ہی ہیں وہ ہر چیز کے مالک ہیں اور ہر چیز کے مالک ہیں اس لئے کائنات کی ہر چیز اللہ پاک کے ہی احکامات کی پیروی کرتی ہے اور ہر چیز اللہ پاک کی ہی فرمانبرداری کرتی ہے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

الله خالق كل شيء وهو على كل شيء وكيل

اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے

(۱۶) اللہ پاک نے ہر چیز کو جوڑے میں پیدا کیا ہے

اللہ پاک نے ہر چیز کو جوڑے میں پیدا کیا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں (مثلاً) ایک اچھا ہوتا ہے تو دوسرا برا ہوتا ہے ایک نیکی ہوتی ہے تو دوسرا گناہ ہوتا ہے ایک دن ہوتا ہے تو دوسری رات ہوتی ہے ایک مرد ہوتا ہے تو دوسری عورت ہوتی ہے ایک آگ ہوتی ہے تو دوسرا پانی ہوتا ہے ایک زمین ہوتی ہے تو دوسرا آسمان ہوتا ہے ایک جنت ہوتی ہے تو دوسری جہنم ہوتی ہے ایک فرشتہ ہوتا ہے تو دوسرا شیطان ہوتا ہے ایک روشنی ہوتی ہے تو دوسرا اندھیرا ہوتا ہے ایک خوشی ہوتی ہے تو دوسرا غم ہوتا ہے ایک زندگی ہوتی ہے تو دوسری موت ہوتی ہے ایک سکھ ہوتا ہے تو دوسرا دکھ ہوتا ہے ایک دوست ہوتا ہے تو دوسرا دشمن ہوتا ہے ایک ہنسی ہوتی ہے تو دوسرا رونا ہوتا ہے ایک صحت ہوتی ہے تو دوسری بیماری ہوتی ہے ایک امیری ہوتی ہے تو دوسری غریبی ہوتی ہے ایک کامیابی ہوتی ہے تو دوسری ناکامی ہوتی ہے ایک خوبصورتی ہوتی ہے تو دوسری بدصورتی ہوتی ہے ایک اچھائی ہوتی ہے تو دوسری برائی ہوتی ہے ایک خیر ہوتی ہے تو دوسرا شر ہوتا ہے ایک ہدایت ہوتی ہے تو دوسری گمراہی ہوتی ہے ایک ظلم ہوتا ہے تو دوسرا انصاف ہوتا ہے ایک ظالم ہوتا ہے تو دوسرا مظلوم ہوتا ہے ایک سچ ہوتا ہے تو دوسرا جھوٹ ہوتا ہے ایک ہار ہوتی ہے تو دوسری جیت ہوتی ہے ایک عزت ہوتی ہے تو دوسری بے عزتی ہوتی ہے ایک محبت ہوتی ہے تو دوسری نفرت ہوتی ہے ایک ہمدردی ہوتی ہے تو دوسری بے حسی ہوتی ہے ایک ہمت ہوتی ہے تو دوسری بزدلی ہوتی ہے ایک شکر ہوتا ہے تو دوسری ناشکری ہوتی ہے ایک صبر ہوتا ہے تو دوسری بے صبری ہوتی ہے ایک ایمان ہوتا ہے تو دوسرا کفر ہوتا ہے ایک توبہ ہوتی ہے تو دوسرا گناہ ہوتا ہے ایک عبادت ہوتی ہے تو دوسری بے عبادتی ہوتی ہے ایک نیکی ہوتی ہے تو دوسری بدی ہوتی ہے ایک ثواب ہوتا ہے تو دوسرا عذاب ہوتا ہے ایک جزا ہوتی ہے تو دوسری سزا ہوتی ہے ایک بخشش ہوتی ہے تو دوسری پکڑ ہوتی ہے ایک رحمت ہوتی ہے تو دوسری زحمت ہوتی ہے ایک نعمت ہوتی ہے تو دوسری مصیبت ہوتی ہے ایک آسانی ہوتی ہے تو دوسری مشکل ہوتی ہے ایک فائدہ ہوتا ہے تو دوسرا نقصان ہوتا ہے ایک کامیابی ہوتی ہے تو دوسری ناکامی ہوتی ہے ایک جیت ہوتی ہے تو دوسری ہار ہوتی ہے ایک خوشی ہوتی ہے تو دوسرا غم ہوتا ہے ایک سکھ ہوتا ہے تو دوسرا دکھ ہوتا ہے ایک دوست ہوتا ہے تو دوسرا دشمن ہوتا ہے ایک ہنسی ہوتی ہے تو دوسرا رونا ہوتا ہے ایک صحت ہوتی ہے تو دوسری بیماری ہوتی ہے ایک امیری ہوتی ہے تو دوسری غریبی ہوتی ہے ایک کامیابی ہوتی ہے تو دوسری ناکامی ہوتی ہے ایک خوبصورتی ہوتی ہے تو دوسری بدصورتی ہوتی ہے ایک اچھائی ہوتی ہے تو دوسری برائی ہوتی ہے ایک خیر ہوتی ہے تو دوسرا شر ہوتا ہے ایک ہدایت ہوتی ہے تو دوسری گمراہی ہوتی ہے ایک ظلم ہوتا ہے تو دوسرا انصاف ہوتا ہے ایک ظالم ہوتا ہے تو دوسرا مظلوم ہوتا ہے ایک سچ ہوتا ہے تو دوسرا جھوٹ ہوتا ہے ایک ہار ہوتی ہے تو دوسری جیت ہوتی ہے ایک عزت ہوتی ہے تو دوسری بے عزتی ہوتی ہے ایک محبت ہوتی ہے تو دوسری نفرت ہوتی ہے ایک ہمدردی ہوتی ہے تو دوسری بے حسی ہوتی ہے ایک ہمت ہوتی ہے تو دوسری بزدلی ہوتی ہے ایک شکر ہوتا ہے تو دوسری ناشکری ہوتی ہے ایک صبر ہوتا ہے تو دوسری بے صبری ہوتی ہے ایک ایمان ہوتا ہے تو دوسرا کفر ہوتا ہے ایک توبہ ہوتی ہے تو دوسرا گناہ ہوتا ہے ایک عبادت ہوتی ہے تو دوسری بے عبادتی ہوتی ہے ایک نیکی ہوتی ہے تو دوسری بدی ہوتی ہے ایک ثواب ہوتا ہے تو دوسرا عذاب ہوتا ہے ایک جزا ہوتی ہے تو دوسری سزا ہوتی ہے ایک بخشش ہوتی ہے تو دوسری پکڑ ہوتی ہے ایک رحمت ہوتی ہے تو دوسری زحمت ہوتی ہے ایک نعمت ہوتی ہے تو دوسری مصیبت ہوتی ہے ایک آسانی ہوتی ہے تو دوسری مشکل ہوتی ہے ایک فائدہ ہوتا ہے تو دوسرا نقصان ہوتا ہے

وخلقنا زوجين لعلكم تذكرون

(۱۷) اللہ پاک ہی ہر چیز کے پیدا کرنے والے ہیں

اللہ پاک نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ہر چیز کا خالق اللہ پاک ہی ہیں اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو پیدا کیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو بنایا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو تخلیق کیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو وجود بخشا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو ایجاد کیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو تشکیل دیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو ترتیب دیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو منظم کیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو مرتب کیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو مکمل کیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو ختم کیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو فنا کیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو ختم کیا ہے اللہ پاک نے ہی ہر چیز کو فنا کیا ہے

(۱۸) اللہ پاک ہی ہر چیز کے مالک ہیں

اللہ پاک ہی ہر چیز کے مالک ہیں تمام کائنات کے مالک اللہ پاک ہی ہیں وہ ہر چیز کے مالک ہیں اور ہر چیز کے مالک ہیں اس لئے کائنات کی ہر چیز اللہ پاک کے ہی احکامات کی پیروی کرتی ہے اور ہر چیز اللہ پاک کی ہی فرمانبرداری کرتی ہے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

لله ملك السموات والارض وما فيهن

(۱۹) اللہ پاک ہی ہر چیز کے رازق ہیں

اللہ پاک ہی ہر چیز کے رازق ہیں تمام کائنات کے رازق اللہ پاک ہی ہیں وہ ہر چیز کے رازق ہیں اور ہر چیز کے رازق ہیں اس لئے کائنات کی ہر چیز اللہ پاک کے ہی احکامات کی پیروی کرتی ہے اور ہر چیز اللہ پاک کی ہی فرمانبرداری کرتی ہے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

الله يرزق من يشاء بغير حساب

(۲۰) اللہ پاک ہی ہر چیز کے محافظ ہیں

اللہ پاک ہی ہر چیز کے محافظ ہیں تمام کائنات کے محافظ اللہ پاک ہی ہیں وہ ہر چیز کے محافظ ہیں اور ہر چیز کے محافظ ہیں اس لئے کائنات کی ہر چیز اللہ پاک کے ہی احکامات کی پیروی کرتی ہے اور ہر چیز اللہ پاک کی ہی فرمانبرداری کرتی ہے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

الله خير حافظا وهو ارحم الراحمين

(۲۱) اللہ پاک ہی ہر چیز کے نگہبان ہیں

اللہ پاک ہی ہر چیز کے نگہبان ہیں تمام کائنات کے نگہبان اللہ پاک ہی ہیں وہ ہر چیز کے نگہبان ہیں اور ہر چیز کے نگہبان ہیں اس لئے کائنات کی ہر چیز اللہ پاک کے ہی احکامات کی پیروی کرتی ہے اور ہر چیز اللہ پاک کی ہی فرمانبرداری کرتی ہے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

الله على كل شيء وكيل

[illegible] کہتے ہیں کچھ انہیں جیدہ آزاد [illegible] دیتے ہیں اور ان کے [illegible] میں یہ شبہ [illegible] کہتے ہیں [illegible] زمانہ [illegible] میں شامل ہیں [illegible] لیا۔

(۱۴) اللہ پاک ہی قادر ہے فرماتے ہیں [illegible] اللہ پاک نے خالق [illegible] ہیں [illegible] ان کے لئے قادر ہونے کا کیا [illegible] ہیں [illegible] کہ [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

نوٹ: ہم نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ایک ایک لفظ ہمارا ذاتی خیال نہیں ہے بلکہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھا ہے اور ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کے ثبوت میں قرآن و حدیث کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ اس لئے ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہمارا ذاتی خیال نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث کی تعلیم ہے۔ اگر کسی کو ہماری کسی بات سے اختلاف ہو تو وہ ہم سے نہیں بلکہ قرآن و حدیث سے اختلاف کرے۔

(ابن آدم کی پیدائش کا مقصد)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (سورۃ الذاریات آیت نمبر ۵۶) ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

(عبادت کا مفہوم)

عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ عبادت کے مفہوم میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت قرآن، ذکر و اذکار، دعا، توبہ، استغفار، صدقہ و خیرات، قربانی، نذر و نیاز، توکل، رجوع الی اللہ، خوف خدا، محبت الٰہی، شکر، صبر، رضا بالقضاء، اخلاص، تقویٰ، طہارت، حیا، عفت، صدق، امانت، عدل، احسان، ایفاء عہد، حسن معاملہ، حسن سلوک، صلہ رحمی، ادائے حقوق، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد، ہجرت، علم، تعلیم، تبلیغ، تزکیہ، تصفیہ، تربیت، اصلاح، تواضع، انکسار، ایثار، قناعت

لعبادة و طلب الحوائج والاستعانة فقط وحده ومجمع بحار الانوار ص ۷۳ ج ۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے کہ کہو ایاک نعبد و ایاک نستعین (اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) جب عبادت اور استعانت (امداد مانگنا) قرآن سے خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، دوسروں سے اولاد اور روزی وغیرہ کی درخواست کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ اسی لئے رسول مقبول ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو وصیت فرمائی کہ اذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ (جب تجھے سوال کرنا ہو تو اللہ سے سوال کرنا اور جب مدد مانگنی ہو تو اللہ ہی سے مانگنا) (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۳ باب التوکل والصبر فصل پہلی)

حضرت غوث الاعظم مذکور حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں کہ "ہر ایماندار کو چاہئے کہ اس کو اپنے دل کا آئینہ بنائے اور اپنے تمام لباس، منقشہ وغیرہ ہر معاملے میں اس پر عمل کرے (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۳۶) اور فرماتے ہیں کہ "جو شخص ضرورت کے وقت (خدا کو چھوڑ کر) لوگوں سے مدد مانگے وہ خدا کی صفات اور اس کی قدرت سے ناواقف ہے" (مقالہ نمبر ۴۴) اور فرماتے ہیں کہ "افسوس تجھ پر تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا کے سوا اوروں سے مانگتا ہے، حالانکہ وہ دوسروں کی بہ نسبت تجھ سے زیادہ قریب ہے۔" (الفتح الربانی ص ۲۵۹ مجلس نمبر ۳۸)

اور فرماتے ہیں کہ "اے مخلوق کو خدا کا ساجھی ماننے والے اور دل سے ان (مخلوق) کی طرف متوجہ ہونے والے مخلوق سے اعراض کر اس لئے کہ یہ تو ان سے نقصان ہے اور نفع نہ عطا کر سکتا ہے اور نہ تو محروم رکھنا، اپنے دل میں چھپائے ہوئی شرک کے باوجود تو حید کا عمل نہ بن، اس سے تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا۔" (حوالہ مذکورہ) آپ نے وفات کے وقت بھی اپنے فرزند عبدالوہاب کو وصیت فرمائی تھی تمام حاجتیں اللہ کے حوالے کرنا اور سب سے مانگنا عنک بتقوی اللہ وطاعۃ ولا تخف احداً ولا ترجہ وکل الحوائج کلھا الی اللہ عزوجل واطلبھا منہ ، ولا تسئل مما حد سوی اللہ عزوجل ولا تعتمد الا علیہ سبحانہ التوحید التوحید ملفوظات مع فتح ربانی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کل من ذھب الی بلدۃ اجمیر او الی قبر سالار مسعود او ما ضاھا ھا لا حل حاجۃ بطلبھا اثم اثما اکبر من القتل والزنا الخ یعنی جو شخص اپنی حاجت روائی کے لئے اجمیر جائے یا سید سالار مسعود غازی کے مزار پر یا اسی طرح دوسری قبر پر مراد مانگے، یقیناً اس نے خدا پاک کا بہت بڑا گناہ کیا، ایسا گناہ کہ جو زنا اور ناحق قتل کرنے سے بھی بڑا ہے، کیا وہ اس مشرک کے مانند نہیں ہے جو اپنی خود ساختہ چیزوں کی بندگی کرتا ہے اور جو حاجات عزیٰ جیسے بتوں کو اپنی حاجتوں کے لئے پکارتا ہے۔
(تفہیمات ص ۵ ج ۱)

نیز اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

ومنھا انھم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجھم من شفاء المریض و غناء الفقیر ویستمرون لھم ویتوقعون النجاح مقاصدھم بتلک النذور ویطلقون اسماءھم رجاء ثمرتھا فاوجب اللہ تعالی علیھم ان یقولوا فی صلاتھم ایاک نعبد وایاک نستعین وقال تعالی" ولا تدع مع اللہ

حسنا، وليس المراد من الدعاء العبادة كما قاله بعض المفسرين بل هو الاستعانة بقوله تعالى ﴿ إياك نعبد وإياك نستعين ﴾ (فتاوى رحيميه ص ۲۳ ، ص ۲۴ ، ص ۲۵ جلد اول بالحفظ والله اعلم)

مزید برآں اور شریعت میں ہے یہ ہے کہ مشرکین اپنے اغراض کے لئے بجز خدا سے امداد طلب کیا کرتے تھے، بیماری شفا اور مصیبتوں کی تکفیر وامن ، غلبہ ، تحفہ اور ان کی فراہمی جان ، مال ، عافیت اور مقصد کے حاصل ہونے کے متوقع رہتے تھے، اور ان کی عبادت کی حد میں ان کے نام پکارتے تھے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر واجب کیا کہ یہ پڑھا کریں ایاک نعبد و ایاک نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے یاری کے خواہاں ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا تدعو مع الله احدا (اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو) (ت)

تقلید شرعی اور علماء امت:

(سوال ب ۳۵) آج کل غیر (مقلد یت (اہلحدیث) کا فتنہ عام ہو رہا ہے، غیر مقلدین نے اپنے انداز سے غیر مقلدیت کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور تقلید کی بہت مذمت کرتے ہیں تقلید کو شرک تک کہہ دیتے ہیں ان کے مظالم نے متعلق تو ہمیں آپ کے ارشادات کا استعمال کرتے ہیں، ہمارے بعض قصبہ بھائی ان کی باتوں میں آ جاتے ہیں آپ سے عرض ہے کہ تقلید کی شرعی حیثیت واضح فرمادیں اور تقلید قرآن و حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں، مجدد ین عظام اور علماء امت کا رجحان کس طرف ہے، ان کی بھی وضاحت فرمائیں، غیر مقلدین جماعت محمدیہ والے جیسا غیر مقلد نہیں کہلانا چاہتے ہیں کیا وجہ ہے؟ امید ہے کہ وقت کے تفصیل سے جواب تحریر فرما کر امت کی رہنمائی فرمائیں گے۔ اللہ پاک دارین میں آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور آپ کے فیوض و برکات کو ہماری رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ (ت)

(الجواب) بالحمد لله الذي اعلى المجتهدين بكريم عطائه ورفع درجة العالمين بعمم بركات كتابه وخص المستنطين منهم بمزيد الاصابة وثوبه والصلوة والسلام على النبي واصحابه واسة المجتهدين واتباعه ابي حنيفة واصحابه

غیر مجتہد پابند ائمہ اربعہ حنفی امام مالک ، شافعی امام احمد بن حنبل میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے اس پر تمام علماء امت کا اتفاق ہے یہاں تک کہ ان کے ایمان اور اعمال کی جانچ ہے۔

مندرجہ معلوم ہوا کہ مجتہد اور غیر مجتہد کی تقلید کی تعریف یوں کرنی ہے۔

مجتہد وہ شخص ہے جو براہ راست اپنے غور و فہم بذریعہ احادیث کے ذریعہ کتاب و سنت سے شریعت کے اصول و فروع نکالنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہو اور ان کے استنباط کے لئے ضروری علوم پر عبور حاصل ہو۔ مجتہد کے لئے پندرہ علوم ہیں۔ مجتہد کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ علوم ضروریات دینی لغت، صرف، نحو اور بلاغت وغیرہ میں حاذق اور ماہر ہو دوسری شرط یہ ہے کہ کتاب و سنت و اقوال صحابہ تابعین پر پورا مکمل عبور ہو قرآن کریم کی قرأت سبعہ اور قرأت شاذہ سے بخوبی واقف ہو اور آیات کے اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ سے خبردار ہو تاکہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر کر سکے اور احادیث نبویہ سے بھی خوبی

واقف ہو کہ اس مسئلہ میں کس قدر احادیث اور روایات ہیں نیز احادیث کی صحت وعدم صحت اضعف وغیرہ سے بھی پورا واقف ہو، نیز راویوں کے حالات بھی اچھی طرح جانتا ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جناب اللہ اس کو فہم عطا فرمائے ایسی فی سے خاص حصہ ملا ہو، ذکاوت اور ذہانت میں ایسا ممتاز ہو کہ بڑے بڑے ذکیا اور عقلاء کی گردنیں اس کے خداداد فہم کے سامنے خم ہوں، چوتھی شرط یہ ہے کہ ورع وتقویٰ کا ایسا حق پرست ہو، ہوا پرست نہ ہو۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ جتہاد واستنباط کے طریقوں سے واقف ہو۔ جس شخص کے اندر یہ شرائط موجود ہوں وہ مجتہد ہے، ایسا شخص اپنے اجتہاد پر عمل کرے، اور جس شخص کے اندر یہ شرائط موجود نہ ہوں وہ غیر مجتہد ہے، اور جمہور علماء امت کا اجماع ہے کہ غیر مجتہد پر امر شریعت کی اتباع اور تقلید واجب ہے۔

عقد الجید ص ۸ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے علامہ بغوی سے یہ شرائط نقل فرمائے ہیں، اسی طرح مولانا محمد امین صاحب کاندھلوی نے بھی ان شرائط کو بیان فرمایا ہے۔

تقلید کی حقیقت:

جو شخص درجہ اجتہاد کو نہ پہنچے، وہ غیر مجتہد ہو اس کا کسی عالم مجتہد کے علم وفہم اور ان کے ورع وتقویٰ پر اعتماد کرکے ان کے قول اور فتویٰ پر بلا دلیل معلوم کئے بغیر عمل کرنا تقلید کہلاتا ہے۔

غیر مجتہد چونکہ از خود قرآن وسنت کے مسائل اور احکام مستنبط کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے اس پر ضروری ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرے اور ان حضرات مجتہدین نے محنت اور جان توڑ کوشش کرکے ادلہ شرعیہ (قرآن، حدیث واجماع امت اور قیاس شرعی) کی روشنی میں جو فقہی مسائل مدون اور مرتب فرمائے ہیں ان پر عمل کرے تقلید ہی کے ذریعہ وہ صحیح طریقہ پر قرآن وسنت پر عمل کرسکتا ہے، مگر تقلید ائمہ سے آزاد ہو کر زندگی گزارے گا تو چونکہ اس کے اندر اجتہاد، استنباط مسائل کی صلاحیت نہیں ہے اس لئے نفس جس طرف لے جائے گا اسی پر عمل کرے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے نفسانی خواہشات کا غلام اور بندہ ہوگا شریعت کا پیرو کار نہ ہوگا۔

غیر مقلدوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسائل فقہ حضور اقدس ﷺ کے دور نبوت میں مدون اور مرتب نہ تھے، یہ بعد کی ایجاد ہے لہٰذا بدعت ہے۔

یہ اعتراض ان کی جہالت اور ناواقفیت کی علامت ہے، قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں تدریجی صورت میں کیا جمع نہ تھا، یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پر قرآن کریم ایک وقت نازل نہیں ہوا بتدریج تیئس سال میں نازل ہوا، حالات کے مناسب جب کوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تو آنحضرت ﷺ لکھوا دیتے، کاتب وحی حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو میں کوئی ہڈی یا کسی چیز کا ٹکڑا لے کر حاضر ہوجاتا اور آپ لکھوا دیتے اور میں لکھتا جاتا حضرت زید بن ثابت کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات کتابت وحی کے فرائض انجام دیتے تھے جن میں خلفاء راشدین حضرت ابی بن کعب، حضرت زبیر بن عوام، حضرت معاویہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت خالد بن ولید، حضرت ثابت بن قیس، حضرت لبان بن سعید رضی اللہ عنہم اجمعین بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتب وحی کو بلا کر ارشاد فرماتے کہ اس سورت میں فلاں فلاں آیت کے بعد لکھ لو۔ اور اس زمانہ میں عرب میں کاغذ بہت کم تھا اس لئے قرآن کریم کی املاء زیادہ تر پتھر کی سلوں چمڑے کے پارچوں کھجور کی شاخوں اور اس کے کلوں وغیرہ پر لکھی جاتی تھیں البتہ کبھی کبھی کاغذ سے بھی کام لیا جاتا تھا۔ اسی اہتمام کے ساتھ قرآن مجید مختلف جگہوں میں لکھا گیا تھا۔ کسی کتابی شکل میں نہیں تھا۔ کسی کتابی نے پاس ایک سورت لکھی تھی کسی کے پاس دس پانچ سورتیں اور کسی کے پاس چند آیات لکھی ہوئی تھیں (فتح الباری بحوالہ مقدمہ معارف القرآن ص ۳۶ ج ۱ و ۳۷ ج ۱ تحت قول امام ابن حجر)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس قرآن مجید کی آج ہم قراءت کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے جمع کیا تھا جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یمامہ کی لڑائی میں حفاظ قرآن کی ایک بڑی تعداد شہید ہو گئی ہے اور اندیشہ مقامات قرآن کریم کے متعلق بھی شہید ہو جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو جائے لہٰذا مناسب ہے کہ آپ اپنے حکم سے قرآن مجید جمع کرنے کا کام شروع کر دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کام سے اظہار بیزاری کیا اور فرمایا کیسے عمل میں لاؤں جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کام بہتر ہے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار یہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اس کام کے لئے کھول دیا اور آپ کو اس معاملہ اور کام کرنے پر آمادہ کر دیا جو کچھ بقیہ حدیث میں ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۵ کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ابوبکر پر وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو جمع کیا۔ (ایضاً)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر نے مجھ کو بلا بھیجا جب میں گیا تو عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ ابوبکر نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا کہ یمامہ کی لڑائی میں بہت سے قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اور لڑائیوں میں بھی قاری شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے میری رائے ہے کہ آپ قرآن کریم کے جمع کرنے کا حکم دیں۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کو میں کیسے کروں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ یہ کام بہتر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ برابر اس کی مجھ سے درخواست کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا سینہ بھی کھول دیا جس کے لئے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔ اس کے بعد حضرت زید بن ثابت نے نہایت استقلال اور پوری احتیاط کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور قرآن مجید کا نسخہ مرتب فرمایا۔

(ابوداؤد شریف ص ۵۰ ج ۲ باب فی القرآن، کتاب فضائل القرآن)

[illegible] کی ساتویں دہائی کا واقعہ ہے [illegible] کے بعد دن اور رات میں ہونے والے [illegible] سے ہوا ہے [illegible] ہو جاتا ہے [illegible] قرآن نے [illegible] کیا ہے [illegible]

حدیث کی تدوین کی [illegible] رکھنے کی [illegible] ہوئی ہے [illegible] سلسلہ [illegible] [illegible] [illegible]

ینحصرون او لا یشعرون (الانصاف ص ۷۴)

ترجمہ الحاصل (ان مجتہدین کا صاحب مذہب ہونا) اور کچھ لوگوں کا ان کو اتفاق کرنا ایک امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء پر الہام کیا ہے اور ان کو (اس تقلید پر) متفق کر دیا ہے چاہے (اس راز کو) جانیں یا نہ جانیں۔

اور تحریر فرماتے ہیں

اعلم ان فی الاخذ بھذہ المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ (عقد الجید ص ۳۱)

ترجمہ جاننا چاہئے کہ ان مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا مفسدہ ہے

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس امتناع کا جواب تحریر فرمایا ہے، ناظرین اسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"جواب یہ ہے کہ عاشاء کاندھلہ مذہب اربعہ بعد چوتھی صدی کے بعد کل سنت والجماعت (یعنی چار مذاہب میں محدود ہو گئے جیسا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے اور شیخ ابن ہمام تحریر الاصول میں فرماتے ہیں کہ اس امر پر اجماع ہو گیا ہے کہ جو مذہب مذاہب اربعہ کے خلاف ہو گا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، عہد صحابہ میں اگرچہ یہ مذاہب اربعہ (حنفی و مالکی، شافعی و حنبلی) نہ تھے تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں ان کا ظہور ہوا مگر یہ ایسا ہے جیسا کہ سبع قرأت اور صحاح ستہ کا ظہور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں ہوا اور حنفی و مالکی نسبت ایسی ہے جیسا کہا جائے کہ یہ قرأت حفص کی ہے حمزہ کی ہے یا کسائی کی ہے، اور یہ حدیث بخاری کی ہے اور یہ حدیث مسلم کی ہے سب کو معلوم ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں نہ صحیح بخاری تھی اور نہ صحیح مسلم، پس جس طرح بخاری اور مسلم کی حدیث کی نسبت باعتبار تخریج اور اسناد کے ہے اور عاصم اور حمزہ کی طرف کی قرات کی نسبت باضبط روایت کے ہے اسی طرح امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی طرف نسبت کرنا باعتبار استنباط اور اجتہاد کے ہے یعنی امام اعظم نے اس حدیث کے یہ معنی بیان فرمائے اور امام شافعی نے یہ معنی بیان کئے، اصل مقصود جس تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول برحق کی اطاعت ہے اور ائمہ مجتہدین کی اتباع کے یہ معنی ہیں کہ ان حضرات کی تشریح اور تفسیر کے مطابق کتاب وسنت پر عمل کرنا چاہا اور دیکھا ہے کہ کسی راسخ فی العلم کی تفسیر اور تفہیم کے مطابق احکام شریعت کا اتباع کرنا عین ہدایت اور عین رشد و عبادت ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ بخاری و مسلم کی طرف نسبت تو جائز ہو اور ابوحنیفہ و شافعی کی طرف نسبت شرک ہو۔

پس جس طرح بخاری و مسلم اور صحاح ستہ کی احادیث لسان نبوت کے معنی ہیں اسی طرح فقہ حنفی اور فقہ شافعی دریائے دین محمدی کی نہریں ہیں، دونوں نہروں کا پانی ایک ہی ندی سے آ رہا ہے۔ الی آخرہ

اور مسائل اجتہادیہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ایسا ہے جیسا کہ احادیث کی صحت اور حسن میں محدثین کا اختلاف ہے اور جس طرح مسند و مرسل اور مرفوع اور موقوف اور صحیح اور حسن وغیرہ وغیرہ یہ اصطلاحات نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں نہ تھیں لیکن امر حدیث تو حسب ضرورت مذکورات نبویہ اور احادیث کے الفاظ کی حفاظت کے لئے یہ اصطلاحیں وضع کیں جو عہد نبوت میں نہ تھیں اسی طرح حضرات فقہاء نے کتاب وسنت کے معانی سمجھنے کے لئے

عبارت اس اور اشارۃ النص اور ظاہر اور نص اور مفہوم اور قیاس اور مفہوم موافق اور اصطلاحات وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے

پس جس طرح تو اعد تجوید کی پابندی اور اتباع واجب ہے اسی طرح کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے اور جس موضوع کے بارے میں قرآن اور حدیث خاموش ہو اس میں بھی اصول فقہ کی پابندی اور اتباع ضروری ہے اور جس طرح قرآن کی عبارت کو اس کی اجازت نہیں کہ قرآن احادیث کو نظر انداز کر دیں اسی طرح احادیث کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کی تبلیغ کرنے اور اصول فقہ کی پابندی سے آزاد ہو جائیں اور جو لوگ حدیث کی بھی پابندی نہیں کرتے اور تقلید اور اجتہاد کے مخالف ہیں ہر شخص کا فتویٰ یہ ہے کہ ان کو یا جہالت اور ضلالت کا نام دیا جائے یا دشمن اسلام کا خطاب دیا جائے۔

اور اس طرح ائمہ حدیث کی مسائل جدیدہ میں تخریج کے احادیث سے جواز اور ان کی صحت اور قوت کو بھی حجت ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے کیونکہ ان کا یہ کام اصول مسلمہ کے ہوتے ہوئے قابل قبول ہے یا نہیں یہ ایک علمی مقام ہے اور ارباب حل و عقد کا کام ہے عوام کا نہیں۔

اسی طرح ائمہ مجتہدین سے تقلید اور اختیار کرنے والے کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے پسندیدہ امام کے فتاویٰ پر بلا دلیل علوم کئے اندھا دھند عمل نہ کرے بلکہ اپنے امام کے مستند دلائل کو بھی سمجھنے کی کوشش کرے اور اگر ان دلائل تک پہنچنے کی صلاحیت نہ ہو تو کم از کم اتنا تو جاننا چاہئے کہ جس امام کی تقلید کی جا رہی ہے وہ کن بنیادوں پر اپنا فتویٰ دیتا ہے۔

حق تعالیٰ کی کروڑ ہا کروڑ رحمتیں ہوں ان پاک نفوس پر جنہوں نے حضرات محدثین پر اور حضرات فقہاء پر کس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمارے لئے ان بزرگوں کی روایت اور درایت کو محفوظ کر دیا۔

اسی طرح ہم ائمہ قراءت اور ائمہ تفسیر و لغت کی کاوشوں کے ذکر خیر سے بھی اپنی زبان کو شیریں کرتے ہیں کہ ایک مدت ہوئی ہم تک کلام ربانی اسی طرح پہنچا کہ جس طرح وہ کلام حضرت جبرئیل امین سید اولین و آخرین پر لے کر نازل ہوئے تھے اور دوسرے لوگوں نے جس کلام ربانی کے نقائص اور معارف اور اس کی ہر آیات سے تعارف دل کی آنکھوں روشن کیں اسی طرح ہم تک پہنچائے اور فقہاء اسلام ان کی کوشش ہے کہ کتب حدیث سے وہ تمام آیات کے اقوال افعال کا علم ہمیں ہے ہوا اور ان کتب فقہ سے ہوتی ہوئی تمام کتب و مفسرین پر عمل کرتے ہوئے عمل تو غیر ممکن سمجھتے ہیں ہو سکتا قرآن و حدیث کا اصل مقصود ہدایت ہے اور خلاصہ کلام اس پر ہے ہمارے لفظوں پر خوب سمجھ لیجئے۔ (ص ۱۰۱ ص ۱۰۲)

مندرجہ بالا تحریر سے ثابت ہو گیا کہ اختلاف جو فقہ اور تقلید کے متعلق مسائل میں وجود ہے نہیں ہونا چاہئے تھا

اور یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جس تقلید اور اجتہاد شخصی کا ثبوت قرآن و حدیث اور خلفاء سے نہیں ہے اس کتاب میں ہم ثابت کریں گے۔

قرآن مجید میں ہے

(۱) یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (قرآن مجید پ ۵ سورہ نساء آیت نمبر ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں جو اولوالامر ہیں ان کی بھی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ کے اس آیت کریمہ میں اللہ و رسول کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر کی اطاعت کا بھی حکم فرمایا ہے۔ اولوالامر سے مراد علماء فقہاء حاملین علوم شرعیہ ہیں عوام پر علماء اور فقہاء کا اتباع واجب ہے اس لئے کہ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں اور وارث کا مرتبہ موروث سے کمتر نہیں ہوتا۔ (معارف القرآن ادریسی ص ۲۰۱ ج ۲)

اس آیت کریمہ میں غور فرمائیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اولوالامر کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے اور اولوالامر کے مصداق میں علماء اور فقہاء بھی شامل ہیں لہٰذا اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علماء اور فقہاء کی اتباع کا حکم فرمایا ہے یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے؟

(۲۰) ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (قرآن مجید سورہ نساء آیت نمبر ۸۳، پ ۵)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اس امر کو رسول اور اولوالامر کے حوالہ کرتے تو جو لوگ اہل فقہ اور اہل استنباط ہیں وہ سمجھ کر ان کو بتلا دیتے کہ ان میں جیز کا قابل عمل ہے اور کون سی ناقابل عمل۔

اس آیت کریمہ میں بھی عوام کو اجتہاد کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے یہی تو تقلید ہے۔ مفسر آیت میں یہ فرما رہا ہے کہ جو لوگ اپنے اندر استنباط کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں یعنی بات کی تہہ اور گہرائی تک نہ پہنچ سکتے ہوں ان کو چاہئے کہ وہ مجتہدین اور مجتہدین کی طرف رجوع کریں اور ان سے دریافت کریں بغیر دین کی کوئی خبر اور بات زبان سے نہ نکالیں۔

معارف القرآن ادریسی میں ہے: استنباط کے اصل معنی زمین کھودکر اس کی تہہ میں سے پانی نکالنے کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں نصوص شریعت کی تہہ میں جو حقائق اور معارف مستور (پوشیدہ) ہیں ان کو خداداد فہم فراست سے کھود کر نکالنے کا نام استنباط اور اجتہاد ہے۔ شریعت کے بعد سے احکام آیات اور احادیث کے ظاہر سے مفہوم نہیں ہوتے لیکن وہ دراصل نصوص شریعت اور کتاب وسنت کی گہرائیوں میں مستور اور پوشیدہ ہوتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ شریعت نے کوئی امر چھوڑ دیا ہو جس کے متعلق کوئی حکم نہ دیا ہو فقہاء کرام جن کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خاص خیر کا ارادہ فرمایا وہ اپنے دقیق اور عمیق نظر اور فکر کے ذریعہ سے زمین شریعت کو کھود کر اس کی تہہ اور گہرائیوں میں سے ان پوشیدہ احکام کو نکال کر لاتے ہیں جو زمین شریعت کی ظاہری سطح پر نمایاں نہ تھے۔ شریعت کی تہہ اور گہرائی میں سے کسی پوشیدہ حکم کو نکالنے کا نام استنباط اور اجتہاد اور قیاس ہے۔

یہی بات حضرات فقہاء نے کہی ہے قیاس مظہر حکم ہے نہ کہ مثبت حکم۔ یعنی قیاس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا بلکہ جو حکم قرآن و حدیث میں پہلے سے موجود تھا مجتہد نے قیاس نے اس کو اب ظاہر کر دیا۔ حکم اور حقیقت کتاب و سنت ہی کی ہے قیاس نے اور سوچ نے پوشیدہ حکم کو مظہر و منکشف ظاہر کرنے والا ہے۔ قیاس مثبت حکم نہیں یعنی قیاس اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں بتاتا بلکہ شارع علیہ السلام میں پوشیدہ قیاس کے ذریعہ معنی خیز اور تابناک اور واضح ہیں اس لئے بہت سے لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ قیاس شرعی کی حقیقت یہی ہے حالانکہ اصطلاح شریعت میں قیاس شرعی کی حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ شریعت میں قیاس شرعی کی حقیقت یہ ہے کہ غیر منصوص الحکم کو منصوص الحکم کے مشابہ اور مماثل دیکھ کر بوجہ مماثلت اور مشابہت کے منصوص الحکم کے حکم کو غیر منصوص کے لئے ثابت کر دینا اور یہ کام مجتہد کا ہے یعنی جس چیز کا

فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ۲۶۱ ۔۔۔

(سلم فلم يعلم واحدا منهم [illegible] ۲۹

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۳) [illegible] (فوائد مجلد مزوذ ص ۱۴)

[illegible]

[illegible]

(۴) [illegible] ۱۲۶ ب ۱۰

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نہیں تو کیا ہے لہذا اس آیت سے واضح طور پر تقلید کا ثبوت ہوتا ہے۔ بلکہ تقلید شخصی کا بھی ثبوت ہو سکتا ہے اس لئے کہ آیت کریمہ میں لفظ "طائفۃ" ہے اور طائفۃ کا اطلاق عربی زبان میں ایک پر بھی ہوتا ہے اور ایک سے زیادہ آدمیوں پر بھی ہوتا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر تحریر فرماتے ہیں۔

"والطائفة في لسان العرب الواحد فما فوقه وجمع بيان العلم و فضله ص ۱۱ باب فرقه صلى الله عليه وسلم طلب العلم فريضة على كل مسلم"

لہذا ممکن ہے کہ کسی سے علم حاصل کرنے والا ایک ہی شخص ہو تو قوم پر اس کی اتباع بھی ضروری ہوئی، اور ایک شخص کی اتباع تقلید شخصی ہے۔

لیتفقهوا في الدين کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محققانہ بات تحریر فرمائی ہے ملاحظہ ہو

"جاننا چاہئے کہ فقاہت فی الدین کا وہ اطلاق جو حدیث میں آیا ہے علم کے معنی جانتے کے ہیں اور فقاہت کے معنی لغت میں سمجھ اور سمجھ کے ہیں، لغت اور شریعت کے اعتبار سے اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو شریعت کے حقائق اور دقائق کو اور اس کے ظہر اور بطن کو سمجھا ہو، اور نفس الفاظ یاد کر لینے کا نام فقاہت نہیں، جن لوگوں نے خدا داد حافظہ سے کتاب وسنت کے الفاظ یاد کئے اور امت تک ان کو بالمعنی سمجھ پہنچایا وہ حفاظ قرآن اور حفاظ حدیث کا گروہ ہے جزاہم اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرا آمین۔

اور جن لوگوں نے خداداد عقل سلیم اور فہم مستقیم سے کتاب وسنت کے معانی اور شریعت کے حقائق ودقائق اور اس کے اصول وفروع امت کو سمجھانے کی کوشش کی ان اہل علم پر جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کو فقہاء کہتے ہیں خواہ فقہاء ظاہریہ کے ہوں یا ان کے اصل مقصود اطاعت خدا ورسول ہے اور اطاعت کا اصل اور مدار معانی پر ہے نہ کہ محض الفاظ یاد لینے سے فریضہ اطاعت ادا نہیں ہو سکتا، اصل عالم وہ ہے جو شریعت کے معانی اور مقاصد سمجھتا ہو کما قال تعالیٰ وتلک الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العالمون۔

شریعت کی حفاظت امت پر فرض ہے، حضرات محدثین نے الفاظ شریعت کی حفاظت کی اور حضرات فقہاء نے معانی شریعت کی حفاظت کی، دونوں ہی اللہ کے مقبول بندے ہیں، جس طرح انبیاء کرام میں درجات اور مراتب کا فرق ہے۔ کما قال تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله و رفع بعضهم درجات اسی طرح اولیاء امتی میں بھی درجات اور مراتب کا فرق ہے۔

حضرات محدثین اور حضرات فقہاء میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ لفظ اور معنی میں درجہ اور مرتبہ کا فرق ہے، ماذا بقرآن الفاظ قرآن کا حافظ ہے اور ایک مفسر قرآن معانی قرآن کا عالم اور قاسم ہے۔

(معارف القرآن ادریسی ص ۲۲۳ تا ۲۲۴ بحوالہ ج ۳، سورۂ توبہ)

اب احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عن حذيفة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني لا ادري ما بقائي فيكم فاقتدوا باللذين من بعدي ابي بكر و عمر. (مشکوٰۃ شریف ص ۵۲ باب مناقب ابی

بکر و عمر رضی اللہ عنہما)

ترجمہ: حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے علم نہیں میں کب تک تم لوگوں میں رہوں گا پس میرے بعد ان دو شخصوں کا اتباع کرنا ایک ابوبکر اور دوسرے عمر رضی اللہ عنہما کا۔

"من بعدی" کی تشریح کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "من بعدی سے مراد ان صحابہ کی حیات ظاہرہ ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کیجیو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ہی ہوں گے پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کیجیو اور حضرت عمرؓ کی خلافت میں ان کا اتباع کیجیو۔ ان دو میں ایک ایک خاص خاص شخص تک ایک ایک شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ ان سے ادنیٰ ادنیٰ سب کی اتباع کیجیو۔ لہٰذا اس سے ہدایت کرنے کی یہ حقیقت نہیں کہ ہر شخص کی ہر ہدایت کا اتباع کیا جائے بلکہ ہدایت کی حقیقت تو یہ ہے کہ ایک شخص کو جو منصب حاصل ہو اسے اس کی مرجع کی حیثیت ایک عالم سے رجوع کرے اور اس سے تحقیق کرے اور اس مقام میں اس کے واجب ہے کہ اس کی ہر بات کو قبول کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس بات کا اختیار کرنا کہ فلاں شخص کی فلاں بات کو قبول کرے اور فلاں

(۱) بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ قرآن و حدیث میں ان کا حکم منصوص نہیں ہے تو ان مسائل میں ...

(۲) نیز منصوص مسائل میں اپنی رائے اور قیاس کا دخل نہیں ہے اور ... اور ان سے مسائل ... میں مرضی کے مطابق ہے۔

(۳) اور اجتہاد حق تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس پر آنحضرت ... نے فرمایا اور ... حضرت معاذ کے سینہ پر ہاتھ مار کر ان کے لئے دعا فرمائی۔ علوم نبوت کے فیض و برکت سے فیض اور اجتہاد نے ہاتھ لیا

(۴) حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا جا رہا ہے وہ مسائل حل کرنے اور معاملات سلجھانے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ وہیں پر ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ اس یمن سے پیش آمدہ مسائل و معاملات حضرت معاذ کے سامنے پیش کریں گے اور حضرت معاذ قرآن و حدیث اور اپنے اجتہادی روشنی میں جو حکم بیان فرمائیں گے وہ لوگ اس میں آپ کی اتباع کریں گے۔ یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے تو یا حضور اقدس ﷺ نے یمن کے حضرت معاذ کی تقلید شخصی پر امر فرمایا۔ الغرض اس حدیث میں صحیح طور پر ثابت ہو جاتا ہے تو مذکورہ حدیث سے تقلید کا ثبوت اور ہوا۔ صحیح اور بین طور پر ثابت ہوتا ہے۔

(۵) العلماء ورثۃ الانبیاء۔ داؤد و ابوداؤد و ترمذی (کتاب علم مشکوٰۃ شریف ص ۳۴) علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ پس جس طرح انبیاء کی اتباع فرض اور لازم ہے اسی طرح وارثین انبیاء یعنی علماء کی اتباع بھی لازم اور ضروری ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میراث علم ہے۔ علماء کی اتباع و اقتداء اس نے فرض ہے کہ وہ علم شریعت کے وارث اور حامل ہیں۔ اس حدیث سے بھی تقلید کا ثبوت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے تقلید مطلق کا واضح طور پر ثبوت ملتا ہے پھر اس تقلید و حصول میں سے ایک یہ کہ تقلید کے لئے کسی خاص امام و مجتہد کو معین نہ کیا جائے بلکہ ایک امام کے مسلک و اقوال و آراء کو بھی ... سے امام کے قول پر عمل کر لیا اسے تقلید مطلق کہا جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تقلید کے لئے کسی ایک مجتہد کو متعین کر لیا جائے پھر مسئلہ میں اس کی اتباع کی جائے اسے تقلید شخصی کہا جاتا ہے۔ عہد صحابہ و تابعین میں تقلید کی ان دونوں صورتوں پر عمل ہوتا رہا ہے اور اس کا ثبوت ملتا ہے۔

پہلی صورت عہد مبارک میں ... باب یا قبل ... حضرات فقہاء نے ... فتاویٰ صحابہ و تابعین سے پوچھ پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے اور سائل کے جواب میں یہ ہوتا جو حکم تمام تابع دلیل پاتا اس مسائل اس پر عمل کرتا اور دلیل نہ ہونے کی صورت میں سائل دلیل کا مطالبہ کرتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابۃ الی ان ظهرت المذاهب الاربعة یقتدون من شاء من العلماء من غیر نکیر من احد بل هذا کان عندهم کالاجماع السکوتی (عقد الجید مع مسلک مرادید ص ۲۹)

... کوئی بھی ... تابعین کے وقت ... اب اربعہ کے ظہور تک لوگوں کا یہی دستور رہا کہ جو عالم مجتہد دل

ما تا اس کی تقلید دیتے اپنی کی تقلید کرتے ہیں اس کے لئے ان کا یہ قول ہی کافی ہے

حضرت شاہ صاحب نے اس سے بھی آگے بڑھ کر فرمایا کہ اس تقلید شخصی پر بھی عمل کرنا ضروری نہیں بلکہ جس عالم کی تقلید کی جائے اس کے بھی بعض اقوال کو چھوڑ کر دوسرے اقوال پر عمل کیا جا سکتا ہے چنانچہ اہل حدیث حضرات نے اسی اصول کے تحت بعض مسائل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اقوال کو چھوڑ کر دوسرے صحابہ کے اقوال پر عمل کیا ہے اور بعض مسائل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال کو چھوڑ کر دوسرے صحابہ کے اقوال پر عمل کیا ہے۔

(۱) اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بعض اقوال کو چھوڑنے کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب ابوموسیٰ اشعری کے جواب کے خلاف تھا بلکہ اس میں ان کی رائے کی غلطی بھی واضح کی گئی تھی لیکن ابوموسیٰ کا جواب صحیح ہے اس لئے بعد میں شاگرد نے کہا لا نفتا لو بی حتی یدع ھذا الحبر لکم (یہ حبر یعنی عالم ہمارے درمیان رہے گا جب تک یہ حبر رہے گا ہم فتویٰ نہیں دیں گے) (بخاری باب مفارقت الحبر وموتہ ص ۱۰۰ ج ۱ و مسلم باب فضائل ابن عباس ص ۲۹۹ ج ۲ و ابن ماجہ باب من سئل علما فلم یقصر فی جوابہ ص ۲۹ ج ۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عالم کا فتویٰ کسی دوسرے عالم کے فتویٰ کے خلاف ہو تو عالم کی تقلید کسی نہ کسی طرح ہو جاتی ہے اس حدیث سے تقلید شخصی کا ثبوت ہوتا ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶ باب اخراج من المساجد)

(۲) صحیح بخاری میں حضرت طاؤس سے روایت ہے۔

ان اھل الیمن سئلوا ابن عباس رضی اللہ عنہ عن امرأۃ طافت ثم حاضت قال لھم تنفر قالوا لا نا حتی نقول لک وبلغ قولہ زیدا فقال زید لم تقل ھذا فقال ابن عباس فکیف تقول یا زید (بخاری شریف ص ۲۳۷ ج ۱ کتاب الحج باب اذا حاضت المرأۃ بعد ما افاضت)

(ترجمہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس سے ان حضرات کے تعلق رکھا جو خلاف فرض (یعنی خلاف دلیل) کے بعد ماتحت ہو کر ابن عباس نے فرمایا وہ حالت حیض کے بغیر ہو سکتی ہے اہل یمن نے کہا ہم آپ کے قول (الفاظ) پر عمل کرتے زید بن ثابت کے قول (الفاظ) کو ترک نہیں کریں گے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ اہل یمن حضرت زید بن ثابت کی تقلید شخصی کیا کرتے تھے اس روایت کے ان الفاظ لا نا حتی نقول لک وبلغ قولہ زیدا پر غور کیجئے کہ جب ابن عباس نے ان حضرات سے یہ بات کی تو ان حضرات نے ابن عباس پر تنقید نہیں فرمائی کہ آپ اجتہاد کے لئے (اتباعی تقلید کے لئے) ایک معین شخص کو اختیار کر کے شریعت اور کتاب کے مرتکب ہوئے ہیں بلکہ تقلید شخصی کا جائز اور ضروری ہونا ان حضرات کے ذہن میں اس طرح پیوست تھا کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ ہم آپ کی بات کو تو مان لیتے ہیں لیکن زید بن ثابت کے قول کو نہیں چھوڑ سکتے۔

ان روایات کو ملحوظ رکھ کر اس بات کا فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ بعد کے علماء کا معین مذہب کی تقلید شخصی کو واجب کہنا اور اس کی خلاف ورزی کو ناجائز کہنا کس حد تک صحیح ہے اور کس حد تک غلط ہے اس زمانہ میں غیر کا تقلید کرنا اضافی ضرورتوں کا عام طور پر دین میں دخل نہیں تھا اس لئے جو شخص اپنے کسی ہوس سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو نیک نیتی سے کرتا اس

سے پہلے اپنی خواہش پوری کرنے کا حیلہ بنا لیتا ہے جو جواب مانگنے کے موافق ہو یا خلاف سے قبل ازیں اس پر کیس ہو چکا ہو ان کا مقصد اصلاح سے پہلے اتباع خواہش ہوتا ہے ایسے لوگوں کے قول میں زیادہ احتیاط ہوگی جن کے پاس کسی نے اس زمانہ میں تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں کے عمل ہونے پر دلیل نہیں مانگی ہے جب سے زمانہ بعد ہوتا گیا لوگوں نے اپنی خواہش پوری کرنے کی خاطر مذاہب اربعہ کی شریعت میں تغیر و تبدل کرنے کی اور اعراض پیدا ہونے لگی اور حالت یہ ہو گئی کہ اب مذاہب اربعہ سے اس لئے پہلو تہی کی جاتی ہے کہ اس میں کوئی ایسے اختیارات نہیں ہیں جن سے عوام کے خواص ملا نے مجتہدانہ اختیارات کو تقلید شخصی میں محو کر دیا اور بقدر ملا کا میلان کی طرف ہونے لگا ہو ہوتے ہوتے تقلید شخصی نے واجب یا امت کا اجماع ہونے کی صورت اختیار کر لی جس کو ہر شریعت سے جاہل ہو جانے والے اپنے مطلب کو خواہش پر عمل کرنے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب فرماتے ہیں۔

وبعد المائتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين اعنيهم وفي من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هوائه احب في ذلك الزمن (الانصاف ص ۳۳)

ترجمہ۔ دوسری صدی ہجری کے بعد لوگوں میں تعصبی تقلیدی پیدا ہوئی خواہ وہ کسی مجتہد کے مذہب پر اعتماد کرتے ہوں خواہ نہ کرتے ہوں۔ زمانہ کی یہی حالت ہو گئی تھی۔

علامہ ابن تیمیہ بھی تقلید شخصی کو بدعت ہی قرار دیتے ہیں۔

في وقت يقلدون من شاءوا كالحاكم وفي وقت يقلدون من يصحح بحسب الغرض الهوى ومثل هذا لا يجوز (فتاوی ابن تیمیہ ص ۲۲۰ ج ۳)

ترجمہ۔ یعنی یہ لوگ کبھی اس امام کی تقلید کرتے ہیں جو ان کا حاکم ہوتا ہے اور کبھی اس امام کی تقلید کرتے ہیں جو ان کی خواہش نفسانی کے موافق ہو اور یہ طریقہ ناجائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تقلید کے ضروری ہونے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں

سبب ذلك الا خذ بمذاهب الاربعة والتسديد في ان لا يخرج عنها اعلم ان في اتخاذ مذهبه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة (عقد الجيد مع سلک الفرید ص ۳۱)

ترجمہ۔ باب ۳۷ چار مذہبوں کے اختیار کرنے کی تائید اور ان کے چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی ممانعت شدید کے بیان میں۔ اعلم۔ جاننا چاہیئے کہ ان چار مذہبوں کے تقلید کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے اعراض اور روگردانی کرنے میں بڑا مفسدہ ہے۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

وقد قال الله وقال رسوله صلى الله عليه وسلم اتبعوا السواد الاعظم وانما الذي اتبع المذهب الحنفي والمذهب الاربعة كان اتباعه اتباعا للسواد الاعظم (عقد الجيد مع سلک الفرید ص ۳۳)

ترجمہ۔ اور مذہب کی پابندی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ سواد اعظم یعنی بڑے مجمع کی

ہیں کہ اس کو اور اس کے ساتھ والے کو ہم نے بچا لیا اور باقی سب کو غرق کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی کشتی ہی نجات کا ذریعہ تھی اور جو اس سے علیحدہ ہو گیا وہ ہلاک ہو گیا۔

آپ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

ویجب علی من لم یجمع جمیع الشرائط المذکورۃ فیہم الرجوع فی الحوادث الی مجتہد جامع لہا (عقد الجید ص ۵)

ترجمہ: اور جس شخص پر یہ شرائط (اجتہاد کی) جمع نہ ہوں تو اس کو واجب ہے کہ حوادث میں کسی مجتہد کی تقلید کرے۔

پھر تحریر فرماتے ہیں۔

وفی ذلک التقلید من المصالح ما لا یخفی الا سیما فی ہذہ الایام التی قصرت فیہا الہمم و سرت الفوس الہوی و اتبع کل ذی رای برایہ

(حجۃ اللہ البالغۃ مرجع نمبر ۲۹۱ ج ۲)

ترجمہ: اور اس میں (تقلید) مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے میں) بہت سی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں ہیں خاص کر اس زمانہ میں جب کہ ہمتیں پست ہو گئی ہیں اور نفسوں میں خواہشات نفسانی سرایت کر گئی ہیں اور ہر رائے والا اپنی رائے پر چلنا شروع کر دیا ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

وہذہ المذاہب الاربعۃ المدونۃ المحررۃ قد اجتمعت الامۃ او من یعتد بہا منہم علی جواز تقلیدہا الی یومنا ہذا (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۲۹۱ ج ۱ باب اتباع سنت و علی جواز تقلید ہذہ المذاہب)

ترجمہ: اور یہ مذاہب اربعہ مدون محرر ہیں ان پر چودی امت نے یا امت کے معتد علماء نے ان مذاہب اربعہ کی تقلید کے جواز پر اجماع کر لیا ہے (اور یہ اجماع آج تک باقی ہے)

اور فرماتے ہیں۔

ومن جاہل فی بلاد الہند وراء النہر ولیس ہناک عالم شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتاب من کتب ہذہ المذاہب وجب علیہ ان یقلد ابا حنیفۃ ویحرم علیہ ان یخرج من مذہبہ لانہ حینئذ یخلع من عنقہ ربقۃ الشریعۃ ویبقی سدی مہملا (الانصاف عربی ص ۵۳ مع اردو ترجمہ کتاب ص ۱۰۰)

ترجمہ: اور جاہل ہندی اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو کہ جہاں مذہب شافعی اور مالکی اور حنبلی اور ان کی کوئی کتاب نہ ہو تو اس وقت اس پر واجب ہے کہ امام ابوحنیفہ کی تقلید کرے اور ان کے مذہب کو ترک کرنا اس کے لئے حرام ہے کیونکہ اس صورت میں شریعت کی رسی اپنی گردن سے نکال پھینکتا ہے اور مہمل اور بیکار بن جاتا ہے۔

اور فرماتے ہیں۔

وبالجملۃ فالمذاہب المجتہدین سرالہمہ اللہ تعالی اعلیہ وجمعہم علیہ من حیث

یشعرون او لا یشعرون (الانتصاف علی ہامش الکشاف ص ۲۳ مع ترجمہ کشاف ص ۲۳)

تقلید (۱) ابن ہمام (۲) ابن نجیم (۳) ابن عابدین (۴) ابن عبدالشکور (۵) ابن عبدالحی (۶) ابن امیر بادشاہ سے کسی ایک نے امام مذہب کی پیروی (اتباع) کو تقلید کہنے کی ایک وجہ بیان کی ہے۔ ان علماء کے بعد کے علماء نے ان میں سے ایک یا اس زیادہ وجوہ کو نقل کیا ہے اور تقلید کی مصلحت اور اس کو واجب کہنے کی وجہ بیان کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تقلید کے معنی مذہب کی پیروی کرنے کے ہیں۔

(۱) مذہب کی تعریف میں اختلاف ہے (۲) مذہب کی تعریف میں اختلاف کی وجہ سے مذہب کی تعداد میں اختلاف ہے۔

(۳) مذہب پر عمل واجب ہے

(۴) مذہب پر عمل کی تعلیم روایت کی بنا پر ہے

(۵) مذہب اربعہ میں سے ایک مذہب کی تقلید شخصی متعین طور پر واجب ہے

(۶) اونی شخص (جو محدث کے درجہ کا نہ ہو) جس کو مذہب فقہی پر عبور ہو اس کو مسئلہ کا دلیل کے ساتھ معلوم ہونا واجب ہے تو بھی جہاں پر واجب ہے وہاں اجتہاد سے بچنے کے لئے مذہب کی تقلید ہے اور اس صورت میں ایک سے زیادہ مذہب سے بھی جواز ہے۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی مراد تقلید سے تقلید کی اہمیت اس کی ضرورت اور اس کو واجب کہنا ہے

شیخ صاحب رحمہ اللہ نے علماء کی تقلید کی تعریف کی ضرورت اس کی تقلید کی مصلحت اس کو واجب کہنے کی وجہ بیان کرنے کے بعد تقلید کی حقیقت کی بحث میں ان علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۸۸ھ نے تحریر فرمایا ہے۔

وعلی ھذا ما ذکر بعض العلماء من نقلد غیر الاربعة لانقصاء مذاھبھم وتقیید مطلقھم وتخصیص عمومھا ولم یبلغ ومثلہ فی غیرھم لان الانقراض تحقیقھم وھو صحیح (التحریر ص ۵۵۲)

اور اسی بنیاد پر بعض متاخرین نے کہا ہے کہ ان (ائمہ اربعہ) کے علاوہ کی تقلید نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ان کے مذاہب کی تدوین ہو چکی ہے ان کے مذاہب میں سے مطلق کو مقید کر دیا گیا ہے عام کو خاص کر دیا گیا ہے اور ان کے مذاہب کی تدوین کے بعد ان کے علاوہ کا زمانہ آ گیا ہے اور ان میں سے کسی کا اجتہاد کا درجہ تک نہیں پہنچا ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس عبارت کا ان الفاظ میں خلاصہ بیان کیا ہے۔

وھذا جانح الائمة الاربعة فلیس لمخالف تلاحماع (الاشباہ والنظائر ص ۱۳۱)

یہ یعنی ائمہ اربعہ میں سے کسی کا کوئی فیصلہ ان کے مخالف ہو تو وہ اجماع کے خلاف ہے (اس لئے کہ اس کا کوئی قول نہیں ہوتا)

اور مسلک اہل حدیث کے مشہور عالم ابوالطیب محمد صدیق بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ

[illegible]

[illegible] لا يجتمعان [illegible] الصدق [illegible] الاجتهاد [illegible] فضل الهي وقبول [illegible] مجال هذا الوجيز و لا ذاك [illegible] حديد ص ۳۳۲

[illegible] ان [illegible] [illegible] [illegible]

حضرت خواجہ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ قریب الفنی والشیخ شیخ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ سے تلمیذ ہیں اور ان کی اجازت سے درس حدیث شریف دیا کرتے تھے جو مذہب حنفیہ کو ترجیح دیتا چاہئے کہ مذہب امام اعظم کا سب سے افضل ترجیح ہے۔ دوسرے مذہب ان کے پاس رد ہیں اور امام ابو حنیفہ افضل المجتہدین ہیں اور احمد حنفی کا مذہب ہی ہے کہ مذہب حنفی ہی ہے (حدائق حنفیہ ص ۱۰۱)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

بے شائبہ تعصب و تعصب کہ بحکم آنکہ ترجیح بلا مرجح باطل است مذہب حنفی را طلب کردہ بے تعصب ہمین عقیدہ دارم کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ در ملک دیگر ظہور نمی یافت و بعد از ظہور ایشان ہیچ مجتہد مرتبہ ایشان نیافت و ہیچ مذہب باجماع و شہرت ایشان رواج نیافت و مذہب حنفی را ہمین امتیاز بس کہ مذہب امام اعظم است و ہمین فضیلت کافی کہ مذہب ایشان است و ہمین معنی از فضیلت امت ہیچ معاند نتواند و ہیچ منصف تقلید نکند

کتاب سے انکار کرتے ہیں اور اسلام سے خارج ہیں ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ یہ ہے اس سے ڈرانے والے منکر لوگوں سے بچنا چاہئے ہیں وہ لوگ (غیر مقلدین) جو دین سے ان بزرگوں (ائمہ حنفیہ امام مالک امام شافعی امام احمد) اور اب سے بہتے ہیں کہ یہ اپنی رائے سے چلتے تھے اور اب دست کی بات پھر رہے تھے ان نے غلط خیال سے مطلق امام کا ایک سوا حکم ہوا ہوتی بلکہ کہ وہ اسلام سے پھر رہے اس قسم کے لوگ ہوتے ہیں (۱) بے خبری اپنی جہالت سے بے خبر ہے وہ تو فرق ہیں کا مقصود ہے (۲) کہ اسلام کا صحیح علم حاصل ہوا ہے ان چند (۲) قسموں نے چند مسئلوں کو پکڑ لیا ہے اور ان کے اندر کا مرکز ہی پر وقوف کر لیا ہے اور اپنی معلومات کے مواجب کرتے ہیں اور جو ان کے علاوہ ہیں ایک بات نہیں ہوا کہ ان کے علم سے باہر ہے ان کا انکار کرتے ہیں ۔ بہت سے کبیرہ گناہ میں پائے جاتے ہیں جو ان میں آسان ہے ۔ اسی قسم نے لوگ ہوتے ہیں جو اسلام خیالوں میں نکلا ہوتے ہیں ۔ (از مقامات امام ربانی ص ۸۰ ص ۱۷۵ ج ۲ مکتوب نمبر ۵۵)

شیخ محمد اسحاق محدث دہلوی فرماتے ہیں

(سوال) مقلد بیچارہ ابوحنیفہ کو نبی بنا دیا ؟

(الجواب) مقلد بیچارہ ابوحنیفہ کو نبی نہیں بنا دیا اگر تقلید بری ہوتی تو تقلید حدیث شریف سے ثابت ہوتی حالانکہ تقلید حدیث شریف سے ثابت نہیں ہے بلکہ تقلید حدیث سے ممنوع ہے ۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱۳ ص ۹۳)

(سوال) مذاہب اربعہ کے مقلدین دوزخی کیوں ہے ؟

(الجواب) مذاہب اربعہ کے مقلد دوزخی نہیں ہیں کیونکہ اس لئے کہ مذہب اربعہ کی تقلید حدیث سے ثابت ہے تقلید حدیث سے ثابت ہے تقلید حدیث دوزخی نہیں ہوتا ہے ۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی بے پروائی اور بے احتیاطی

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں ۔

"تقلید اور شریعت اس وجہ سے نہیں ہے کہ تقلید حدیث میں کامل ہونا اور اس اجتہاد استنباط مسائل پر قادر ہونا بہت مشکل اور دشوار ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک حدیث کو ایک شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دوسرے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تیسرے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چوتھے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پانچویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چھٹے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ساتویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو آٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو نویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو گیارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو بارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تیرہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چودہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پندرہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو سولہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو سترہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اٹھارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو انیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو بیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اکیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو بائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تیئیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چوبیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پچیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چھبیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ستائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اٹھائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو انتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اکتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو بتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چونتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چھتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو سینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اڑتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو انتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اکتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو بیالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چوالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چھیالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو سینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اڑتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو انچاسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پچاسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اکاونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو باونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ترپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چونپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پچپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چھپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ستاونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اٹھاونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو انسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ساٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اکسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو باسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تریسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چوسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پینسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چھیسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو سڑسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اٹھسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو انہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ستترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اکہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو بہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چوہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پچہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چھہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ستترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اٹھترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو انہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اکاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو بیاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تیراسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چوراسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پچاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چھیاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ستاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اٹھاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو انسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو نوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اکانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو بانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تراسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چورانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو پچانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو چھیانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ستانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو اٹھانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ننانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو سویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ایک ویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو دوسرے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو تیسرے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چوتھے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پانچویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چھٹے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ساتویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو آٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو نویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو دسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو گیارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو بارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو تیرہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چودہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پندرہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو سولہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو سترہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اٹھارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو انیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو بیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اکیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو بائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو تیئیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چوبیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پچیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چھبیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ستائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اٹھائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو انتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو تیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اکتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو بتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو تینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چونتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چھتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو سینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اڑتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو انتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اکتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو بیالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو تینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چوالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چھیالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو سینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اڑتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو انچاسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پچاسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اکاونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو باونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ترپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چونپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پچپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چھپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ستاونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اٹھاونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو انسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ساٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اکسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو باسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو تریسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چوسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پینسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چھیسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو سڑسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اٹھسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو انہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ستترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اکہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو بہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو تہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چوہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پچہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چھہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ستترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اٹھترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو انہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اکاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو بیاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو تیراسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چوراسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پچاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چھیاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ستاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اٹھاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو انسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو نوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اکانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو بانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو تراسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چورانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو پچانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو چھیانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ستانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو اٹھانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو ایک سو ننانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ایک ویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو دوسرے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو تیسرے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چوتھے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پانچویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چھٹے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ساتویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو آٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو نویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو دسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو گیارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو بارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو تیرہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چودہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پندرہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو سولہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو سترہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اٹھارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو انیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو بیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اکیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو بائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو تیئیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چوبیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پچیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چھبیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ستائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اٹھائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو انتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو تیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اکتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو بتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو تینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چونتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چھتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو سینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اڑتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو انتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اکتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو بیالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو تینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چوالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چھیالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو سینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اڑتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو انچاسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پچاسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اکاونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو باونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ترپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چونپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پچپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چھپنویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ستاونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اٹھاونویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو انسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ساٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اکسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو باسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو تریسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چوسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پینسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چھیسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو سڑسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اٹھسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو انہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ستترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اکہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو بہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو تہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چوہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پچہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چھہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ستترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اٹھترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو انہترویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اکاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو بیاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو تیراسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چوراسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پچاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چھیاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ستاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اٹھاسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو انسٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو نوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اکانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو بانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو تراسیویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چورانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو پچانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو چھیانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ستانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو اٹھانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو دو سو ننانوےویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو ایک ویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو دوسرے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو تیسرے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو چوتھے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو پانچویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو چھٹے شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو ساتویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو آٹھویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو نویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو دسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو گیارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو بارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو تیرہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو چودہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو پندرہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو سولہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو سترہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو اٹھارہویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو انیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو بیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو اکیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو بائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو تیئیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو چوبیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو پچیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو چھبیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو ستائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو اٹھائیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو انتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو تیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو اکتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو بتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو تینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو چونتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو پینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو چھتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو سینتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو اڑتیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو انتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو چالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو اکتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو بیالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو تینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو چوالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو پینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو چھیالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو سینتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو اڑتالیسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو انچاسویں شخص نے لیا اس پر عمل کیا ہے اور اسی حدیث کو تین سو پچاسویں شخص نے لیا اس پ

غیر مقلد ہیں ان سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ تم جو اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہو تم نے یہ مسائل قرآن و حدیث سے اخذ کئے ہیں یا کسی مولوی صاحب سے سن کر عمل کیا ہے؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ فلاں مولوی صاحب سے سن کر عمل کیا ہے تو پھر یہ تقلید نہ ہوئی تو اور کیا ہوا؟ (دررالحالی ص ۶۱ بحوالہ ۲ احسن الفتاوی ص ۱۳۰ ج ۱)

ناظرین تو ذرا ان بالا اور آخری عبارت میں ان محدثین اور بزرگوں کا نام پیش کیا گیا ہے یا غیر مقلدوں میں ان کے ہم پلہ کوئی عالم ہے؟ حدیث کے ساتھ ان کا جو تعلق تھا اور حدیث پر جس قدر گہری نظر ان کی تھی کیا غیر مقلدوں کی اتنی گہری نظر ہے؟ اس کے باوجود ان محدثین اور بزرگوں نے تقلید کی اور مذہب حنفی کو اختیار کیا۔ اب فیصلہ کیا جائے کہ لائق اتباع ان بزرگوں کا قول و عمل ہے یا غیر مقلدوں کا؟

اسی طرح مندرجہ بالا صفحات میں جن علماء محققین کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں ان پر بھی غور فرمائیں۔ اللہ پاک نے ان بزرگوں کو قرآن و حدیث کا فہم، علم، طاقت فائقہ اور رسائی دی ان کا یہی مشغلہ تھا اس کے باوجود ان حضرات نے خود بھی تقلید کی اور امت کو بھی تقلید کی دعوت دی۔ یہ وہ بزرگ حضرات ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں علم و فضل، تقویٰ و طہارت، خوف و خشیت، عبادت و احسان و اخلاص میں امام تھے، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔ ان کی خدمت کا جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، فکر آخرت میں مستغرق تھے اور قرآن و سنت پر پوری طرح عامل تھے، جرم کا تو کیا تصور و مشتبہات سے بھی بچنے کی کوشش کرتے تھے، یہ ان بزرگوں کے متعلق ہے جو چار مذاہب کے مقلد (جو بقول غیر مقلدین حرام اور کفر و شرک ہے) تھے خود بھی زندگی بھر (معاذ اللہ) حرام اور کفر و شرک میں مبتلا رہے اور امت کو بھی پوری زندگی اس کی دعوت دیتے رہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جس کے دل میں قرآن و حدیث کی عظمت، اسلاف عظام کا احترام اور علماء ربانیین اور مشائخ کرام کی محبت ہے وہ ان بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

ان بزرگوں کے علاوہ متقدمین اور نمونہ کے طور پر محدثین عظام، فقہاء کبار، اولیاء کرام اور مشائخ طریقت کی ایک فہرست ملاحظہ فرمائیں، یہ سب کے سب مقلد تھے ملاحظہ فرمائیں۔

امام فقہ رجال حدیث خلیل یحییٰ بن سعید القطان (جو امام بخاریؒ کے استاذ کے استاذ ہیں) اصبر المحدثین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن المبارک (جو فن حدیث کی رکن اعظم ہیں، امام بخاریؒ کے استاذ کے استاذ ہیں اور یحییٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ محدثین عظام کے استاذ ہیں) امام حدیث وکیع بن جراح (جو امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور اصحاب ستہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں) امام حدیث سید الحفاظ یحییٰ بن معینؒ (جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں) امام حدیث امام ابو یوسف (جو علم حدیث میں امام احمد، علی بن مدینی، یحییٰ بن معینؒ وغیرہ اکابر محدثین کے استاذ ہیں اور یہ حضرات امام بخاریؒ وغیرہ محدثین کے شیوخ میں سے ہیں) یہ اجلہ محدثین حدیث میں جلالت شان کے باوجود تقلید کرتے تھے اور حنفی المسلک تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ باوجود مجتہد ہونے کے صحیح قول کے مطابق مقلد تھے اور شافعی تھے، خود غیر مقلدوں کے پیشوا جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے اپنی کتاب "الحطہ فی ذکر صحاح الستہ" میں تحریر کیا ہے کہ امام بخاریؒ کو ابو عاصم نے ثمانیہ میں ذکر کیا ہے۔ وقد ذکرہ ابو عاصم فی طبقات

اصحابنا الشافعیۃ مثلاً عن السبکی۔ اور اسی کتاب کے صـ ۲۷ فصل نمبر ۶ میں امام نسائی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ کان احد اعلام الدین و ارکان الحدیث امام اھل عصرہ و مقدمہم من اصحاب الحدیث و جرحہ و تعدیلہ معتبر بین العلماء و کان شافعی المذھب امام نسائی دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ حدیث کے ارکانوں میں سے ایک رکن اپنے زمانہ کے امام اور محدثین کے پیشوا تھے ان کی جرح و تعدیل علماء کے یہاں معتبر ہے اور آپ شافعی المذہب تھے۔

امام ابوداؤد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ قتیل حنبلی و قیل شافعی بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ آپ حنبلی تھے اور کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ آپ شافعی ہیں (ایضاً صـ ۱۳۵)

ان کے علاوہ امام مسلم، امام ترمذی، امام بیہقی، امام دارقطنی امام ابن ماجہ یہ سب بھی مقلد تھے اور صحیح قول کے مطابق شافعی ہیں۔

علامہ ذہبی، علامہ حافظ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ ابن جوزی، یہ سب حضرات مقلد تھے اور حنبلی تھے۔

غور فرمائیں! بڑے بڑے ائمہ حدیث اور صحاح ستہ کے مصنفین امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد، جن کو خود غیر مقلدین بھی مجتہد المذہب محدث تسلیم کرتے ہیں۔ یہ محدثین سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ اصول حدیث کے حافظ تھے حدیث میں اس قدر مہارت کے باوجود ہمارے کی تقلید کر رہے ہیں تو غیر مقلدین کے لئے کون سی گنجائش ہے کہ وہ دائرہ تقلید سے نکلنے پر مجبور ہیں اور تقلید حرام اور کفر و شرک کہیں۔

اس فرخ ہندوستان میں جس قدر مشہور محدثین، علماء محققین اور مشائخ طریقت اور اولیاء اللہ گذرے ہیں، سب کے سب مقلد اور بقول شما سب حنفی امام ابوحنیفہ کے مقلد تھے، ان کی فہرست تو بہت طویل ہے ان میں سے چند مشہور علماء و مشائخ کے اسماء گرامی بلا حاشیہ تحریر کرتا ہوں۔

امام ربانی شیخ سید احمد مجدد الف ثانی نقشبندی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آپ کا پورا خاندان جن کے ذریعہ ہندوستان میں علم حدیث کا خوب پھیلا اور ترویج و ترقی ہوئی، اولیاء ہند کے سرتاج خواجہ معین الدین چشتی مرزا مظہر جان جاناں سبحانی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ نظام الدین اولیاء، خواجہ باقی باللہ، خواجہ فرید الدین گنجشکر، خواجہ علاء الدین صابر کلیری، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہ وغیرہ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۱ ص ۷۸، ص ۷۹۔

غرض امت کی جمہور محدثین علماء محققین، اولیاء اللہ اور عارفین تقلید پر متفق ہیں بہت ہی قلیل تعداد تقلید کی منکر ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

ائمہ کی تقلید پر امت کا متفق ہو جانا خداداد مقبولیت ہے

امت محمدیہ کے علماء اور صلحاء متقدمین اور محدثین کا ائمہ اربعہ کی تقلید پر متفق ہو جانا کوئی امر عقلی نہیں اور نہ کوئی امر کسبی ہے کہ جس کو کسی سعی اور جد و جہد کا نتیجہ کہا جائے، بلکہ محض فضل خداوندی اور مشیت ربانی ہے اسی نے اپنی قدرت اور حکمت سے فقہاء اور مجتہدین پیدا کئے اور اسی کی مشیت نے ان کے مذاہب چھپے، اور لوگوں نے ان کی تقلید

کی پھر اسی کی مشیت اور حکمت اس کو مقتضی ہوئی کہ ائمہ اربعہ کو اپنے فضل اور قبول سے سرفراز فرمائے اور تمام امت ان ہی حضرات کی رہنمائی سے خدا تک پہنچے، چنانچہ رفتہ رفتہ تمام مذاہب دنیا سے معدوم ہو گئے اور صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب باقی رہ گئے، حق جل وعلا نے تکوینی طور پر محدثین اور مفسرین اور اولیا، اور عارفین کے قلوب میں یہ القا فرمایا کہ تم ہمارے ان چار مقبول بندوں میں سے کسی کا اتباع کرو، یہ القا ہوتا تھا کہ امت کے عوام اور خواص کے قلوب سمٹ کر ائمہ اربعہ پر جمع ہو گئے اور دن بدن ان کا شیوع (پھیلاؤ) اور قبول ہوتا رہا یہاں تک کہ ان کی اصول وفروع منضبط ہو گئے اور روئے زمین کے تمام اہل سنت والجماعت انہی ائمہ اربعہ کے تقلید کے دائرہ میں منحصر ہو گئے اور اہل علم نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ائمہ اربعہ کی تقلید سے خروج کرے وہ اہل بدعت سے ہے اہل سنت سے نہیں، جس طرح تمام امت کا صحاح ستہ پر متفق ہو جانا کسی سعی اور جد وجہد کا نتیجہ نہیں بلکہ خداداد قبولیت کا نتیجہ ہے، اسی طرح تمام امت کا ائمہ اربعہ کی تقلید پر متفق ہو جانا خداداد مقبولیت کا ثمرہ ہے۔

لہٰذا یہ سوال کرنا کہ تقلید انہی چار میں کیوں منحصر ہوئی ایسا ہی ہے کہ خلافت راشدہ خلفا، اربعہ ہی میں کیوں منحصر ہوئی۔ اور ملائکہ مقربین چار ہی میں کیوں محصور ہیں؟ جواب یہ ہے کہ یہ محض فضل ربانی اور قبول یزدانی ہے اس میں کسی توجیہ اور دلیل کی گنجائش نہیں ہاں شاء اللہ کان وما لا یشاء لا یکون (ص ۱۰۱، س ۱۰۵)

محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام نامی سے سب ہی واقف ہیں، علم اور ولایت کے انتہائی اعلیٰ مقام پہ فائز تھے مگر اس کے باوجود مقلد اور متبع تھے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب پر موت آنے اور حشر میں ان کے ساتھ ہونے کی تمنا اور دعا فرماتے ہیں۔ آپ کی مشہور کتاب "غنیۃ الطالبین" میں ہے۔ قال الامام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی وانا متنا علی مذھبہ اصلاً وفرعاً وحشرنا فی زمرتہ۔

(غنیۃ الطالبین ص ۲۰۵ باب فی اصولہ وتاسیس فضل یشفی للدارس)

حضرت غوث پاک تو تقلید پر قائم رہنے کی دعا فرمائیں اور غیر مقلدین تقلید کو حرام اور کفر وشرک کہیں۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

اور اس کے باوجود خود کو "سلفی" کہیں جب کہ سلف صالحین سے کوئی تعلق نہیں ان کی شان میں ناروا الفاظ کہیں تقلید کرنے کی وجہ سے ان کی تخلیط اور ان کی توہین کریں۔ قرأت خلف الامام نہ کرنے کی وجہ سے ان کی نماز کو باطل سمجھیں اور پھر بھی سلفی کہلائیں ــــ یہ تو برعکس نام نہند زنگی کافور ــــ کا مصداق ہے۔ یہی حال ان کا خود کو "اہل حدیث" کہنے کا ہے، جس طرح "منکرین حدیث" کا حدیث کا انکار کر کے اپنا نام "اہل قرآن" رکھنا صحیح نہیں، اسی طرح تقلید شرعی کا انکار کر کے خود کو "اہل حدیث" کہنا بھی صحیح نہیں۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ جن کا علمی مقام اور حدیث میں ان کا جو درجہ ہے اس کا اعتراف خود غیر مقلدین کو بھی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ مقلد ہیں اور حنفی ہیں اپنے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

واستفدت منہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ امور خلاف ما کان عندی وما کانت نفسی تمیل الیہ اشد میل فصارت ھذہ الاستفادۃ من براھین الحق تعالیٰ علی ــــ الی قولہ ــــ وثانیھما

الوضاءة فالخلد بهذه المناسبة الأربعة لا أعرج منها الخ فتش المحرس على ۲۰ ص ۲۵ مدینہ
کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

ترجمہ: کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں دو کنگن ہیں
(جو سونے کے تھے) مجھ پر بہت شاق گزرے (کہ عورتوں کے زیور ہیں) پھر مجھ پر وحی نازل ہوئی کہ ان کو پھونک
دو (چنانچہ میں نے پھونک دیا) تو وہ اڑ گئے (یعنی ان کا اثر جاتا رہا) میں نے ان کی تعبیر دو جھوٹے
نبی سمجھے جو میرے بعد ظاہر ہوں گے۔

مذکورہ روایات میں آنحضرت ﷺ کا اپنے قدموں کو پھیلنے کا اس سے موت مراد لینا اس
امر پر دلالت کرتی ہیں (۱) کہ کنگن عورت (۲) اور تشہد کا ترک اور تشہد کا ان سے
اس بات کے مقدمین کے لئے بشارت تھی کہ خیر متعدد ان کے لئے ہوگا۔

یہ فرماتے ہیں

وعن شعبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یقم فی الصلوٰۃ الا حتی سمع ابنہ ابراہیم
او ابنتہ فاطمۃ المعروف التی حملت وقامت فی رمضان للحوائج رضی اللہ عنہا فلو عن الحق
۲۸ ص کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے کبھی نماز میں قیام نہیں کیا مگر جب کہ آپ کے صاحبزادے ابراہیم یا
صاحبزادی فاطمہ جو حاملہ تھیں رمضان میں حوائج کے لئے کھڑی ہوئیں۔

ان روایات سے تو یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا قیام کسی طرح سے بھی تشہد کی
فرضیت پر دلالت نہیں کرتا ہے اور نہ آپ نے کبھی اس کا حکم دیا ہے بلکہ حضور اقدس ﷺ
سے ثابت شدہ صحیح روایات سے تو یہ ثابت ہوا کہ آپ نے کبھی تشہد کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا
اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بخاری شریف جلد اول ص ۱۱۴ میں ہے) کہ ہم نماز میں اپنے قلم سے تشہد پڑھتے تھے
کسی نے ہمیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اس لئے ہم نے عرض کیا کہ ہم نماز میں تشہد
کس طرح پڑھیں تو آپ نے ہمیں تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی
شخص نماز میں بیٹھے تو یہ کہے التحیات للہ والصلوٰت والطیبات الخ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۶۸ جلد اول)

اس مقام پر علامہ ابن ہمام نے یہ کہا ہے کہ یہ روایت مشہور ہے اور اس کے
تمام راوی ثقہ ہیں اور اس سے بھی تشہد کا ثبوت مستقل طور پر نہیں ہوتا ہے
اس لئے کہ اس روایت میں تو صرف یہ ہے کہ ہم نے آپ سے تشہد کی تعلیم کی درخواست کی
تو آپ نے ہمیں تشہد کی تعلیم دی اور یہ کہیں نہیں ہے کہ آپ نے ہمیں تشہد پڑھنے کا
حکم دیا ہو اور ہمارے لئے تشہد کا پڑھنا ضروری قرار دیا ہو اور اس روایت سے
تشہد کی فرضیت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے
تعلیم تشہد کو نماز کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو بلکہ آپ نے ان کو تشہد کی تعلیم
نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی دی ہو۔

(۱) عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی متفق علیه. (مشکوٰة ص ۳۹۴ کتاب الرؤیا) (بخاری باب من رأی النبی صلی الله علیه وسلم فی المنام ج ۲ ص ۱۰۳۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تحقیق کہ اس نے مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ بے شک شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

(۲) عن ابی قتادة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رآنی فقد رأی الحق. متفق علیه (مشکوٰة شریف ص ۳۹۴) (بخاری شریف ص ۱۰۳۶ ج ۲ ایضاً)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس تحقیق کہ اس نے حق دیکھا۔ (یعنی بالکل سچا اور صحیح خواب دیکھا)

ان دو حدیثوں کے پیش نظر اس خواب کے سچا ہونے میں کیا شک ہے لہٰذا خواب کہہ کر لوگوں کو شبہ میں نہیں ڈالا جا سکتا۔

غیر مقلدین شیخ عبدالوہاب نجدی کے ہم مسلک و ہم عقیدہ سمجھے جاتے ہیں لیکن شیخ عبدالوہاب مقلد ہیں اپنے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

فنحن و لله الحمد متبعون لا مقلدون علی مذهب الامام احمد بن حنبل (محمد بن عبدالوهاب فی العلامة احمد عبدالغفور عطار، طبع بیروت ص ۱۷۳ ج ۱ ص ۱۷۵)

ترجمہ: ہم لوگ الحمدللہ ائمہ سلف کے متبع ہیں کوئی نیا طریقہ اور بدعت ایجاد کرنے والے نہیں ہیں اور ہم امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں۔

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

فی ... ولله الحمد منی ولست بمبتدع عقیدتی ودینی الذی ادین الله به ... الخ. میں الحمدللہ (ائمہ سلف کا) متبع ہوں مبتدع نہیں ہوں میرا عقیدہ اور میرا دین جو میں اللہ کے دین کی حیثیت سے اختیار کیے ہوئے ہوں وہ اہل سنت والجماعت کا وہی سلف اور طریقہ ہے جو امت کے کبار علماء اور ان کے متبعین کا مسلک اور طریقہ ہے (محمد بن عبدالوہاب ص ۱۷۵)

ان کے صاحبزادے شیخ عبداللہ نے ایک رسالہ میں اپنے اور اپنے والد کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اصول دین (ایمانیات، عقائد) میں ہمارا مسلک اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اور ہمارا طریقہ ائمہ سلف کا طریقہ ہے اور فروع میں جن فقہی مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر ہیں اور جو کوئی ائمہ اربعہ میں سے کسی کی بھی تقلید کرے ہم اس پر نکیر نہیں کرتے۔" (الدرر السنیہ ص ۲۸ ج ۹ عربی)

مندرجہ بالا حوالجات حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کی ایک تصنیف بنام "شیخ محمد بن

عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ" سے اخذ کئے گئے ہیں۔

حاصل کلام:

مندرجہ بالا گذارشات سے ثابت ہو رہا ہے کہ امت کے محدثین، مفسرین، علماء، صلحاء اولیاء اور مشائخ کی تقلید ائمہ پر متفق ہیں اور ان سب کا تقلید ائمہ پر متفق اور مجتمع ہو جانا تقلید کے برحق ہونے کی نہایت مضبوط سند اور دلیل ہے۔ حدیث میں ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله لايجمع امتي او قال امة محمد على ضلالة ويد الله على الجماعة ومن شذشذ في النار رواه الترمذي

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ میری امت کو یا یہ ارشاد فرمایا محمد ﷺ کی امت کو ضلالت (گمراہی) پر اکٹھا نہیں کرے گا۔ اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے (یعنی اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے) اور جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں تنہا ڈالا جائے گا۔

(۲) لن تجتمع امتي على الضلالة قال البخاري وبالجملة فهو حديث مشهور المتن فوله شواهد كثيرة وشواهد متعددة في المرفوع وغيره (المقاصد الحسنة ص ۳۶۰)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت (کے علماء و صلحاء) کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہوں گے۔

(۳) عن ابي ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه (رواه احمد و ابو داؤد) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰) الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ: حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک بالشت کے برابر بھی جماعت سے علیحدگی اختیار کی تو تحقیق کہ اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال ڈالی۔

منصور قرآن حضرت علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی اپنی مشہور کتاب "عقائد الاسلام" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جس مسئلہ میں امت متفق ہو وہ حق ہے اور اس کا مخالف مردود ہے۔

ترمذی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے لا تجتمع امة محمد على الضلالة کہ محمد ﷺ کی امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ ویدہ اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار (رواہ الترمذی) کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے نکلا اکیلا جہنم میں گیا۔ وضعوا السواد الاعظم (رواہ ابن ماجۃ) کہ بڑا گروہ اختیار کرو جو بڑے گروہ کی۔ یعنی میری امت میں جس مسئلہ میں بہت سے لوگ ایک طرف ہوں اس کی پیروی کرو کیونکہ جماعت کثیر گمراہ نہیں ہوگی کیونکہ لا یکلف اللہ حکم الکل پس اگر گمراہ ہوں تو غالباً سب گمراہ کہلادیں اور سب کا گمراہ ہونا بایں معنی کہ تمام امت گمراہ ہو تو قرآن کی تکذیب لازم آوے اور امت وسط اور خیر امت کا غلط ہو جاوے، پس یہ محال ہے۔

امت کا مُراد ہونا بھی محال ہے اور بہت سی احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں۔ (عقائد الاسلام ص ۸۵ باب نمبر اتصل نمبر ۵)

ان معروضات کے بعد "فالدین النصیحۃ" (دین خیر خواہی کا نام ہے) کے پیش نظر تمام اہل ایمان خاص کر غیر مقلدین سے یہی عرض ہے کہ تمام لوگ اسی راہ کو اختیار کریں جس کو امت کے جمہور محدثین، مفسرین، علماء صلحاء، عارفین اور مشائخ ہر طریقت نے اختیار کیا ہے، اور جمہور امت اور سواد اعظم سے خود کو جدا نہ رکھیں جس پر کرام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف عظام رحمہم اللہ سے حسن ظن رکھیں۔ اسی میں انشاء اللہ ایمان اور اعمال کی سلامتی ہے اور ضلالت و گمراہی سے حفاظت ہے، ورنہ غیر مقلدیت اور لامذہبیت سراسر گمراہی اور ضلالت ہے، بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ "غیر مقلدیت گمراہی کا پہلا زینہ ہے" اور خود غیر مقلدوں کے پیشوا مولانا محمد حسین بٹالوی نے برسوں کے تجربہ کے بعد تحریر کیا ہے۔

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بلا آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق (خروج تو اس آزادی (غیر مقلدیت) کا ادنیٰ کرشمہ ہے، بن قاسموں میں بعض تو علم کھلا جمعہ، جماعت اور نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، مود، شراب سے پرہیز نہیں کرتے، اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی کے باعث فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں مبتلا رہتے ہیں، نامحرم عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، کفر و ردۃ اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر بیدینوں کے بے دین ہو جانے کا بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ علم کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

(اشاعۃ السنۃ ص ۵۳ جلد نمبر ۱۱ عدد نمبر ۲ بحوالہ اکمال الارشاد ص ۱۳ تقلید ائمہ ص ۱۶، ص ۱۷)

غیر مقلدوں کے ایک دوسرے پیشوا جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے اپنی جماعت کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے وہ بھی قابل ملاحظہ ہے ملاحظہ فرمائیں۔

فقد نبت فی هذه الزمن طرفة ذات سمعة و رياء تدعی انها علم الحديث والقرآن والعمل و العرفان

ترجمہ: اس زمانہ میں ایک فرقہ شہرت پسند ریا کار ظہور پذیر ہوا ہے جو دعوے ہر صرح کی خالی کے سچے نئے قرآن وحدیث پر علم و عمل کا مدعی ہے حالانکہ اس کو علوم اور معرفت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

آگے اسی مضمون کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

فيا للعجب ان يسمون انفسهم الموحدين المخلصين (غيرهم بالمشركين وهم اشد الناس تعصباً وغواً في الدين.

ترجمہ: بڑے تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین کیونکر خود کو خالص موحد کہتے ہیں، اور مقلدین کو (تقلید ائمہ کی وجہ سے) مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ غیر مقلدین خود تو تمام فرقوں میں سخت متعصب اور غالی ہیں۔

پھر اس مضمون کے خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

فما هذا ديس لا شبهة في الارض وفساد كبير الخطب في ذكر صحيح البتة ص ۶۱، ص ۶۸)

ترجمہ: یہ طریقہ (غیر مقلدین کا ہے) کوئی دین نہیں، یہ تو زمین میں فتنہ و فساد عظیم ہے۔

(فتاویٰ تقلید اردو ص ۱۷، ص ۱۹ از مولانا اسماعیل سلفی)

اللہ پاک ہر ایک کو حق قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ایمان اور اس پر استقامت اور اسی پر حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔ اللھم آمین بحرمة النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نوٹ:

اس جواب میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کے ایک رسالے سے جس کو فی الحقیقت وہابیہ کی ابتدائی عبارات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے رسالہ کا مضمون نہ ہونا کافی تھا، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کی تمام تصانیف کو مقبول نافع اور مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ بنائے آمین بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ احقر فقیر نام سید عبدالرحیم ابوسعید غفرلہ اللہ تعالیٰ۔ ۵ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ۔

تقلید کی حیثیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے[1]

(۱۹) دین کی اصل وہ حدیث ہے جو صرف اللہ کی اطاعت کی جائے یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی اس لئے واجب ہے کہ حضور علیہ السلام جل جلالہ نے اپنے قول و فعل سے احکام الٰہیہ کی تبلیغ فرمائی ہے کہ کونسی چیز حلال ہے اور کونسی چیز حرام ہے، کیا چیز کرنے والی جائز ہے۔ ان تمام معاملات میں اطاعت تو صرف خدا کی کرتے ہے مگر چونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان احکامات کے پہنچانے والے ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے، ارشاد خداوندی ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ لہذا شریعت کے تمام معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنے کا قائل ہو اور اس کو مستقل بالذات مطاع سمجھتا ہو تو یہ یقیناً کافر ہے لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن و سنت کے احکام کی تابعداری اور اطاعت کرے۔

قرآن و حدیث کے احکام میں بعض احکام ایسے ہیں جو بالکل قرآن یا حدیث سے صراحۃً ثابت ہیں جن میں بظاہر کوئی تعارض نہیں ہے اس قسم کے احکام اور مسائل "منصوصہ" کہلاتے ہیں، بعض احکام ایسے ہیں جن میں کسی قدر پیچیدگی ہے اور بعض آیات و احادیث ایسی ہیں جو بظاہر متعارض کا اشتباہ رکھتی ہیں بعض حکم ہیں اور بعض قضایا، کوئی مشترک ہے جو قانونی نوعیت کا ہے اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ بظاہر قرآن کی کسی دوسری آیت یا کسی دوسری حدیث سے متعارض معلوم ہوتے ہیں، ان کی چند مثالیں بیان فرمانے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

[1] یہ مضمون فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۲۹۰ پر حضور اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رجویہ اور عقل کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ کیا اس بات کا

ایسے مسائل میں اجتہاد و استنباط سے کام لینا چاہتا ہے ایسے موقع پر عمل کرنے والے بھی ہوتی ہے اور وہ کس طرح عمل کرے، از خود اجتہاد کرنے فیصلہ کرے یا اسے کسی مجتہد و مفتی سے رجوع کرنا چاہیے ان سے فیصلہ پر عمل کرے، ایسی الجھن کے موقعہ پر عموماً بات یہی ہے کہ کس طرح ہم اپنے دنیاوی معاملات میں ماہر فن کے مشوروں پر عمل پیرا ہوتے ہیں زیادہ ہوتے ہیں تو آخر کسی کے پاس جاتے ہیں کورٹ میں کوئی مقدمہ ہو تو وکیل کرتے ہیں مکان بنانا ہو تو انجینئر کی خدمات حاصل کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور جو وہ کہتے ہیں اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ اس سے تجاوز نہیں کرتے، اسی طرح دینی معاملات میں ان مقدس ترین امانتوں کی فہم و بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ان ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے قول پر عمل کریں اس عمل کرنے کو اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں تقلید کی حقیقت صرف یہ ہے کہ کفایت کرنے والا اپنے تئیں عامی تقلید یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ دور صحابہ قرآن و سنت پر ہی عمل کر رہا ہے اور صاحب شریعت ہی کی پیروی کر رہا ہے اور گویا یہ تصور کرتا ہے کہ "امام" اس کے اور صاحب شریعت کے درمیان واسطہ ہے مثلاً۔ کسی علاقہ پر جماعت کی نماز میں جب کہ وہاں جماعت بڑی ہو امام کی آواز اور اس کے مقتدیوں کو سنائی نہ دیتی ہو تو اس وقت مکبر مقرر کئے جاتے ہیں، وہ مکبر امام کی اقتدا کرتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہتا ہے امام کی نقل و حرکت، رکوع و سجدہ کی اطلاع پچھلی صف والوں کو دیتا ہے اور پچھلی صف والے یہ تصور کرتے ہیں کہ ہم مکبر کی اقتدا و اتباع کر رہے ہیں اور خود مکبر بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں خود امام نہیں ہوں بلکہ میں اور پوری جماعت کا امام صرف ایک ہی ہے جس کی اقتدا کر رہے ہیں میں تو صرف امام کی آواز و حرکت کی اطلاع دینے والا ہوں، اس کا قائل بھی صورت یہاں ہے کہ مقصد کا تصور یہی ہے کہ میں خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت و اتباع کر رہا ہے امام کو وہ میاں میں معزز مقتدر تصور کرتا ہے، اس کو مستقل بالذات مطاع نہیں سمجھتا مستقل بالذات مطاع تو صاحب شریعت ہی کو خیال کرتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۷۱ تا ص ۲۷۴)

اس عام فہم بیان سے تقلید کی حقیقت کو واضح فرمایا اور غیر مقلدوں کے خود ساختہ اعتراض و امتحان کی بنیاد ڈھا کر رکھ دی اس کے بعد بھی خواہ مخواہ اعتراض کی راہ اختیار کرنا بات دشمنی اور تعنت کے سوا کچھ نہیں واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۰) ایک دوسرے مقام پر تقلید کی ضرورت پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے

خلاصہ دلیل سے اگر کہی جائے تو صحیح ہوگا کہ تقلید ایک مرغظری ہے اور ایک قدرتی ناگزیر ضرورت ہے جو انسان کے ساتھ مثل سائے کے لگی ہوئی ہے، غیر مقلدین بھی اس سے بے نیاز نہیں ہیں ان کے گھروں میں چھوٹے بچے گھر کے بڑوں کو دیکھ کر نماز پڑھتے ہیں، اور دوسری اعمال کرتے ہیں اور ان کے گھر کی مستورات محدثہ، عالمہ فاضلہ نہیں ہوتیں، مردوں ہی سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتی ہیں، اور خود غیر مقلدین میں خواص فاضل محدث نہیں ہوتے وہ بھی اپنے بڑوں ہی سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے ہیں اور ان پوچھ پوچھ کر عمل کرنے کو موسوم نہیں سمجھا جاتا، ان کو شرک بدعت اور گناہ نہیں کہا جاتا، اور معمولی سمجھ رکھنے والے کے کام نہیں چلتا، طب کی کتابوں کا مطالعہ کر کے انسان حکیم اور ڈاکٹر نہیں بن جاتا اور نہ یہ شخص کہ مطب کھول کر بیٹھ جائے تو اسے محترم کہا جاتا ہے اور جو کرتے ملاح کرائے وہ اس سے بڑا دان سمجھا جاتا ہے، مثل مشہور ہے "نیم حکیم خطرہ جان، نیم ملا خطرہ ایمان" بہر حال دنیا میں

ہر کام میں تقلید کی ضرورت پڑتی ہے لیکن دین کے معاملہ میں چند حدیث کی کتابوں کا ترجمہ اکیلے کرا پنے کو سب علوم قرآن وحدیث کا ماہر سمجھنے لگنا اور ائمہ ہدیٰ واسلاف عظام کے ساتھ بدگمانی کرنا ان کی شان میں بدزبانی اور گستاخی کرنا اور ان کی تقلید کو شرک و بدعت کہنا اور اپنی ناقص فہم وعقل پر اعتماد کرنا اور ہوائے نفسانی کی اتباع کو عین توحید سمجھنا یہ کہاں کا انصاف ہے۔ "بریں عقل و دانش بباید گریست" اگر ہمارے غیر مقلدین بھائی بہت وہری کو چھوڑ نہ دیں تو کفایت کریں اور تھوڑے سے ہی غور کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ تقلید کے عقیدے پر جمے رہیں اور اپنی پہلی روش پر ندامت اختیار نہ کریں۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۲ جلد اول)

رکوع کے قریب قریب جھک کر شکریہ ادا کرنا اور تعظیم بجالانا:

(سوال ۳۶) ہمارے یہاں ایک مسلمان "کراٹے" (یہ ایک طرح کی کشتی اور ورزش ہے جس میں مختلف داؤں سکھائے جاتے ہیں) سکھاتے ہیں انہوں نے یہ فن ٹیپول جا کر سیکھا ہے۔ ان کے پاس جانے اور روانگی کے وقت اپنے دونوں ہاتھ کولھوں پر رکھ کر رکوع کے قریب قریب جھک کر نیپالی زبان میں ان کا شکریہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ اور اس ادارہ کے منتظم یہ کہتے ہیں کہ اس فن کے سیکھنے کے لئے اس طرح جھک کر شکریہ ادا کرنا اور تعظیم بجالانا ضروری ہے۔ تو اس طرح جھک کر شکریہ ادا کرنا اور تعظیم بجالانا شرعاً جائز ہے؟ یا اس میں کراہیت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اللہ ہی سب سے زیادہ قابل تعظیم ہے اللہ ہی کی ذات اس قابل ہے کہ انسان اس کے سامنے اپنی جبین نیاز جھکائے اسی وجہ سے اسلام میں غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اور اسی بنا پر فقہاء نے اس صورت کو بھی مکروہ لکھا ہے کہ کوئی شخص کسی کے سامنے رکوع کے مانند جھک کر سلام کرے یا اس کی تعظیم بجالائے شامی میں ہے۔ قال القهستاني وفي الظهيرية يكفر بالسجدة مطلقا وفي الزاهدي الا بمعناه في السلام الى الركوع كالسجود وفي المحيط انه يكره الا انحناء للسلطان وغيره (شامی ص ۲۳۸ ج ۵ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع) یعنی علامہ قہستانی فرماتے ہیں ظہیریہ میں ہے کہ مطلقاً (غیر اللہ کو) سجدہ کرنے کی وجہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ زاہدی میں ہے کہ سلام کرتے وقت رکوع جیسی ہیئت نہ لینا یہ سجدہ کے مانند ہے (یعنی جس طرح غیر اللہ کو سجدہ کرنا ناجائز ہے اسی طرح رکوع کے قدر جھکنا بھی ناجائز ہے۔ اور محیط میں ہے کہ بادشاہ یا کسی اور کے سامنے جھکنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی ص ۲۳۹ ج ۵)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الا انحناء للسلطان ... لو لغيره مكروه لانه يشبه فعل المجوس كذا في جواهر الاخلاطي ويكره الانحناء عند التحية وبه ورد النهي كذا في السراج الوهاجي۔
(عالمگیری ص ۳۴۳ ج ۶ کتاب الکراہیۃ باب نمبر ۲۸)

سوال میں جو جھکنے کی صورت ہے یہ قریب قریب رکوع کی ہے لہٰذا شرعاً اس کی اجازت نہ ہوگی فن سکھانے والے اور ادارہ کے منتظمین کو چاہئے کہ اسلامی طریقہ کو مقدم رکھیں اور غیروں کے طریقہ کو اختیار نہ کریں اور اپنے سامنے جھکنے کی شرط نہ لگائیں بے شک اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنا چاہئے، حدیث میں ہے۔ عن ابی سعید قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يشكر الناس لم يشكر الله،

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۴ باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک ابواب البر والصلۃ)

لہذا اپنا محسن ہونے کے اعتبار سے ان کا شکریہ ادا کریں چاہے جس زبان میں بھی ہو اور اگر یہ سب سے بہتر الفاظ یہ ہیں کہ جزاک اللہ (اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں) کیونکہ حدیث میں ہے عن اسامہ بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیرا فقد ابلغ فی الثناء ۔ حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا گیا اس شخص نے بھلائی کرنے والے سے کہا جزاک اللہ تو اس نے شکریہ کا حق ادا کر دیا۔

(ترمذی شریف ص ۱۴ ج ۲ باب ماجاء فی الشکر ابواب البر والصلۃ) واللہ اعلم بالصواب۔

دیوان حافظ وغیرہ سے فال نکالنا:

(سوال ۳۷) عملیات کی بہت سی کتابوں میں فالنامے ہوتے ہیں جیسے دیوان حافظ تو ایسے فالنامے سے فال نکالنا کیسا ہے؟ کیا اس سے ایمان میں خرابی آئے گی؟

(الجواب) کیف فالی جا سکتی ہے، اس کو یقینی چیز نہ سمجھ جائے البتہ نجومی اور کاہن کے پاس جا کر فال نکلوانا اور ان سے غیب کی باتیں پوچھنا گناہ کبیرہ ہے، حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتی کاہنا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص نجومی کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی، پس تحقیق کہ وہ اس چیز سے بیزار ہوا جو محمد ﷺ پر اتاری گئی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۳ باب الکہانۃ)

مظاہر حق میں ہے بیزار ہوا یعنی کافر ہوا، ہاں ہے حلال جاننے پر یا تغلیظ و تشدید ہے اور ڈرانے ان تابع کے۔ (مظاہر حق ص ۳۰ ج ۴)

دعوت وتبلیغ اور مناظرہ کے لیے مستند کتب

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	
فضائل اعمال	[illegible]	[illegible]
فضائل اعمال	[illegible]	[illegible]
فضائل سدقات مع فضائل حج	[illegible]	[illegible]
فضائل صدقات	[illegible]	[illegible]
فضائل نماز		[illegible]
فضائل قرآن		[illegible]
فضائل رمضان		[illegible]
فضائل حج		[illegible]
فضائل تبلیغ		[illegible]
فضائل ذکر		[illegible]
حکایات صحابہ		[illegible]
شمائل ترمذی		[illegible]
منتخب احادیث	[illegible]	[illegible]
منتخب احادیث	[illegible]	[illegible]

ناشر: دار الاشاعت [illegible]